رازِ بندگی کیا ہے؟
مؤلف
حجۃ الاسلام علامہ ڈاکٹر غلام حسین عدیل (دام عزہ)

راز بندگی کیا ہے؟
(مجموعہ تقاریر)
حجۃ الاسلام والمسلمین
علامہ ڈاکٹر غلام حسین عدیل
تصحیح و نظر ثانی
حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری
اسلامک یونیورسٹی ○ قم ○ ایران
ناشر: ادارہ منہاج الصالحین
الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور
فون: 042-37225252 , 0301-4575120

کتاب	:	رازِ بندگی کیا ہے؟ (مجموعۂ تقاریر)
خطیب	:	حجۃ الاسلام ڈاکٹر غلام حسین عدیل
تصحیح و نظر ثانی	:	علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم
پروف ریڈنگ	:	اسد علی ڈار
سالِ اشاعت	:	جون ۲۰۲۰ء
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
ہدیہ	:	

کتاب سے متعلق آراء و نظریات کے لیے ای میل ایڈریس:

ghadeel@hotmail.com
faizyaab_110yahoo.co.in

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین ۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 , 0301-4575120

بسمہ تعالیٰ

رازِ بندگی کیا ہے؟

مجموعۂ تقاریر

حجۃ الاسلام والمسلمین
علامہ ڈاکٹر غلام حسین عدیل

رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ

بمقام "بیت القائم" ٹورنٹو، کینیڈا

ترتیب

۞ بڑھتے رہیں اپنے قدم......	5
۞ شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات!	9
۞ مقدمہ	12
۞ روزہ کی عظمت واہمیت	15
۞ عظمتِ شہر اللہ	18
۞ عظمتِ امامِ حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام	97
۞ عظمتِ امیرالمومنین علیہ السلام	152
۞ گناہوں کے اثرات	198
۞ عید مبارک! (پہلا خطبہ عید الفطر)	247
۞ دوسرا خطبہ: خطبہ عید الفطر	254
۞ اعمالِ ماہِ رمضان المبارک	261
۞ دعائے سحر	261
۞ دعا بعد از نماز واجب	261
۞ دعا ہر نماز واجب کے بعد	262
۞ دعائے افطار	262
۞ اعمالِ شبِ قدر	263

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بڑھتے رہیں اپنے قدم......

اسلامی افکار و علوم کی تاریخ صدیاں پرانی اور اہلِ علم و ادب کے لیے متاعِ زندگانی ہے۔ اسے ملّت کا حافظہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے جس سے قوم کا مخصوص علمی مزاج اور جداگانہ عملی تشخص واضح ہوتا ہے۔ یہی مزاج و تشخص قوم کے لیے ارتقائی خطوط اور مستقبل میں عمل پیرا ہونے کے لیے رہنمایانہ اُصول متعین کرتا ہے۔ یوں ایک صاف و شفاف علمی دھارا عصر در عصر جاری و ساری رہتا ہے جو میدانِ معاشرت کو سیراب کرتا ہے اور دینی تہذیب و ثقافت کو فروغ بخشتا ہے۔

اسلامی تہذیب میں اجتماعات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ ان اجتماعات میں جمعہ اسم با مسمّٰی اور صفت با موصوف ہے۔ جمعۃ المبارک ہے، جمعۃ المقدسہ ہے، جمعۃ الطیبہ ہے، جمعۃ الکریم ہے۔ جمعہ کا اجتماع نماز باجماعت اور خطباتِ جمعہ سے عبارت ہے۔ ان اجتماعات میں مذہب حقہ کے اُصول و عقائد کے ساتھ ساتھ فروعات، معاملات، اتفاقات اور عصری مسائل و واقعات بھی کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ زیر نظر کتاب انھی اہم موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔

یہ کتابِ مستطاب علامہ ڈاکٹر غلام حسین عدیل صاحب کے دروسِ رمضان المبارک، عشرۂ محرم الحرام ۲۰۰۶ء، المہدی اسلامک سنٹر، ٹورنٹو، کینیڈا کی مجالسِ عزا پر مشتمل ہے۔ آپ نے اس عشرہ میں سیدۂ کونینؑ کے مشہور و معروف خطبہ فدکیہ کو موضوعِ سخن قرار دیا ہے۔ جس میں سیدۂ نے ادلہ عقلیہ و نقلیہ سے اپنے موضوع کو

ثابت کیا ہے۔ یہ ایسی روحانی و نورانی مجالس ہیں جو فرد و معاشرہ ہر دو کی اصلاح و فلاح کے ضامن ہیں۔ ان کے سننے والوں نے بھی گہرے اثرات قبول کیے ہوں گے اور پڑھنے والوں پر بھی مفید اثرات کا مرتب ہونا یقینی اور لابدی امر ہے۔

علامہ ڈاکٹر غلام حسین عدیل عرصہ تیس سال سے انگلستان میں مقیم ہیں اور پورے یورپ میں تبلیغی و اشاعتی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارا ان سے غائبانہ تعلق و تعارف تو بہت عرصہ پہلے قائم ہوا، جب ہم سرزمین علم و اجتہاد قم المقدسہ، ایران میں مع اہلِ خانہ وارد ہوئے تو انھی کے سہ منزلہ مکان کی ایک منزل میں بطور کرایہ دار ٹھہرے۔ البتہ موصوف اُس وقت انگلستان تشریف لے جا چکے تھے۔ ان کے مکان کے پڑوس میں حجۃ الاسلام مولانا منظور حسین صادقی صاحب اپنے عالی شان مکان میں مقیم تھا اور اس مکان کی ایک منزل میں مولانا حق نواز عابد فروکش تھے۔ مولانا منظور حسین صادقی صاحب کے اصرار پر ہم نے بھی وہیں ڈیڑھ سو میٹر مربع کا پلاٹ خرید لیا اور اپنا مکان تعمیر کرایا۔ یوں ہمارے تین مکان ساتھ ساتھ تھے اور اپنے وطن سے دُور پردیس میں رہنے کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔ ہمیں یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہم وطن عزیز پاکستان ہی میں مقیم ہیں۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کے ایام ولادت و شہادت نہایت عقیدت و احترام سے مناتے تھے اور ہر خوشی و غمی میں باہم مربوط رہتے تھے۔

القصہ عرصۂ دراز سے ڈاکٹر عدیل صاحب انگلستان بلکہ پورے یورپ میں نہایت دل جمعی کے ساتھ مذہب حقہ اثنا عشریہ خیرالبریہ کی تبلیغ و ترویج اور نشر و اشاعت میں منہمک ہیں۔ آپ مکتب اہلِ بیتؑ کے اَن تھک مبلّغ و مروج ہیں۔ آپ کا یہ عظیم تبلیغی مشن شبانہ روز جاری و ساری ہے اور آپ دیارِ غیر میں رہ کر ہر جہت اپنا کام کر رہے ہیں۔ سُستی و کاہلی آپ کے نزدیک پھٹکنے نہیں پاتی۔ آپ

پوری طاقت و جلالت اور عظمت و رفعت سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ آپ نے ہر علمی میدان میں اپنا لوہا منوایا ہے۔ آپ صمیم قلب کے ساتھ آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ آپ ایک ہی وقت میں کہنہ مشق خطیب و ادیب ہیں۔ آپ تحریر و تحقیق اور ترجمہ و تالیف میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ آپ کی تحریروں اور تقریروں میں سلاست و روانی پائی جاتی ہے۔ محنت و ریاضت آپ کی زندگی کا شیوہ ہے۔ آپ میں جذبات و احساسات کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ نیز ارتقائی منزل کو طے کرنے کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنا آپ کا شیوہ نہیں۔ آپ نے گوروں کے ملک میں ہدایت ٹی وی قائم کر رکھا ہے جو علوم و تہذیب آلِ محمدؐ کی بھرپور ترویج کر رہا ہے۔ ہدایت ٹی وی پوری دنیا میں جہاں قرآنِ مجید کی تفسیر کے اسرار و رموز لوگوں تک پہنچا رہا ہے، وہاں پر اہلِ بیت علیہم السلام کے اقوال و فرامین کی بھرپور انداز میں تشریح و توضیح کر رہا ہے۔

اس چینل میں یوں تو بیسیوں اہلِ علم کام کر رہے ہیں لیکن ان کے روحِ رواں علامہ غلام حسین عدیل ہیں۔ آپ نے شبانہ روز محنت شاقہ کر کے ہزاروں لوگوں کو درِ اہلِ بیت علیہم السلام پر لاکھڑا کیا ہے۔ بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح و فلاح کی ہے۔ آپ نے شب و روز محنت کر کے اس ادارہ کو اوجِ کمال تک پہنچا دیا ہے اور علمی حلقوں میں اپنی لیاقت و فطانت کا لوہا منوا لیا ہے۔ اور یہ ادارہ تبلیغی و تربیتی اور تنظیمی و اصلاحی پروگرام پیش کر رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ڈاکٹر عدیل صاحب کے ماہِ مبارک رمضان میں دیئے گئے دروس پر مشتمل ہے۔ آپ نے یورپ کے مختلف ملکوں میں رمضان میں مختلف موضوعات پر دروس دیے ہیں اور مجالس پڑھی ہیں۔ آپ نے دروس میں علمی و تبلیغی اُسلوب اپنایا ہے جو آپ کی صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے اپنی خطابت

میں ماہرانہ انداز اپنایا ہے۔ آپ دورانِ خطابت علمی اصلاحات کا کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ عربی عبارات کا جا بجا استعمال آپ کی تحریروں میں نظر آتا ہے۔ احادیث رسولِ مقبول اور اقوالِ معصومینؑ کثرت سے آپ کو ازبر یاد ہیں۔ جن کو آپ موقع و محل پر بیان کرتے ہیں۔ معصومینؑ سے ماثورہ و منقولہ ادعیہ اور زیارات کا استعمال آپ سے کوئی سیکھے۔ سامعین کی تہذیب و تربیت آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ عربی عبارات میں پنہاں مطالب کو کھول کر بیان کرنا اور ان کی تراکیب و استعمال کو بروقت استعمال کرنا آپ کی علمیت و ثقاقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

خطباء کی منشاء لوگوں کو خوش کرنا ہوتا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب کی خواہش اپنے خالق و مالک کو راضی کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پورے یورپ میں شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ مومنین کرام آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے ہم سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ ان کا علمی سرمایہ محفوظ کیا جائے۔ ہم نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے حامی بھر لی ہے۔ ان شاء اللہ عنقریب آپ کی تقریروں کو سپردِ قرطاس کیا جائے گا اور زیورِ طباعت سے آراستہ کیا جائے گا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کو بحق محمدؐ و آلِ محمدؑ نشرِ علومِ آلِ اطہار علیہم السلام کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام مع الاکرام

طالبِ دعا

ریاض حسین جعفری

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات!

الحمد لله الّذی لم یتخذ صاحبة ولا ولدا ولم یکن له شریك فی الملك ولم یکن له ولیٌّ من الذّلّ و کبّره تکبیراً . الصلاة والسلام علی محمد وآله الطیبین الطاهرین المعصومین . لا سیمّا علی الامام المنتظر الحجة الثانی عشر . امابعد فقد قال الله سبحانه وتعالیٰ فی کتابه المجید

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ﴿۴﴾ (سورۂ رحمٰن: آیت ۱-۴)

اکیسویں صدی میں بڑے بڑے تحولات، تغیرات اور تبدیلیاں رُونما ہوئی ہیں۔ خطابت کے میدان میں بھی بڑا انقلاب آیا، جس سے آپ سب بخوبی واقف ہیں اور اس وقت محراب و منبر کے کیا حالات ہیں جنھیں بیان کرنا حشر بپا کرنے کے مترادف ہے۔ مجالس و محافل کا اصل مقصد اصلاحِ احوال، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور سیرتِ معصومین علیہم السلام کو بیان کرنا ہے۔ اب ان مقاصد پہ ہم کتنے گامزن ہیں اور ہم نے کتنی کامیابی حاصل کی ہے آپ کو بتانا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

بہرکیف مَیں نے اپنے میدان کا انتخاب آج سے پچیس تیس سال پہلے کرلیا تھا کہ معصومین علیہم السلام کی دُعاؤں کی شروح اور تفسیر کا میدان بالکل خالی ہے، لہٰذا ان پر کام کیا جائے۔ الحمدللہ! اب تک دُعائے کمیل کی شرح، دُعائے عرفہ، زیارتِ وارثہ

اور صحیفہ سجادیہ کی شروح کی تین جلدیں قارئین کرام تک پہنچ چکی ہیں اور اس کی چھٹی جلد پر کام آخری مراحل میں ہے اور ان شاء اللہ العزیز سات جلدوں میں صحیفہ مبارکہ سجادیہ کی دُعاؤں کی شرح کا کام مکمل ہو جائے گا اور تفسیر قرآن کی تیسری جلد ابھی تک منظر عام پر آئی ہے اور قلم کے مسافر کا سفر بتوفیق الا باللہ جاری و ساری ہے۔

ابتداء میں میری توجہ خطابات کے ساتھ ساتھ تحریرات کے متعلق اتنی موافق نہ تھی اور میں یہ سوچتا تھا کہ یہ کوئی علمی اور تحقیقی کام نہیں ہے۔ برادران اور احباب کرام نے کئی مرتبہ اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ خطابات اساسی اور بنیادی کام نہیں ہوتا۔ ان کی چیرہ دستیوں کے ساتھ تاخیر در تاخیر ہوتی رہی اور اپنے نظریے میں تجدید نظر پیدا ہوئی۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے توفیق نصیب فرمائی۔ مقلب القلوب اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات ہے، وہی دلوں کے دھاروں کو پھیرتا اور بدلتا ہے کہ ان مجالس و محافل سے خطباء و ذاکرین کے لیے ایک چشمہ زُلال سے ایک بوند ہی سہی، عطا تو اُسی ذات کا صدقہ ہے، نظر کرم ہو جائے تو بوند کو دریا اور ذرہ کو آفتاب بنا دے۔ اس توفیق مزید میں شکرگزار ہوں جناب قبلہ مولانا ریاض حسین جعفری صاحب کا جنھوں نے ہمت بندھوائی کہ اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کے علمی خزانے کو منظر عام پر لایا جائے۔ تقریر سے تحریر کا کام مشکل اور پھر مقرر کے ذوق اور لہجے کی گہرائی اور گیرائی، نکتہ سنجی کے ساتھ رُوحِ مطلب کو ضبط کرنا تحریر میں لانے والے کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

بہرکیف میں مولانا جعفری صاحب کی تشویق و ترغیب پر شکرگزار ہوں کہ جنھوں نے مجالس میں علمی انداز دیکھا اور انھیں چھاپنے کی تاکید فرمائی۔ دوسری طرف افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں کتابیں پہلے تو چھپنے کے بجائے چھپی رہتی تھیں اور جب وہ چھپ جائیں تو پھر بھی چھپی رہتی ہیں۔ زیر نظر تقریری مسودہ ۲۰۰۷ء میں ہندوستان میں شائع ہوا جنھیں مولانا سید وقار احمد رضوی نے آڈیو کیسٹ سے

ضبطِ تحریر کیا۔ یہ تقاریر بیت القائم، ٹورنٹو، کینیڈا میں ماہِ مبارک رمضان کے دروس ہیں۔ اب آپ اندازہ لگائیں ۲۰۲۰ء کو یہ مجموعۂ تقاریر دوبارہ چھپ رہا ہے۔ اس کی وجہ شوقِ مطالعہ کا فقدان ہے۔ ہمارے ہاں کتاب خریدنا کے تو پہاڑ کے بارگراں کو اُٹھانا ہے۔ دنیا کی ہر چیز ہمیں اپنی اپنی چاہیے سوائے کتاب کے، جسے مانگ تانگ کے گزارا کرنا ہوتا ہے۔ جب مزاج کی نزاکتیں اس منزل پر ہوں تو کتاب بینی کی کیا منزل ہوگی؟ جب ہم بیٹھتے ہیں تو ہم میں سبھی اپنے صدری علم میں مجتہد اعظم اور اعلم دوران ہوتے ہیں۔

یہ سب کچھ کیوں ہے؟ بات صرف اتنی ہے کہ جتنی کسی چیز کی اہمیت ہوتی ہے اتنا ہی اس کے لیے اہتمام ہوا کرتا ہے اور جس چیز کی ثانوی حیثیت ہو تو اس کے لیے وقت نکالنا، مطالعہ کرنا، ایثار و قربانی کرنا اور سرمایہ خرچ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

؎ اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

خدا کرے یہ دردِ دل دوا اور شفا بن جائے اور ہمارے جوانوں میں موبائل فون کے ساتھ ساتھ شوقِ مطالعہ اور کتاب بینی کا رجحان پیدا ہو۔

ربِ کریم سے التجا ہے جس نے آواز کو تقریر اور تقریر کو تحریر کو طباعت میں بدلا۔ ہماری لغزشوں کو معاف فرمائے اور ہمیں عالمِ بشریت کے اعوان و انصار اور ظہورِ مقدس کا راستہ ہموار کرنے والے مبلغین میں شامل فرمائے۔

انہٗ ولی التوفیق
غلام حسین عدیل
مانچسٹر، برطانیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

سید وقار احمد رضوی گوپالپوری
امام جمعہ والجماعت خوجہ مسجد، ناگپور انجار، گجرات (ہند)

"رمضان" پروردگار کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اس لیے یہ نام عزت سے لینا چاہیے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَا تَقُولُوا رَمَضَانَ وَلٰكِنْ قُولُوا شَهْرَ رَمَضَانَ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ مَا رَمَضَانَ

"ماہِ مبارک کو رمضان مت کہو ماہِ رمضان کہا کرو کیونکہ تم نہیں جانتے رمضان کیا ہے"۔

رمضان کا مصدر "رمض" سے ہے جس کے معنی لغت میں شدید گرمی یا ریت پر پڑنے والی تیز دھوپ کے ہیں۔ ماہِ صوم کا نام ماہِ رمضان اسی مناسبت سے ہے کیونکہ حالتِ روزہ میں انسان کو جسمانی و نفسانی زحمات و شدائد کا سامنا کرنا پڑتا ہے خاص طور سے اس وقت جب یہ مہینہ گرمیوں کے لمبے دنوں میں پڑے۔

ماہِ رمضان میں پروردگار اپنے بندوں کے لیے ابوابِ رحمت کو کھول دیتا ہے لیکن یہ رحمات ہمارے شاملِ حال اسی وقت ہوں گی جب اس ماہ کی حرمت اور اس

کے شرائط کا لحاظ رکھیں۔ اس مہینہ میں رحمت و برکت کا نزول کسی مخصوص وقت اور مخصوص دن میں نہیں بلکہ ہمہ وقت ہمہ لحہ اور ہمہ دم ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان لطیف و شریف ساعات کو غنیمت جانیں اور اس مہینہ کے فیوض و برکات سے زیادہ سے زیادہ شرفیاب ہوں۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ جب رمضان المبارک کی آمد ہوتی پیغمبر اسلام ﷺ لوگوں سے فرماتے:

''کیا تمھیں خبر ہے کہ تم کس مہینہ میں داخل ہونے والے ہو، کون سا مہینہ آنے والا ہے؟''

آپ تین بار اسی جملہ کی تکرار فرماتے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

إِذَا اسْتَهَلَّ رَمَضَانَ غُلِقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ

''جب ماہِ مبارک کا چاند نمودار ہوتا ہے پروردگار جہنم کے دروازوں کو بند کر دیتا ہے''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

لِكُلِّ شَيءٍ رَبِيعٌ وَرَبِيعُ الْقُرْآنِ شَهْرُ رَمَضَانَ

''ہر شے کے لیے ایک بہار ہے اور قرآن کی بہار ماہِ رمضان ہے''۔

پیغمبر اسلام ﷺ ہمیشہ آخرِ ماہِ شعبان اور اولِ ماہِ رمضان کی راتوں میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَكْرَمَنَا بِهِ أَيُّهَا الشَّهْرُ الْمُبَارَكُ

"ساری تعریفیں اس پروردگار کے لیے ہیں جس نے ہمیں ماہِ رمضان سے کرامت بخشی ہے"۔

ان شبوں میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ان الفاظ میں دعا فرماتے:

"پروردگارا! وہ مہینہ آگیا جس میں تو نے قرآن مجید کو نازل کیا جو جو انسانوں کے لیے ہدایت، روشن دلیل اور حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب ہے"۔

ماہِ مبارک

اس مہینہ کو ماہِ مبارک کہا جاتا ہے یعنی برکت والا مہینہ "برکت" کے کیا معنی ہیں؟ حضرت ابنِ عباسؓ سے نقل ہے کہ برکت، خیر کی فراوانی کو کہتے ہیں برکت اس جگہ کو بھی کہتے ہیں جہاں پانی جمع ہو جاتا ہے چونکہ جس قدر خیر کی فراوانی اس مہینہ میں ہے اتنی کسی مہینہ میں نہیں اسی لیے اسے ماہِ مبارک یا ماہِ برکت کہتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مہینہ مکمل طور سے اللہ اور اس کی کتاب سے منسوب ہے:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ (مومنون: ۱۴)

تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ (اعراف: ۵۴)

ان آیات سے واضح ہے کہ ذاتِ پروردگار ذاتِ خیر و برکت ہے اور

هٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ (انعام ۹۲)

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ (انعام ۱۵۵)

كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوۡۤا اٰيٰتِهٖ (ص: ۲۹)

سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن کتابِ خیر و برکت ہے۔ ماہِ رمضان کو ماہِ مبارک یا ماہِ برکت اس لیے بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ مہینہ شہر اللہ ہے اور اس مہینہ میں اللہ نے

قرآنِ مجید کو نازل کیا ہے۔

روزہ کی عظمت و اہمیت

روزہ بندگی کی مشق ہے، ارشادِ پروردگار ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ: آیت ۱۸۳)

"اے ایمان لانے والو! تمھارے لیے روزہ لکھا جا چکا ہے جیسے تم سے پہلے والوں پر لکھا گیا تھا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ"۔

انسان دو قسم کی ضرورتیں رکھتا ہے: ایک مادی، دوسرے معنوی۔ جس طرح مادی ضروریات کا پورا کرنا لازم ہے اسی طرح روحانی ضرورتوں کو پورا کرنا بھی لازمی ہے۔ فرضیتِ صوم کا سب سے بڑا ہدف انسان کی معنوی اور روحانی ضرورت کو پورا کرنا ہے۔ جس کے بغیر انسان پروردگار کے نزدیک کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اور وہ ہے "تقویٰ" بدترین قید قیدِ شہوت ہے اور اس قید سے رہائی کا بہترین ذریعہ تقویٰ ہے۔ روزہ مقامِ تقویٰ تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسلام کی نظر میں آزاد وہی لوگ ہیں جو قیدِ شہوت سے نکل کر اللہ کی فرمانبری اور پرہیزگاری کی منزل میں آجاتے ہیں۔ یہ لوگ متقین ہیں یہ "اصحاب الیمین" ہیں۔

چونکہ روزہ رکھنے میں انسان کو زحمات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لیے پروردگار نے يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر خطاب کیا اور یہ بھی بتایا کہ یہ عبادت تم سے پہلے والوں پر بھی فرض تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کی لذت روزہ دار سے تمام زحمت و مشقت کے احساس کو دور کر دیتی ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ مَلَائِكَةً بِالدُّعَاءِ لِلصَّائِمِيْنَ وَقَالَ: أَخْبَرَنِي جِبْرَئِيْلُ علیہ السلام عَنْ رَبِّهِ تَعَالٰى ذِكْرُهُ أَنَّهُ قَالَ: مَا أَمَرْتُ مَلَائِكَتِي بِالدُّعَاءِ لِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِي إِلَّا اسْتَجَبْتُ لَهُمْ فِيْهِ

"پروردگار نے کچھ فرشتوں کو روزہ داروں کے حق میں دعا کرنے پر مامور کیا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ مجھے جبرئیلؑ نے اوران سے اللہ نے فرمایا: میں کسی فرشتہ کو دعا کا حکم نہیں دیتا مگر یہ کہ اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے"۔

خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ تم مجھ سے مناجات کیوں نہیں کرتے؟

عرض کیا: پروردگار! روزہ سے ہوں اور میرا منہ خوشبودار نہیں ہے۔

ارشاد ہوا: اے موسیٰؑ! روزہ دار کے منہ کی بدبو میرے نزدیک مشک و عنبر کی خوشبو سے بہتر ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ جوادی عاملی فرماتے ہیں:

کیا انسان نہیں چاہتا کہ آخرت میں بھی معطر رہے۔ اگر ہاں تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہاں بات آہو و نافۂ آہو کی نہیں ہوگی وہاں تو انسان اپنے روزہ کی خوشبو سے معطر ہوگا۔ روزہ کا اثر عطر کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ یہ تو سطح بدن کی باتیں ہیں

اس سے آگے بس خدا جانتا ہے۔

زیر نظر کتاب برادرم حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا ڈاکٹر غلام حسین عدیل صاحب قبلہ مبلغ انگلینڈ کی بصیرت افروز تقاریر کا مجموعہ ہے۔ موصوف کی تقاریر ''عوام کی پسند'' سے ہٹ کر ''اللہ کی پسند'' کے مطابق ہوتی ہیں۔ ماہِ مبارک ہو یا ماہِ عزا یا دیگر مناسبتیں فضائلِ معصومینؑ کے ساتھ تعلیماتِ معصومینؑ کو بھی خاص طور سے بیان کرتے ہیں۔

مولانا دام ظلہ سے میری ملاقات تین سال پہلے قم المقدسہ میں ہوئی مولانا کا بے پناہ تبلیغی جذبہ ان سے ملنے والوں کو بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے۔ موصوف نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں مجھ سے ساتھ دینے کی فرمائش کی۔ میں نے اوقات بھر خدمت کا وعدہ کیا، جو اَب تک جاری ہے اور انشاء اللہ تا حیات جاری رہے گی۔ صرف تین سال میں حقیر کے ذریعہ مولانا کی سو سے زیادہ تقاریر/مجالس مرتب اور کمپوز ہو چکی ہیں جنہیں رفتہ رفتہ زیورِ طبع سے آراستہ ہونا ہے۔

پروردگار ہمیں تعلیماتِ اہلِ بیت علیہم السلام کو زیادہ سے زیادہ رائج کرنے کی توفیق عنایت فرما (آمین)

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

سید وقار احمد رضوی گوپالپوری

۲۳، ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ

عظمتِ شہر اللہ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْیَتِہٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِیْنَ وَعَجَزَتْ عَنْ نَعْتِہٖ اَوْھَامُ الْوَاصِفِیْنَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَیْرِ الْمُبَشِّرِیْنَ وَالْمُنْذِرِیْنَ الْمَکِّیِّ الْمَدَنِیِّ الْقُرَشِیِّ الْعَرَبِیِّ الْھَاشِمِیِّ وَعَلٰی خَلِیْفَتِہٖ سَیِّدِ الْوَصِیِّیْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰی شَمْسِ الضُّحٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلواۃ)

وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْمَظْلُوْمِیْنَ الْغُرِّ الْمَیَامِیْنَ سِیَّمَا بَقِیَّۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِیْنَ رُوْحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِیْنَ فِیْ مَقْدَمِہِ الْفِدَآءِ وَاللَّعْنَۃُ الدَّآئِمَۃُ عَلٰی اَعْدَآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰی قِیَامِ یَوْمِ الدِّیْنِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فَاطِمَۃَ وَاَبِیْھَا وَبَعْلِھَا وَبَنِیْھَا وَسِرِّ الْمُسْتَوْدِعِ فِیْھَا۔

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ
وَعَلٰى آبَائِهٖ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِيْ كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا
وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِرًا وَدَلِيْلًا وَعَيْنًا حَتّٰى تُسْكِنَهٗ
اَرْضَكَ طَوْعًا وَتُمَتِّعَهٗ فِيْهَا طَوِيْلًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ
وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ (البقرہ: آیت ۱۸۳) (صلواۃ)

ماہِ رمضان کی برکات سے مستفیض ہونے کے لیے باآوازِ بلند (صلواۃ)۔

اپنے اور اپنے والدین کی سلامتی اور ان کے گناہوں کی مغفرت کے لیے باآوازِ بلند صلواۃ۔

تمام مرحوم مومنین و مومنات کی مغفرت کے لیے باآوازِ بلند صلواۃ۔

برائے خوشنودیِ امامِ زمانؑ بلند تر صلواۃ۔

ماہِ رمضان ماہِ سعادت ہے۔ یہ مہینہ تمام مسلمانوں کے لیے پروردگار کی عظیم نعمت ہے۔ ہم اس نعمت پر خدائے کریم کے ممنون و مشکور ہیں۔ ساتھ ہی اس بندہ کی اپنے معبود سے یہ دعا ہے کہ پروردگار! مجھے اپنا پاک و پاکیزہ پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لیے ہمت عطا فرما (آمین!)

اس پروردگار کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے جس نے ہمارے لیے مغفرت کے اسباب فراہم کیے کبھی بیت اللہ کی صورت میں کبھی شہر اللہ کی صورت میں۔

اس مبارک مہینہ میں بندہ اپنے پروردگار کا مہمان ہوتا ہے۔ وہ ہمارا میزبان ہے۔ ان تمام شرائط میزبانی کے ساتھ جس کی ہم توقع بھی نہیں کر سکتے۔ اب اگر کوئی اس نورانی مہینہ میں خود سازی نہ کر سکا، خود کو تبدیل نہ کر سکا، اپنے دل کو عشقِ پروردگار سے سرشار نہ کر سکا، خود کو بندگی کی معراج تک نہ پہنچا سکا تو کب پہنچائے گا؟

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

مَن لَم یَغفِر لَہٗ فِی شَھرِ رَمَضَانَ لَم یَغفِر لَہٗ اِلیٰ قَابِلٍ اِلَّا اَن یَّشھَدَ عَرَفَۃَ

”جو شخص ماہِ رمضان میں اپنی بخشش نہ کرا سکا وہ کسی اور مہینہ میں بخشا نہیں جائے گا صرف ایک مقام ہے جہاں جا کر وہ معافی طلب کر سکتا ہے وہ ہے مقامِ عرفات“۔ (اُصول کافی، ج ۴ ص ۶۶)

لہٰذا ان اوقات کو غنیمت جانئے، ان گھڑیوں کی قدر کیجیے۔ ارے اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ ہمارے ہر ہر عمل کو کئی گنا کر کے شمار کیا جاتا ہے۔ آپ ہمیں بتائیں کہ کیا کوئی عمل بغیر نیت کے عبادت شمار ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، نماز بغیر نیت کے نماز نہیں، روزہ بغیر نیت کے روزہ نہیں، حج بغیر نیت کے حج نہیں، زکوٰۃ، خمس بغیر نیت کے عبادت ہو نہیں سکتی لیکن پروردگار نے کہا اس مہینہ میں تمھیں ایک ایسا عمل بتاتا ہوں جس کے لیے نیت کی ضرورت نہیں تم سو جاؤ ہم اسے عبادت شمار کریں گے۔ (صلواۃ)

فرمایا: وَنَومُکُم فِیہِ عِبَادَۃٌ

”اس مہینہ میں تمھاری نیند کو بھی عبادت میں شمار کروں گا“۔

وَاَنفَاسُکُم فِیہِ تَسبِیحٌ

''تم جو سانسیں لے رہے ہو اس کو تسبیح شمار کروں گا، اسے سبحان اللہ کہنا شمار کروں گا۔ اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے طور پر شمار کروں گا۔ اب تصور کیجیے کہ دن بھر میں انسان اکیس ہزار چھے سو مرتبہ سے زیادہ سانس لیتا ہے۔

کبھی غور کیا؟ کبھی توجہ کی؟ وہ کتنا کریم ہے؟! ہم نے پورے دن جو سانسیں لیں اس نے اس پر اکیس ہزار چھے سو سے زیادہ بار سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کہنے کا اجر عنایت کر دیا۔ (صلواۃ)

عزیزو!

غور تو کیجیے وہ کتنا کریم ہے وہ کتنا غفار ہے اس نے کیا کیا اسباب مغفرت فراہم کیے ہیں؟ یہ جمعہ کا دن کیا ہے؟ یہ مغفرت کا دن ہے۔ یہ بیت اللہ کیا ہے؟ یہ مغفرت کا مقام ہے۔

اس مہینہ میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھئے یاد رکھئے۔ اسلامی عدالت جب کسی جرم پر فیصلہ کرتی ہے تو پہلے جرم کے وقت کے بارے میں بھی سوال کرتی ہے کہ یہ جرم کب ہوا۔ اگر روزِ جمعہ ہوا تو اس کی سزا عام ایام کی سزا سے زیادہ ہے۔ اگر ماہِ مبارک میں ہوا تو اس کی سزا عام ایام کی سزا سے دوگنی ہو جاتی ہے۔ روایتوں میں ہے: روزِ محشر ماہِ مبارکِ رمضان ایک نورانی شکل میں ظاہر ہوگا اور اہلِ محشر ندا سنیں گے:

اَنَا بَرِیٌ مِمَّن خَصَمَهُ شَهرُ رَمَضَانَ

''جس نے ماہِ مبارکِ رمضان کو ناراض کیا اس سے میں ناراض ہوں''۔

غور فرمایا آپ نے؟!

کیا عظمت ہے اس مہینہ کی؟ آپ مستحب نماز پڑھ رہے پروردگار کہتا ہے کہ میں وہ اجر دوں گا جیسے کوئی واجب امر بجا لایا اور اگر آپ واجب عمل انجام دے رہے ہیں تو اجر کیا ہوگا؟

خداوند عالم ایک واجب بجا لانے پر ستر واجب بجا لانے کا ثواب عطا کرتا ہے، سنت پر واجب کا ثواب، واجب پر ستر واجب کا ثواب، سانسوں پر تسبیح کا ثواب سونا عبادت اے بندے! اس کی عطا میں کمی نہیں تو تو لینے میں کوتاہی کر رہا ہے؟

دعا کریں کہ پروردگار ہمیں استفادہ کی توفیق زیادہ سے زیادہ عطا فرمائے۔ یہ توفیق ہر ایک کو نہیں ملا کرتی، نصیب نصیب کی بات ہے کبھی والدین نے خوش ہو کر بچے کے لیے دعا کر دی وہی توفیق بن جاتی ہے۔ کبھی کسی معصوم نے ہمارے کسی عمل کو قبول فرمایا وہی توفیق بن جاتی ہے۔ کبھی خلوص کا ایک سجدہ توفیق بن جاتا ہے یہ محبتِ اہلِ بیتؑ ہے۔

مجھے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت یاد آ گئی (آج میں نے وقت نہیں پوچھا ہے کل پوچھوں گا کہ مجھے کتنے وقت میں پڑھنا ہے)۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب تمہارے دلوں میں ہم اہلِ بیتؑ کی محبت پیدا ہو جائے تو پروردگار کا شکر ادا کیا کرو جس نے تمھیں یہ محبت نصیب فرمائی"۔ (صلوٰۃ)

نہج البلاغہ میں مولائے کائناتؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر میں تمام ہفت اقالیم منافق کے حوالہ کر دوں اور کہوں کہ مجھ سے محبت کر تب بھی وہ مجھ سے محبت نہیں کرے گا اور اگر کسی

مومن کی ناک پر تلوار رکھ کر کہوں کہ تو مجھ سے دشمنی کرلے پھر
بھی وہ مجھ سے دشمنی نہیں کرے گا"۔

کیونکہ میرے آقا رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یَا عَلِیُّ حُبُّكَ اِیْمَانٌ وَ بُغْضُكَ كُفْرٌ وَنِفَاقٌ

"اے علیؑ! تمھاری محبت ایمان کی نشانی ہے اور تم سے دشمنی کفر و
نفاق کی نشانی ہے"۔ (صلواۃ)

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ توفیقات کی بڑی اہمیت ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اس ماہ میں عاشقانہ، مخلصانہ، والہانہ انداز سے قدم رکھے۔

عزیزو! میں اس ماہ کے ابتدائی ایام میں خود اس مہینہ کی عظمت و برکت کے سلسلہ میں گفتگو کروں گا۔ اس کے بعد ہر پانچ روز پر موضوع تبدیل کرتا رہوں گا تا کہ آپ حضرات کو تجدیدِ بیان کا لطف بھی ملتا رہے اور میں اپنی بات بھی پہنچانے میں کامیاب ہو سکوں۔

عزیزانِ گرامی!

روزہ کی کچھ شرطیں ہیں جس پر روزہ قائم ہے اور یہ بات میں نہیں کہتا سرکارِ رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوعُ
وَالظَّمَاءُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ
وَالْعَنَاءُ

"کتنے ہی ایسے روزہ دار ہیں جنہیں روزہ سے سوائے بھوک، پیاس

اور زحمت کے کچھ اور نصیب نہیں ہوتا اور کتنے شب زندہ دار
ایسے ہیں جن کا قیام دکھ درد کے سوا کچھ نہیں"

وہ صرف دن گزارتے ہیں وقت کاٹتے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ کسی نہ کسی طرح وقت کاٹتے ہیں لوکچھ مودی وغیرہ دیکھا جائے گھڑی دیکھتے رہتے ہیں ٹائم پاس کرتے رہتے ہیں۔

رسولِ خدا ﷺ فرماتے ہیں: "یہ لوگ روزہ کی روح تک نہیں پہنچے ہیں"۔ انھیں حقیقی روزہ دار نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ صبح سے شام تک روزہ کی برکات سے مستفیض نہیں ہو سکے یہ تو انھوں نے فاقہ کیا ہے۔ پروردگار نے جتنا بھی ثواب رکھا ہے ان کی شرطیں ہیں، آداب ہیں، طریقے ہیں یہ ایک گروہ ہے۔

روزہ داروں کا دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جنھوں نے بھوک پیاس کے ساتھ ساتھ اعضاء و جوارح کا بھی روزہ رکھا ہے۔ ان کی آنکھوں کا بھی روزہ ہے زبان کا روزہ ہے۔ ان کے باقی اعضاء ہیں ان کا بھی روزہ ہے۔ کہا گیا ہے:

إِذَا أَصبَحتَ صَائِمًا فَلْيَصُم سَمعُكَ وَبَصَرُكَ مِنَ
الحَرَامِ وَجَارِحَتُكَ جَمِيعُ أَعضَائِكَ مِنَ القَبِيحِ

"روزہ 'سمع' و 'بصر' یعنی کان اور آنکھ کا بھی ہونا چاہیے معلوم ہوا
روزہ بھی ہیں اور جھوٹ سے زبان بھی کالی کیے جا رہے ہیں
روزہ بھی ہیں اور غیبت بھی سن رہے ہیں یہ کیسا روزہ ہے؟ روزہ
تو وہ ہے جو خرافات سے بچائے منکرات سے محفوظ رکھے"۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس ایک خاتون آئی۔ سرکارؐ نے اس کی طرف کھجوریں بڑھا دیں۔ اُس نے کہا: یا رسولؐ اللہ! روزہ سے ہوں۔

فرمایا: تو پھر ابھی ابھی تو اپنے پیٹ کو اپنے مُردہ بھائی کے گوشت سے کیوں بھرا؟

اس نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! میں نے ایسا تو کچھ نہیں کیا۔

فرمایا: مومن کی غیبت ایسے ہے جیسے انسان اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے تو نے ابھی ابھی غیبت کی ہے۔

ارے! عبادت کو تربیت سے الگ کر کے نہ دیکھئے۔ اسلام ایک تربیت گاہ ہے ایک یونیورسٹی ہے سارے عالم کے لیے تمام انسانوں کے لیے۔ (صلواۃ)

جنابِ سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا نے کچھ عورتوں کی دعوت کی دسترخوان چنا گیا عورتیں دسترخوان پر بیٹھیں۔ کھانا کیا شروع ہوا غیبت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بی بیؑ وہاں سے چلی گئیں۔ تھوڑی دیر بعد تشریف لائیں تو عورتوں نے پوچھا: بی بیؑ آپ کہاں تشریف لے گئی تھیں؟

فرمایا: ''تم لوگوں نے غیبت شروع کر دی تھی اور میرے بابا نے فرمایا ہے اس دسترخان سے ہٹ جاؤ جس پر غیبت ہو رہی ہو''۔

روزہ داروں کا تیسرا گروہ وہ ہے جو دیکھتا کہاں ہے سنتا کہاں ہے وہ تو منکرات اور لغویات کے بارے میں سوچتے بھی نہیں ہیں۔ کہا گیا ہے روزہ رکھو تو بِقُلُوبٍ صَافِيَةٍ مُنَزَّهَةٍ عَنِ الْاَفْكَارِ السَّيِّئَةِ ''پاک صاف دل کے ساتھ رکھو اور بری فکروں سے دور رہ کر روزہ رہو''۔

یہ تیسرا گروہ ہے۔ اور چوتھا گروہ عارفین کا ہے وہ اس سے بلند مقام پر ہیں بھوک اور پیاس کا احساس بھی ہے اعضاء جوارح منکرات سے محفوظ بھی ہیں، بری فکروں سے بھی محفوظ ہیں، لیکن ان کی شان یہ ہے کہ جب ماہِ مبارک آتا ہے تو ان کے لیے

عید ہو جاتی ہے۔ جب یہ مہینہ چلا جاتا ہے تو وہ رنجیدہ ہو جاتے ہیں یہ لوگ اس مہینہ کا استقبال کرتے ہیں روزہ کے دوران گھڑی نہیں دیکھتے۔ اب کتنے منٹ باقی ہیں اب کتنی دیر ہے ان کا منشاء فقط اور فقط یہ ہے کہ اللہ کا فیض جاری و ساری رہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں پروردگار نے فرمایا ہے:

اَلصَّومُ لِی وَاَنَا اَجزِی بِہٖ

"ان کا روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کی جزا ہوں"۔

پس انسان کو چاہیے کہ وہ روزہ علم کے ساتھ، ایمان کے ساتھ، تقویٰ کے ساتھ رکھے تبھی اس ماہ کی برکات سے مکمل استفادہ کر سکتا ہے۔ یہ موقع بار بار نہیں آتا سال بھر انتظار کے بعد آتا ہے بہترین سعادت یہ ہے کہ اس مہینہ میں اپنی اصلاح کی جائے۔ اصلاح کا دسترخوان بچھا ہوا ہے، وہ میزبان ہے ہم آپ اس کے مہمان ہیں۔ (صلواۃ)

دو طرح کا پیام ہے ایک اللہ کا ہے ایک اس کے رسولؐ کا ہے ہم غور کریں کہ یہ پیغام کیا ہے؟ کل اس سلسلہ میں انشاء اللہ تفصیل سے گفتگو ہوگی۔ ابھی میں صرف ایک حدیث سنا کر بات تمام کرنا چاہتا ہوں۔ وہ حدیث ہے حدیثِ معراج۔

ارشادِ پروردگار ہوا: اے میرے حبیبؐ!

اِنَّ العِبَادَۃَ عَشَرَۃُ اَجزَائِهَا

"عبادت کے دس جزء ہیں"۔

وَتِسعَۃٌ مِنهَا طَلَبُ الحَلَالِ

"ان دس حصوں میں سے نو کا تعلق رزقِ حلال کی تلاش سے ہے"۔

سرکار نے عرض کیا:

يَا رَبِّ وَمَا أَوَّلُ الْعِبَادَةِ!

ان میں سے جو پہلا حصہ ہے جو پہلی عبادت ہے وہ کیا ہے؟

ارشاد ہوا:

أَوَّلُ الْعِبَادَةِ الصَّمْتُ وَالصَّوْمُ سَكُوتٌ

اور روزہ پس پیغمبرؐ نے عرض کیا:

وَمَا مِيرَاثُ الصَّوْمِ

"پروردگارا! روزہ کی میراث کیا ہے؟"

روزہ رکھنے سے انسان کو کیا ملتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلْحِكْمَةُ تُورِثُ الْمَعْرِفَةُ وَالْمَعْرِفَةُ تُورِثُ الْيَقِينَ

"روزہ رکھنے سے حکمت پیدا ہوتی ہے۔ علم کو نہیں کہا حکمت علم کے بعد کی منزل ہے"۔

فرمایا: روزہ سے حکمت پیدا ہوتی ہے اور حکمت سے معرفت حاصل ہوتی ہے اور معرفت سے انسان یقین کی منزل پر فائز ہوتا ہے اور وہ مقام ہے جہاں پر انسان کی نظروں سے حجابات ہٹ جاتے ہیں۔

یہاں پر میں نوجوانوں کے لیے ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں۔ یہ حدیث یقین کے سلسلہ میں ہے اور اُصولِ کافی میں ہے ایک ہی روایت تین طریقہ سے مندرج ہے۔ یہ روایت ایک جوان کے سلسلہ میں ہے۔ ظاہر ہے جوان کے جذبات کچھ اور ہوتے ہیں اس کا پروردگار سے رازو نیاز کچھ اور ہوتا ہے۔ ایک نوجوان جب

پروردگار کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کرتا ہے تو خدا فرشتوں سے کہتا ہے:

دیکھو! اس کے پاس سب کچھ ہے، طاقت ہے، اعضاء و جوارح پوری طرح سلامت ہیں یہ مجھے بھولا نہیں ہے۔ دیکھو یہ میری بارگاہ میں کس طرح دعا کر رہا ہے؟ روز محشر اسی شباب کے بارے میں بھی سوال ہوگا نا؟ تو نے اپنی جوانی کہاں صرف کی؟

روایت یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے نماز صبح کے بعد ایک جوان کو دیکھا جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی ہیں، چہرہ زرد ہے۔ پیغمبرؐ خدا اس کے قریب گئے اور سوال کیا:

كَيفَ اَصبَحتَ يَا شَاب؟

"تو نے کس حالت میں صبح کی؟"

عزیزو!

معرفت و یقین کی منزل دیکھیے۔ روزہ سے معرفت اور یقین کی دولت ملتی ہے۔

جوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

اَصبَحتُ مُوقِنًا

"میں نے حالتِ یقین میں صبح کی"۔

فرمایا:

لِكُلِّ شَيءٍ دَلِيلٌ فَمَا دَلِيلُ لِيَقِينِكَ

"ہر شی کے لیے دلیل ہوتی تمھارے یقین پر کیا دلیل ہے؟"

کہتا ہے: یا رسولؐ اللہ! میرا دل فقط اور فقط محبتِ پروردگار سے سرشار ہے، اس کی محبت نے اس دل سے ہر محبت کو نکال دیا ہے۔

عزیزو!

یہی پیغامِ اسلام ہے کہ جس دل میں اس کی محبت ہو کسی اور کی محبت نہ ہو اگر

کسی کی محبت ہو بھی تو اسی کی محبت کے سایہ میں ہو؟ اولاد سے محبت اس کی خاطر ہو، دوستوں سے محبت اس کی خاطر ہو، رفقاء سے محبت اس کی خاطر ہو، اس لیے کہ جس دل میں خدا کی محبت آجاتی ہے وہ دل کسی اور محبت کو قبول ہی نہیں کرتا، صرف اسی محبت کو قبول کرتا ہے جو درحقیقت خدا کی محبت ہے۔

وہ جوان کہتا ہے: یا رسولؐ اللہ! میں جنت وجہنم کو دیکھ رہا ہوں، میں حشر ونشر کو دیکھ رہا ہوں میں عرشِ پروردگار کو دیکھ رہا ہوں۔

دیکھئے! یہ کس سے کہہ رہا ہے؟ پیغمبرؐ سے، جو دلوں کو پڑھ لینے والے ہیں۔ پیغمبرؐ اس کی بات سن کر اصحاب کی سے فرماتے ہیں:

هٰذَا عَبْدٌ نُوِّرَ اللهُ قَلْبَهُ

”یہ وہ بندہ ہے جس کے دل کو اللہ نے اپنے نور سے منور کر دیا ہے۔(صلواۃ)

بس میں گفتگو تمام کر رہا ہوں خداوندِ عالم سے دعا ہے کہ ہم سب کے قلوب کو نورِ معرفت سے منور فرمائے۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ تمام مرحومین کے گناہوں کو معاف فرمائے۔ جو مومنین گذشتہ سال اس فرش پر تھے اس سال نہیں ہیں ان کی مغفرت فرمائے ان کو جوارِ ائمہؑ میں جگہ عنایت فرمائے۔ ہم کو زیادہ سے زیادہ برکاتِ ماہِ مبارک سے بہرہ مند ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو بیمار ہیں ان کو بیمارِ کربلا کے صدقہ میں شفا عطا فرمائے۔ خاص طور سے مولانا سید علی رضا صاحب اور جناب صادق علی صاحب جو کیلیفورنیا سے ہیں (ان کے بارے میں دعا کرنے کی گزارش ہے) پروردگارا! انھیں شفائے کامل وعاجل عنایت فرما(آمین!)

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عظمتِ شہر اللہ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْيَتِهٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِيْنَ وَعَجِزَتْ عَنْ نَعْتِهٖ اَوْهَامُ الْوَاصِفِيْنَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ كَانَ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَيْرِ الْمُبَشِّرِيْنَ وَالْمُنْذِرِيْنَ الْمَكِّيِّ الْمَدَنِيِّ الْقَرَشِيِّ الْعَرَبِيِّ الْهَاشِمِيِّ وَعَلٰى خَلِيْفَتِهٖ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰى شَمْسِ الضُّحٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مَوْلَانَا اَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلوات)

وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ الْمَظْلُوْمِيْنَ الْغُرِّ الْمَيَامِيْنَ سِيَّمَا بَقِيَّةُ اللّٰهِ فِي الْاَرَضِيْنَ رُوْحِيْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ مَقْدَمِهِ الْفِدَآءُ وَاللَّعْنَةُ الدَّائِمَةُ عَلٰى اَعْدَآئِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فَاطِمَةَ وَاَبِيْهَا وَبَعْلِهَا وَبَنِيْهَا وَسِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِيْهَا۔

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّکَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُکَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آبَائِهٖ فِی هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِی کُلِّ سَاعَةٍ وَلِیًّا وَّحَافِظًا وَّقَائِدًا وَّنَاصِرًا وَّدَلِیْلًا وَّعَیْنًا حَتّٰی تُسْکِنَهٗ اَرْضَکَ طَوْعًا وَّتُمَتِّعَهٗ فِیْهَا طَوِیْلًا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾

ماہِ ماہِ خیر و برکت ہے، بندگانِ خدا کے لیے مسرت کا موقع ہے۔ چوتھے امام حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام ماہِ رمضان المبارک کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

عِیْدٌ لِاَوْلِیَآءِ اللّٰهِ

عام مسلمان رمضان المبارک گزرنے کے بعد عید مناتا ہے لیکن اولیاءِ خدا کے یہاں ماہِ مبارک کے چاند کے ساتھ ہی عید شروع ہو جاتی ہے۔ (صلواۃ)

روزہ کا تعلق صرف ہم سے نہیں ہے اُمم گذشتہ پر بھی روزہ فرض تھا۔

کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ (البقرہ: ۱۸۳)

یہ سوچنا غلط ہے کہ یہ صرف ہمارے لیے ہے، نہیں روزہ کا تعلق تربیت سے ہے اور تربیت کی صورت کل بھی تھی آج بھی ہے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ متقی بن جاؤ، تاکہ تمہارے دل میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔ یہ تقویٰ کیسے پیدا ہوگا؟ تقویٰ اس وقت پیدا ہوگا جب واجبات کی ادائگی اور محرمات سے پرہیز کیا

جائے گا اور تقویٰ کا اثر کیا ہے؟

وَمَن يَتَّقِ اللهَ يَجعَل لَهُ مَخرَجاً

"جو بھی اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اس کے راستوں کو کھول دیتا ہے اس کے لیے تمام راہیں کھلی ہوئی ہیں"۔

وَيَرزُقهُ مِن حَيثُ لَا يَحتَسِبُ

"اور پروردگار اسے ایسی ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں کا وہ گمان بھی نہیں کر سکتا تھا"۔ (صلواۃ)

تقویٰ انسان کو راستہ فراہم کرتا ہے، اس لیے جو با تقویٰ ہے اس کا دل بھی دیکھتا ہے اس دل کی آنکھیں ہیں لیکن ان آنکھوں سے نظر آئے اس کی شرطیں ہیں۔ یہ جو آپ کے پاس ظاہری آنکھیں ہیں پوری طرح سالم ہیں کوئی خرابی نہیں سامنے کتاب بھی موجود ہے لیکن چراغ گل کر دیا جائے بلب آف کر دیا جائے اور آپ سے کہا جائے پڑھئے۔ آپ نہیں پڑھ سکتے کیوں اس لیے کہ آنکھوں کو اندھیرا دیکھنے نہیں دیتا۔ آنکھ اور کتاب کے درمیان اندھیرا حائل ہوتا ہے۔ بس اسی طرح دل بھی ہے۔ دل کی آنکھوں کے سامنے بھی اندھیرے آجاتے ہیں کبھی کبھی واجبات میں کوتاہی کا اندھیرا۔ کبھی محرمات کی انجام دہی کا اندھیرا لیکن جن کی نظروں کے سامنے یہ اندھیرا نہیں ہوتا وہ زمین پر رہتے ہوئے ان لوگوں کو بھی دیکھتے ہیں جو جنت میں پروردگار کی نعمتوں سے فیضیاب ہو رہے ہیں اور ان لوگوں کو بھی دیکھ رہے ہیں جو جہنم میں معصیت کی سزا پا رہے ہیں۔ (صلواۃ)

جس کے دل میں تقویٰ آ گیا اللہ اسے غیب کے خزانوں کی آگاہی نصیب فرماتا ہے: اسے یہ آگاہی کیوں نہ نصیب کرے؟ اس نے اس کی رضا کی خاطر دنیا و

مافیہا سے خود کو الگ کرلیا ہے۔ تمام زحمتیں برداشت کیں لیکن اس کی رضا کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اب اس کے سامنے سے حجابات ہٹ گئے۔ اس کے دل و دماغ کی صلاحیت اعلیٰ درجہ پر ہے۔ روزہ دل و دماغ کی صلاحیت میں اضافہ کا نام ہے روزہ باطن کو روشن اور منور کرنے کا نام ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہِ مبارک کے چاند کو دیکھ کر دعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّه عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالعَافِیَةِ الْمُجَلَّلَةَ وَ دِفَاعَ الْاَسْقَامِ وَالعَونِ عَلَی الصَّلوٰةِ الصِّیَامِ الْقِیَامِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ۔

"پروردگارا! اس چاند کی برکت سے ہمیں امن و ایمان عطا فرما، پروردگارا اس چاند کی برکت سے ہمیں سلامتی اور اسلام، بیماریوں سے حفاظت، نماز و روزہ اور تلاوتِ قرآن کی دولت سے مالامال فرما"۔

'امن' کی کتنی اہمیت ہے؟ اسلام میں آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ امن کے بغیر حالات کیا ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ اس کو دیکھنا چاہتے ہیں تو آج کل عراق کے حالات کو دیکھیں۔ پیغمبرؐ خدا فرماتے ہیں:

نِعمَتَانِ مَکفُورَتَانِ الاَمنُ وَالعَافِیَةُ

"دو نعمت ایسی ہے جس کی لوگ قدر نہیں کرتے۔ کون کون سی نعمت (الاَمنُ وَالعَافِیَةُ) امن اور عافیت ہے"۔ (خصال ج ۱ ص ۳۴)

نیز مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا نِعْمَةَ اَهْنَاءُ مِنَ الْاَمْنِ

''امنیت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے''۔ (غرر الحکم، مادہ امن)

امن اور عافیت وہ نعمت ہے جس کی زمانہ قدر نہیں کرتا۔ ظاہر ہے میں کہا کرتا ہوں کہ جب تک مچھلی پانی میں رہتی ہے اسے احساس نہیں ہوتا کہ پانی کتنی عظیم نعمت ہے۔ ویسے ہی جب امن چھن جاتا ہے تب لوگوں کو احساس ہوتا ہے کہ امن کس نعمت کا نام ہے۔ امن و عافیت میں سب کچھ ہے۔ انسان کی اپنی صحت و سلامتی سے لے کر پورے سماج و معاشرہ کی صحت و سلامتی اور معاشرہ کی ترقی سب کچھ امن و عافیت میں آتا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شبِ قدر میں سوال کیا گیا:

یارسولؐ اللہ! آج کی شب ہم کس چیز کی دعا کریں؟

آپؐ نے فرمایا: 'عافیت' کی دعا کرو۔ عافیت دنیا و آخرت کی خیر و سعادت کا نام ہے۔

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۰۱)

''پروردگارا! مجھے اس دنیا میں بھی نیکی عطا فرما اس دنیا میں بھی نیکی عطا فرما اور مجھے عذابِ آخرت سے محفوظ فرما''۔

یہ کیا ہے؟ــــ یہی عافیت ہے۔ (صلواۃ)

تو امن و عافیت دو نعمتیں ہیں جن سے انسان غافل ہو جاتا ہے اور یہ غفلت

انسان کی بہت بڑی بیماری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعاؤں میں یہ بھی دعا تعلیم دی ہے:

"پروردگارا! مجھے غافلین سے محفوظ رکھ"۔

غفلت کرتے ہیں نا ارے رہنے دو ابھی کل ہو جائے گا ارے! کل کیوں آج بھی نہیں ابھی اور اسی وقت ہونا چاہیے۔ غافل انسان کسی مقام تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اس کے پیچھے اس کے اندر کا دشمن لگا ہوا ہے۔ باہر کا دشمن اگر حملہ کرے تو اس سے بچا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر اندر کا دشمن حملہ کرے تو بچنا بہت مشکل ہے۔

پیغمبرؐ خدا نے دعا کی:

"پروردگارا تو میرا شمار مستغفرین میں فرما، میرا شمار متکبرین میں نہ کرنا"۔

مستغفرین اور متکبرین میں بہت فرق ہے۔ استغفار صرف گناہوں سے معافی طلب کرنے کا نام نہیں ہے۔ استغفار تقرب میں اضافہ کے لیے بھی ہوتا ہے۔ جو بندگی کے مفہومِ حقیقی کو سمجھتے ہیں وہ گناہوں سے پاک رہتے ہوئے بھی استغفار کرتے ہیں اور جو لوگ استغفار کی منزل سے ہٹ جاتے ہیں وہ استکبار کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔

غور فرمائیے؟!

خدا نے ابلیس سے سوال کیا تم نے اس کا سجدہ کیوں نہیں کیا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے؟ کہتا ہے:

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (اعراف: ۱۲)

"پروردگارا! تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور ان کو مٹی سے پیدا کیا اور آگ مٹی سے افضل ہوا کرتی ہے"۔

اب اہلبیت سمجھ میں آئی؟ خدا اور رسولؐ کے معیار کو چھوڑ کر خود سے افضلیت طے کرنا اہلبیت ہے۔ (نعرۂ حیدری)

وہ خدا سے افضلیت پر حجت قائم کر رہا ہے۔ اگر اس سوال پر وہ اپنی غلطی کی طرف متوجہ ہو جاتا، استغفار کرتا تو 'شیطان' نہ بنتا۔

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ (سورۂ ص: ۷۷)

"پروردگار نے کہا یہاں سے نکل جاؤ"۔

تو مردود ہے۔ تو آپ نے غور فرمایا جو مقامِ استغفار سے ہٹا وہ متکبرین میں شامل ہو جاتا ہے۔

استغفار سببِ عافیت ہے۔ وہی عافیت جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس نعمت سے غافل ہو جاتے ہیں۔ جہاں اللہ کی نافرمانی ہوگی وہاں سب کچھ ہوتے ہوئے عافیت نہیں ہوگی اور جہاں استغفار ہوگا اطاعتِ پروردگار ہوگی وہاں ننگی تلواروں کے سایہ میں بھی عافیت ہی عافیت ہوگی۔ (صلوٰۃ)

دعا کرتے ہیں پروردگارا! تو میری پریشانیاں دُور کر دے۔ میرے رزق کو کشادہ کر دے۔ میں بھی ضرورت مندوں کا خیال کروں گا اور جب دعا قبول ہوگئی تو کیا کہنا نہ غریبوں کا خیال نہ یتیموں کا نہ مسکینوں کا حق کہ نہ اعزاء کا نہ اقرباء کا پھر ذرا سی پریشانی آئی وہی دعا شروع پروردگارا ایک بار اور موقع دے۔

جوانی ملی کوئی قدر نہ کی۔ بڑھاپا آیا پروردگارا جوانی واپس آجائے تیرے دین کی خدمت کروں گا بابا جب جوانی تھی تب آپ نے کیا کیا؟

مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں:

اَلْفُرصَةُ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ

"فرصت کی گھڑیاں بادلوں کی طرح چھٹ جاتی ہیں"۔

اللہ نے جو نعمتیں دی ہیں ان سے فائدہ اٹھائیے۔ جوان کو جوانی دی فائدہ اٹھائیے۔ صحت دی فائدہ اٹھائیے۔ مال و دولت سے نوازا فائدہ اٹھائیے، ورنہ وہ نعمت دیتا بھی ہے اور ناقدری پر چھین بھی لیتا ہے۔ (صلواۃ)

صحیفۂ سجادیہ پڑھئے۔ مفاتیح الجنان پڑھئے اور دیکھئے معصومین علیہم السلام نے کیا کیا دعائیں کی ہیں۔ ابھی میں نے رسولِ خدا کی دعا سنائی:

پروردگارا! اس مہینہ میں مجھے امن و ایمان اور سلامتی و اسلام نصیب فرما۔

ایک دوسرے مقام پر کچھ اور انداز سے دعا کی گئی ہے:

وَسَلِّمْنَا لِشَهْرِ رَمَضَانَ وَتُسَلِّمْهُ مِنَّا

"پروردگارا تو اس مہینہ کو ہم سے محفوظ فرما"۔

بہت مبہم ہے یہ دعا آپ خود کیا ہیں یہ الگ موضوع ہے لیکن اس مہینہ کے تقدس کو تو پامال اور حرمت کو پامال نہ کرنا۔ کھلے عام منکراتِ صوم کو انجام دینا اس مہینہ کی توہین ہے۔ اس کا دوہرا محاسبہ ہوگا اور عید کی خوشی واقعی طور پر اس کے لیے ہے جو اس مہینہ کی حرمت کا لحاظ رکھے۔ جو اس مہینہ کے احکام کا لحاظ رکھے۔ اس ماہ کے اثرات میں سے ایک اثر یہ کہ جزئیت کلیت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ یہ ہماری اصطلاح میں ہے میں اس کی وضاحت کر رہا ہوں جزئیت کلیت بن جاتی ہے کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ آپ نے آیت پڑھی اس نے ختمِ قرآن کا ثواب عطا کیا۔ اس ماہ میں تھوڑے عمل پر بھی وہ بڑا ثواب عطا کرتا ہے ـــــ اور:

مَنْ عَمِلَ فِيهِ فَرِيضَةً كُتِبَ لَهُ سَبْعِينَ فَرِيضَةً أَدَّاهَا

"جو یک فریضہ کو انجا دیتا ا ستر فرائضو کا

ثواب ملتا ہے"۔
ارے! اس کی عطا دیکھئے آپ نے ایک رات عبادت کی اور وہ فرماتا ہے:
لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ (سورۂ قدر: آیت ۳)
"اس ایک شبِ قدر پر وہ ہزار مہینہ کے عمل کا ثواب عطا کرتا ہے"۔
اب واضح ہوا کہ جزئیت کلیت کیسے بنتی ہے۔ مومن کی ایک شبِ قدر اسی سال کی زندگی سے افضل ہے۔ یہی ہے جزئیت کا کلیت بنتا ہے۔
اب آپ سے نہیں کچھ اور لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب ہر دن برابر نہیں، ہر رات برابر نہیں، ہر نبی برابر نہیں، ہر رسول برابر نہیں تو ہر صحابی کیسے درجہ میں برابر ہو سکتا ہے؟ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

شبِ قدر کی منزلت قرآن سے پوچھئے، اس مہینہ کی عظمت قرآن سے پوچھئے یہ مہینہ طہارت کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ دلوں کی پاکیزگی کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ قرآن کی بہار کا مہینہ ہے۔ جو قرآن نہیں پڑھتے وہ پڑھنا سیکھئے۔ اس مہینہ میں حقیر نے خود کئی لوگوں کو قرآن پڑھنا سکھایا آج وہ تلاوت کرتے ہیں تو ایک کیف طاری ہو جاتا ہے۔ سات سات سال، آٹھ آٹھ سال کے لڑکے تلاوتِ قرآن کریں، دعائے کمیل کی تلاوت کریں تو میں کیا بیان کروں طبیعت کتنی خوش ہوتی ہے کام مشکل نہیں ہے مشکل یہ ہے کہ انسان آمادہ کب ہوتا ہے۔ جب تیار ہو گیا تو کچھ مشکل نہیں ہے۔
کئی فائدے ہیں ماہِ رمضان کے، میں کہاں تک بیان کروں ابھی ایک بہت بڑے فائدہ کو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ یہ مہینہ انسان کو ریاکاری سے، نام و نمود سے محفوظ رکھتا ہے اور ریا قریب آئے بھی کیسے؟ جب کوئی متوجہ ہی نہیں ہے۔ ہم روزہ دار ہیں تو کون سی نئی بات ہے آپ بھی روزہ دار ہیں۔ ہم قرآن پڑھ رہے ہیں تو

کون سی نئی بات ہے آپ بھی قرآن پڑھ رہے ہیں۔ہم مستحبات کی پابندی کر رہے ہیں تو کون سی نئی بات ہے آپ بھی کر رہے ہیں اور ریا کاری سے محفوظ ہو جانا بہت بڑی سعادت ہے کیونکہ ریا کاری کا مطلب یہ ہے کہ اس کو خدا کے اجر پر یقین نہیں ہے۔ جبھی تو یہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے کر رہا ہے۔

چنانچہ حدیثوں میں ہے کہ پروردگار ریا کاروں کو مختلف ناموں سے محشور کرے گا۔ کسی کو کافر کہہ کے، کسی کو خاسر کہہ کے، کسی کو غادر کہہ کے، کسی کو فاجر کہہ کے۔

عزیزو!

سوچیے ریا کار سے بڑا احمق کون ہے جو کام بھی کر رہا ہے اور اس کا اسے اجر بھی نہیں مل رہا ہے۔ پروردگار تو ان سے یہی فرمائے گا جاؤ جن لوگوں کے لیے تم نے کام کیا ہے ان ہی سے اجر لے لو۔

یا اللہ! میں نے تو اتنے حج کیے تھے اور یہاں نامۂ اعمال میں اس کا کچھ اتا پتہ ہی نہیں۔ آواز آئے گی: تو نے حج اس لیے کیا تھا تاکہ لوگ تجھے حاجی کہتے رہیں۔ لوگوں میں تمھارا نام ہو جائے تو لوگ تمھیں حاجی حاجی کہہ کر پکارتے رہے اب اور کیا چاہیے؟

کہے گا: وہ لوگ جو میرے ساتھ گئے تھے ان کو تو تو حاجی کہہ کر محشور کر رہا ہے ان کو اپنی جزا سے نواز رہا ہے میں بھی تو ان کے ساتھ ہی تھا۔

آواز آئے گی: پتہ ہے تو ان کے ساتھ تھا تو نے حج کیا تو نے نمازیں پڑھیں لیکن تو نے یہ سب کچھ جس جس کے لیے کیا تھا اس اس سے جا کر حساب لو۔

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

لِلْمُرَائِیْ ثَلَاثُ عَلَامَاتٍ: یَکْسُلُ اِذَا کَانَ وَحْدَهٗ یَزِیْدُ
فِی الْعَمَلِ اِذَا اُثْنِیَ عَلَیْهِ وَیَنْقُصُ اِذَا ذُمَّ

"ریاکاروں کی تین علامتیں ہیں: وہ جب لوگوں کے درمیان ہوتا ہے تو بہت چستی دکھاتا ہے لیکن جب تنہا ہوتا ہے اس پر سستی چھا جاتی ہے، جب اس کی تعریف کی جائے تو بہت خوش ہوتا ہے لیکن جب اس کی تنقید ہو تو سب کچھ بگاڑ کر رکھ دیتا ہے"۔(المحجۃ البیضاء، ص ۱۴۳: پرتوی از اسرار نماز، ص ۱۴۰)

ارے! سوچنا چاہیے کہ جو کریں اللہ کے لیے ہو چاہے کوئی تعریف کرے یا تنقید ہمیں اس سے مطلب کسی کی تعریف سے کیا یہ زمین آسمان بن جائے گی یا آسمان زمین ہو جائے گا اہلِ ایمان تو یہ کہتے ہیں کہ اگر دنیا ناراض ہو اور خدا راضی ہو تو کوئی نقصان نہیں اور اگر خدا ناراض ہو دنیا راضی ہو تو کوئی فائدہ نہیں۔ (صلواۃ)

یہ مہینہ اسی لیے ہے تاکہ انسان ریاکاری سے محفوظ ہو جائے ورنہ اس کو نہ تو کسی مکان کی ضرورت ہے نہ کسی مہینہ کی ضرورت ہے اور نہ ہمارے کھانا پانی کی ضرورت ہے جس سے وہ دن بھر پرہیز کرنے کو کہہ رہا ہے یہ سب کچھ ہمارے لیے ہے۔ گھر بنایا تاکہ ہم اس کے گھر جا کر اپنی مغفرت کرائیں، مہینہ بنایا تاکہ ہم اس کے مہینہ کے احکام پر عمل کر کے اس سے مغفرت طلب کریں تو شہر اللہ کا احترام بھی ہے بیت اللہ کا احترام بھی ہے اسی طرح ثار اللہ کا احترام بھی ہے جن کے لیے آپ زیارت میں پڑھتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ثَارَ اللّٰہِ وَابْنَ ثَارِہٖ وَالْوِتْرَ الْمَوْتُوْرِ

یہ دین کے محافظ ہیں انھوں نے دین کے لیے کیا قربانیاں نہ دیں برابر کا

بھائی قربان کیا، بھتیجے کی لاش کو پامال ہوتے دیکھا۔ جوان فرزند کے سینہ سے برچھی کی
اَنی کھینچی یہاں تک کہ تین روز کے بھوکے پیاسے ششماہے کو ہاتھوں پر لیے آتے ہیں۔

اے فوج اشقیا! دیکھو یہ بڑا پیاسا ہے۔ اس عمر کا بچہ کسی سماج اور معاشرہ میں
خطا کار نہیں مانے جاتے۔ اگر تمھارے گمانِ ناقص میں میں خطا کار ہوں تو اس بچے کو
تو پانی پلا دو لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

امامؑ بچے کے کانوں میں کہتے ہیں: میرے لعل تم بھی تو حجتِ خدا کے فرزند ہو
ان پر اپنی حجت تمام کر دو۔

بچے نے اپنی خشک زبان کو اپنے سوکھے ہوئے ہونٹوں پر پھیرنا شروع کیا
گویا آواز دے رہے ہیں: ہائے پیاس، ہائے پیاس۔ جزا کُمُ اللهُ۔

ذرا سوچیے چھے مہینہ کا بچہ کتنا پانی پی لیتا؟ مولاؑ نے کوئی بہت پانی طلب نہیں
کیا تھا لیکن جواب میں حرملہ کا سنسناتا ہوا تیر سہ شعبہ چلا، گلوئے اصغرِ بے شیرؑ پر لگا۔
امامؑ نے خون کو چلّو میں لیا، چاہا آسمان کی طرف پھینکوں۔ آواز آئی: مولاؑ! اگر اس
خونِ ناحق کا ایک قطرہ میری طرف آیا تو تا قیامت بارش نہیں ہوگی، چاہا کہ زمین کی
طرف پھینکوں آواز آئی: مولاؑ! اگر اس خونِ ناحق کا ایک قطرہ میری طرف آیا تو تا
قیامت کوئی دانہ نہ اُگے گا۔

انکار آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خون کا ٹھکانہ کہیں نہیں

امامؑ نے خون کو چہرہ پر مَل لیا اور کہا: محشر میں نانا سے اسی خون بھرے
چہرے سے ملاقات کروں گا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى قَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

عظمتِ شہر اللہ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْيَتِهٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِيْنَ وَعَجِزَتْ عَنْ نَعْتِهٖ اَوْهَامُ الْوَاصِفِيْنَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ كَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَيْرِ الْمُبَشِّرِيْنَ وَالْمُنْذِرِيْنَ الْمَكِّيِّ الْمَدَنِيِّ الْقَرَشِيِّ الْعَرَبِيِّ الْهَاشِمِيِّ وَعَلٰى خَلِيْفَتِهٖ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰى شَمْسِ الضُّحٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ اِبْنِ اَبِيْ طَالِبٍ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مَوْلَانَا اَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلواۃ)

وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ الْمَظْلُوْمِيْنَ اَلْغُرِّ الْمَيَامِيْنِ سِيَّمَا بَقِيَّةُ اللّٰهِ فِي الْاَرَضِيْنَ رُوْحِيْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ مَقْدَمِهِ الْفِدَآءُ وَاللَّعْنَةُ الدَّآئِمَةُ عَلٰى اَعْدَآئِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فَاطِمَةَ وَاَبِيْهَا وَبَعْلِهَا وَبَنِيْهَا وَ سِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِيْهَا۔

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آبَائِهِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِي كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِرًا وَدَلِيلًا وَعَيْنًا حَتّٰى تُسْكِنَهُ أَرْضَكَ طَوْعًا وَتُمَتِّعَهُ فِيهَا طَوِيلًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

خداوند عالم آپ حضرات کی عبادات کو قبول فرمائے (آمین) اور ہم سب کو اس پاک مہینہ کی برکات نصیب فرمائے۔

جیسا کہ میں بار بار عرض کر رہا ہوں یہ مہینہ خود سازی کا مہینہ ہے جو خود سازی نہ کر سکا وہ معاشرہ سازی نہیں کر سکتا۔ آیۂ کریمہ یہ کہہ رہی ہے کہ جب تم اپنا سفر ایمان سے شروع کرو گے تو وہ مقامِ تقویٰ تک پہنچے گا۔ انسانیت کے کچھ مرحلے ہیں پہلا مرحلہ ہے علم، دوسرا معرفت، تیسرا ایمان، یا یوں کہوں پہلا مرحلہ جاننا دوسرا مرحلہ پہچاننا تیسرا مرحلہ ماننا۔ (صلواۃ)

ان تینوں مرحلوں کے بعد ہے تقویٰ کا مرحلہ، کیونکہ ایمان کا تعلق دل سے ہے۔ تقویٰ کا تعلق دل کے ساتھ ساتھ اعضاء و جوارح سے ہے۔ ایمان تقویٰ کا مقتضی ہوتا ہے اور تقویٰ ایمان کا پتہ دیتا ہے یہ ہو نہیں سکتا دل میں تقویٰ ہو اور اعضاء و جوارح سے اس کی نمائش نہ ہو۔

یاد رکھئے! جسے ایمان تقویٰ مل گیا نیا کی کسی طاقت خوف ز نہیں

ہو سکتا اس لیے کہ وہ خدا سے خوف کرتا ہے اور وہ ہمیشہ خوف زدہ رہے گا۔ جس کے پاس خوفِ خدا نہ ہو یہ خوف چھپتا بھی نہیں۔ سب پر ظاہر ہو جاتا ہے کبھی چہرہ کی رنگت سے کبھی زبان و بیان سے کبھی اس کے طور و طریقہ سے جہاں آپ یہ دیکھ رہے ہیں کہ عالمِ استکبار دنیا کو کیا دے رہا ہے وہاں یہ بھی دیکھئے کہ ساری چیزوں کا خلاصہ خوف بنتا ہے۔ گئے تھے عراق میں امن لانے کا نعرہ بلند کر کے لیکن آج پورے عراق میں ایسا خوف بھر گیا ہے جس کی نظیر پچھلی تاریخ میں نہیں ملتی۔

ارے! جو خود ہی خوف کے پتلے ہوں وہ کہیں امن کیا بحال کر پائیں گے؟ یہ تو وہ ہیں جنھیں صرف اپنی جان بچانے کی فکر ہے چاہے اس کے لیے کتنوں کی جان چلی جائے۔ خوف بری چیز بھی نہیں ہے۔ خوف بہت اچھی چیز ہے لیکن اس وقت جب خوف محرمات سے ہو معصیت پروردگار سے ہو اللہ کی ناراضگی سے ہو، وہ خوف دُور کیجیے جو ابوسفیان کے پاس تھا۔ معاویہ کے پاس تھا۔ یزید کے پاس تھا وہ خوف پیدا کیجیے جو رسولؐ کے پاس تھا، امیرالمومنینؑ کے پاس تھا، سیدالشہداءؑ کے پاس تھا۔ (صلواۃ)

مولائے کائناتؑ سے پوچھا گیا: کیا وجہ ہے کہ آپ گناہ کرنے کو سوچتے بھی نہیں؟

فرمایا: کیا کبھی تو نے غلاظت کھانے کو سوچا ہے؟

کہا: نہیں۔

فرمایا: کیوں؟

کہا: مجھے اس کی غلاظت معلوم ہے کہ یہ کتنی غلیظ چیز ہے۔

فرمایا ہمیں بھی معلوم کہ گنا کی غلاظت کیا

تو چوتھا مرحلہ ہے تقویٰ اور تقویٰ کے بعد کی منزل ہے یقین جب انسان یقین کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اس کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں ہو سکتی۔ زمانہ کیسا ہی رنگ اختیار کرے اس کی عبودیت کا رنگ ہمیشہ برقرار رہتا ہے کیوں اس لیے کہ اس نے دنیا و آخرت کی حقیقت کو دیکھ لیا ہے اور یہی عبودیت جب معراج پاتی ہے تو آواز بلند ہوتی ہے:

لَو كُشِفَ الغِطَآءُ لَمَا ازدَدتُ يَقِينًا

"اگر میرے سامنے سے سارے حجابات ہٹا دیے جائیں تب بھی میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا"۔ (نعرۂ حیدری، صلوٰۃ)

یہ روزہ اسی لیے ہے کہ انسان میں معرفت پیدا ہو، حکمت پیدا ہو، یقین پیدا ہو۔ روزہ عبادتوں کے اتصال کا نام ہے۔ باقی عبادتوں کے لیے آپ کو وقت چاہیے نماز پڑھنی ہے اس کے لیے ایک وقت ہے۔ جب نماز پڑھ رہے ہیں اس وقت آپ کا سروس بریک ہے۔ جب قرآن پڑھ رہے ہیں اس وقت آپ نماز نہیں پڑھ رہے ہیں لیکن روزہ میں ایسا نہیں ہے آپ روزے بھی ہیں ڈیوٹی بھی انجام دے سکتے ہیں آپ روزہ سے بھی ہیں علم بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ روزہ سے بھی ہیں نماز بھی پڑھ سکتے ہیں، آپ روزہ سے بھی ہیں اور قرآن بھی پڑھ سکتے ہیں یہی تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ (صلوٰۃ)

روزہ نفسانی خواہشات کو کچل دیتا ہے۔ روزہ حیوانی جذبات کو ختم کر دیتا ہے اسی لیے رسولؐ خدا نے فرمایا:

"جو جوان شادی نہیں کر سکتا اسے چاہیے کہ روزہ رکھا کرے"۔

دنیا میں جتنے بھی قیدی ہیں ان سے آپ جرم دریافت کریں تو ان کے جرم

کے پیچھے دو سبب نظر آئیں گے۔ غصہ و غضب یا خواہشاتِ نفسانی اور روزہ اس طاقت کا نام ہے جو ان دونوں بے لگام سواریوں کو قابو میں کر لیتا ہے۔ بہادر وہ نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑ دے بہادر وہ ہے جو اپنے غصہ اور اپنی خواہشات کو پچھاڑ دے۔ (صلواۃ)

یہ سب روزہ کے فوائد ہیں اور روزہ کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اس سے صحت و تندرستی پیدا ہوتی ہے۔ بہت ساری بیماریاں ہیں جن کے لیے انسان انجکشن لیتا رہتا ہے۔ دوائیں لیتا رہتا ہے لیکن وہ بیماریاں دور نہیں ہوتیں لیکن روزہ ان بیماریوں کو ختم کر دیتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

صُومُوا تَصِحُّوا "تم روزہ رکھو صحت مند ہو گے"۔

عزیزو! روزہ سے صحت بگڑتی نہیں بنتی ہے اور روایتوں میں ہے کہ اگر کوئی غیر عذرِ شرعی کے روزہ چھوڑ رہا ہے تو وہ کفر اختیار کر رہا ہے روزہ نہ رکھنا ایک الگ بات ہے لیکن جو روزہ کا انکار کر رہا ہے نہ تو اس کی نمازِ جنازہ ہے اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کا حق حاصل ہے۔

روزہ تو اسلام کی پانچ بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ

"اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ولایتِ ائمہ معصومینؑ"۔ (صلواۃ)

شریعت کی حفاظت کے لیے حصار کھنچے ہوئے ہیں اور یہ حصار کربلا والوں نے کھینچا ہے۔ جسے دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی۔ یہ ایک روزہ کے کفارہ میں ساٹھ

روزہ رکھے گئے ہیں اسی سے آپ روزہ کی اہمیت سمجھ لیں کہ اس کی کتنی اہمیت ہے اگر کہیں اسلامی حکومت قائم ہے اور ایک شخص بغیر عذرِ شرعی کے روزہ نہیں رکھتا تو اسے کوڑے لگیں گے۔ دوسری مرتبہ پھر کوڑے لگیں گے اور اگر تیسری مرتبہ وہ بغیر روزہ کے پکڑا گیا تو معافی نہیں ہے۔ اس کی سزا قتل ہے اور جو روزہ کی پابندی کرتا ہے خدا کہتا ہے مجھے اس کے منہ کی بدبو مشک و عنبر سے زیادہ پسند ہے۔ وہ جب افطار کرتا ہے خدا اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

مَا اَطْيَبَ رِيحَكَ وَرَوْحَكَ يَا مَلَائِكَتِي! اِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُ

"اے روزہ دار! تیری خوشبو کتنی اچھی ہے۔ اے میرے فرشتو! بے شک میں نے اس کو بخش دیا"۔

کیوں نہ اس مہینہ میں ان لوگوں کو یاد کیا جائے جو دروسِ اسلامی کے نمونہ ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ آج کی شب مخصوص ہے جنابِ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے۔ یہ شب شبِ وفات ہے مال و دولت کی اتنی فراوانی تھی کہ آپ کو ملیکۃ العرب کہا جاتا تھا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اسلام عورت کو ترقی سے روکتا ہے۔

دیکھیں خدیجۃ الکبریٰؑ کی زندگی۔ دیکھیں یہ جھوٹا الزام ہے کہ اسلام نے ایک طبقہ کو بے کار کر دیا ہے۔ اسلام میں بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کوئی طبقہ بے کار نہیں ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت لڑکا ہو یا لڑکی اسلام نے کسی کو بیکار نہیں کیا۔ اسلام نے تقسیم کار ضرور کیا ہے۔ اسلام تو بے کاروں سے نفرت کرتا ہے۔ مسجدِ کوفہ میں مولاؑ نے دیکھا کچھ لوگ ہیں جو بیٹھے ہوئے یا اللہ یا اللہ کر رہے ہیں۔

سوال کیا: یہ کون لوگ ہیں؟

اصحاب نے عرض کیا: مولاؑ! یہ اہلِ ذکر ہیں۔

فرمایا: ان کا کھانا پینا کہاں سے آتا ہے؟

کہا: کوئی دیتا ہے تو کھا لیتے ہیں نہیں دیتا تو ایسے ہی رہتے ہیں۔

فرمایا: ایسے تو کوفہ کے بازار میں بہت سے جانور بھی ہیں جن کے سامنے کھانا ڈال دیا جائے تو کھا لیتے ہیں ورنہ ایسے ہی رہتے ہیں پھر ان میں اور اُن میں فرق کیا ہے؟ ان سے کہو: جائیں اپنی روزی تلاش کریں۔ روزی میں عزت ہے۔

اسلام میں جہاں نماز کی اہمیت ہے وہیں تلاشِ رزق کی بھی اہمیت ہے۔ جہاں روزہ کی اہمیت ہے وہیں تلاشِ رزق کی بھی اہمیت ہے، کیونکہ حلال رزق کمانا بھی تو عبادت ہے۔ اسی لیے قرآن نے کہا:

أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

"نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو"۔

زکوۃ کون دے گا؟ وہی دے گا جو کمائے گا؟ جس کے پاس کچھ ہوگا اسلام صرف نماز ہی نماز کے بھی خلاف ہے۔

معلوم ہوا نہ ماں کی خبر، نہ باپ کی خبر، نہ بیوی کی خبر، نہ بچوں کی نہ بہن کی خبر نہ بھائی کی اور صرف کام ہی کام اور پیسہ ہی پیسہ کے بھی خلاف ہے۔ اسلام تو یہ کہتا ہے کہ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھو۔ اللہ کی عبادت کے ساتھ اور اللہ کی عبادت کرو لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ۔ (صلواۃ)

وہ علیؑ جن کی عبادت کی شان یہ تھی کہ لوگ ایک شب ہزار تکبیروں کی آواز سنتے تھے وہی علیؑ جب روزگار کی منزل میں آتے ہیں تو یہودی کے باغ میں مزدوری کر کے بتاتے ہیں روزگار کی اہمیت کیا ہے۔

لوگوں سے فرماتے تھے:

اُخرُجوا الِعِزّتِکُمۡ

"چلو اپنی عزت کی طرف چلو کام کرنا عزت ہے"۔

کام کرنا فخر ہے ـــ یہ ہے نظریۂ اسلام۔ اسلام کسی کو روزگار سے منع نہیں کرتا۔ ہاں روزگار کے لیے مرد عورت دونوں کے کچھ ضوابط ہیں جن کی پابندی شرط ہے۔ جنابِ خدیجہؑ نے دکھایا کہ عورت عزت کے ساتھ کس طرح تجارت کر سکتی ہے۔ تجارت میں ایمان دار مددگار مل جانا بہت مہم ہوتا ہے۔ اسلام میں 'مضاربہ' یہی تو ہے کسی کا مال ہوتا ہے کسی کی محنت ہوتی ہے کوئی پیسہ لگاتا ہے اور کوئی اس پیسہ سے کاروبار کا ذمہ لیتا ہے اور آپس میں فائدہ کے بارے میں قرارداد ہوتی ہے کہ جو فائدہ ہوگا اس کا فی صد کے اعتبار سے کیسے بٹوارہ ہوگا؟

جنابِ خدیجہؑ نے یہی کیا تھا مال آپؑ کا تھا اور محنت رسولؐ کی تھی یہاں تک کہ جنابِ خدیجہؑ کو رسولِ خدا کی شان کے بارے میں خبر ملی کہ جب چلتے ہیں تو سر پر اَبر سایہ فگن ہو جاتے ہیں۔ رُکتے ہیں تو وہ رُک جاتے ہیں۔ چلتے ہیں تو وہ بھی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

اب یہ سن کر جنابِ خدیجہؑ کے ذہن میں دو باتیں آئیں: ایک مال، دوسرے کمال اور فیصلہ یہ کیا کہ جب سامنے ایسا صاحبِ عزت و کرامت ہو تو مال کو کمال پر قربان کر دینا چاہیے۔ (صلوٰۃ)

یہ معمولی بات نہیں ہے۔ انسان کے پاس تھوڑا سا مال آتا ہے وہ غرور شروع کر دیتا ہے۔ اب کسی کی کوئی پرواہ نہیں دین سے غافل اعزا سے غافل لیکن کمال کبھی مال کے آگے نہیں جھکتا، مال کمال کے آگے جھکا کرتا ہے۔

مال جنابِ خدیجہؑ کے پاس بھی تھا اوروں کے پاس بھی تھا لیکن دونوں میں

بہت فرق ہے۔ ایک طرف قارون کا مال دوسری طرف ان کا مال ایک طرف نمرود کا مال دوسری طرف ان کا مال۔ فرق یہ ہے کہ وہ مال کو اپنا مال سمجھتے تھے اور جنابِ خدیجہؑ نے مال کو فضلِ ربّ سمجھا۔ (صلواۃ)

جنابِ خدیجہؑ نے رسولؐ کے کمال کو سمجھا اور خود تقاضا کیا رسولؐ کا جو کمال تھا اس کے سامنے مال کو جھکنا ہی تھا۔ یاد رکھیے! مال مقصد نہیں بلکہ ذاتِ توحید تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اور انسان کا کمال علمِ حقیقی کے ساتھ وابستہ ہے۔ مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں:

رَضِینَا قِسمَةَ الجَبَّارِ فِینَا
لَنَا عِلمٌ وَلِلاَعدَاءِ مَالٌ
فَاِنَّ المَالَ یَفنیٰ عَن قَرِیبٍ
وَاِنَّ العِلمَ بَاقٍ لَا یَزَالُ

''ہم اپنے پروردگار کے فیصلہ پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم دیا اور ہمارے دشمنوں کو مال دیا اس لیے کہ مال فنا ہو جانے والا ہے لیکن علم کے لیے کبھی فنا نہیں وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے''۔ (صلواۃ)

اب میں کہنا چاہتا ہوں کہ جو علیؑ کے چاہنے والے ہیں وہ علم میں پیچھے نہیں رہیں۔ انھیں ہمیشہ آگے بڑھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ ہمیشہ علم میں اضافہ کی کوشش کرنا چاہیے اس لیے کہ ہم علیؑ کے ماننے والے ہیں، ہم حسنؑ کے ماننے والے ہیں، ہم حسینؑ کے ماننے والے ہیں۔ ہم اس کے ماننے والے ہیں جو تا قیامت قائم ہے۔ (صلواۃ)

علم کے میدان میں ہم سے کوئی آگے نہ ہو۔ تقویٰ کے میدان میں ہم سے

کوئی آگے نہ ہو، شجاعت وشہامت میں ہم سے کوئی آگے نہ ہو۔

جنابِ خدیجہؑ نے رسولؐ کا کمال دیکھا اور خود پیغام بھیجا ان کی طرف سے وکیل تھے ورقہ بن نوفل اور سرکارؐ کے وکیل تھے جنابِ ابوطالبؑ، جنہوں نے عقد کے خطبہ میں کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنَا مِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرَاهِیْمَ الْخَلِیْلَ

"ساری تعریفیں اس پروردگار کے لیے ہیں جس نے ہمیں ذریتِ ابراہیمؑ میں سے قرار دیا"۔

مسلمانو! جنابِ ابوطالبؑ کے خطبہ کو سنو۔ ابوطالبؑ اس ذی معرفت کا نام ہے جس نے اسلام آنے سے پہلے رسولؐ کے سامنے حمد پروردگار کی ہے جو ایسا ذی معرفت ہو کیا اور وہ رسولؐ کے اعلانِ اسلام پر ان کے دین کو قبول نہیں کرے گا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ زبان کے اسلام اور دل کے اسلام میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ (صلواۃ)

وہ تو رسولؐ کا نکاح پڑھا رہے ہیں اور یہ ان کے اسلام پر بحث کر رہے ہیں کیا کمال کے مسلمان ہیں بھائی!

صیغہ جاری ہوا اور اسی طرح جیسا کہ ہونا چاہیے یعنی ایجاب عورت کی طرف سے ہونا چاہیے تو وہاں بھی ایجاب خدیجہؑ کی طرف سے ہوا قبولیت رسولؐ کی طرف سے ہوئی تا کہ یعنی کمال مال کے سامنے نہیں جھکا بلکہ مال کمال کے سامنے جھکا ہے۔ (صلواۃ)

نکاح ہوا بعدِ نکاح جنابِ خدیجہؑ نے رسولِ اکرمؐ سے فرمایا: یا رسولؐ اللہ! یہ سارا مال آپ کا ہے۔

یہ معمولی بات نہیں ہے ایک صاحب تھے۔ ان کی جان جا رہی تھی۔ کسی نے

کہا: صدقہ نکال لیے۔ بولے: جب جان دے ہی رہا ہوں تو مال کیوں دوں۔

تو مال دینا بہت مشکل ہے اور جب بات خواتین کی ہو تو آگے آپ جانتے ہی ہیں۔ معاملہ مشکل سے تقریباً محال تک پہنچ جاتا ہے۔ ایک طرف اس کی قربانیاں بھی ہیں جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پوری دنیا میں سب سے زیادہ اہمیت اگر کسی کو دیتی ہے وہ شوہر کو، اس کے بعد ہی کوئی ہے، اس کے لیے ماں باپ کو چھوڑتی ہے بھائی بہن کو چھوڑتی ہے لیکن وہی شوہر اگر اس کی کوئی فرمائش پوری کرنے میں تھوڑی کمی کردے۔ عید کا لباس ہے تھوڑا سا اس کی پسند سے انیس بیس ہو گیا تو مت پوچھیے۔

دیکھ رہے ہیں نا مال کیا ہے عورت کے لیے لیکن قسم ہے عظمتِ خدیجہؑ کی ہر عورت ایسی نہیں ہوتی وہ سارا مال اونٹوں کی پشت پر لاد کر رسولؐ کی ڈیوڑھی پر بھجوا دیا۔ اے عبداللہ کے لعل! یہ سب کچھ میرا نہیں آپ کا ہے۔ (صلواۃ)

اسی لیے تو رسولؐ خدا ساری زندگی یاد کرتے رہے جب بھی سامنے نام آ جاتا تھا ان کا ذکرِ خیر کیا کرتے تھے یہاں تک کہ جب ایک بیوی نے کہا آپ کو خدا نے ان سے بہتر بیویاں دی ہیں وہ تو سن رسیدہ ہو گئی تھیں ہم جوان ہیں آپ ہمارا تذکرہ ہی نہیں کرتے؟ فرمایا: بیویاں اور بھی ہیں لیکن خدیجہؑ کی منزلت کو کوئی پا نہیں سکتا۔ انھوں نے اس وقت اسلام کی مدد کی جب کوئی مدد کرنے والا نہ تھا اور خدا نے مجھے ان کے شکم سے وہ اولاد دی ہے جسے قرآن نے 'کوثر' کہا ہے:

اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ (صلواۃ)

رسولؐ خدا برہم ہو جایا کرتے تھے اگر آپؐ کے سامنے کوئی حضرت خدیجہ الکبریٰ ؑ کے بارے میں نازیبا کلمات ادا کرتا تھا کیونکہ حضرت خدیجہ ؑ اس آواز اقرار کا نام ہے جس نے تمام انکار کو شرمسار کر دیا۔

پیغمبرؐ خدا یتیم تھے۔ یتیم کے کچھ اور معنی بھی ہیں: یتیم اسے بھی کہتے ہیں جس کی مثال نہ ملے۔

پیغمبرؐ وہ درِ نایاب ہیں جس کا مثل نہ کوئی تھا نہ ہوگا اور اس درِ نایاب کی حفاظت کے لیے قدرت نے جنابِ ابوطالبؑ کا انتظام کیا۔ پیغمبرؐ اسلام کو تبلیغ دین کے لیے مال کی ضرورت دی اور یہ ضرورت پوری ہوئی جنابِ خدیجہؑ کے ذریعہ اسی لیے جس سال ان دونوں ہستیوں کا انتقال ہوا۔ پیغمبرؐ خدا نے اس سال کو عام الحزن قرار دیا۔ عام الحزن یعنی "غم کا سال، ماتم کا سال، گریہ وزاری کا سال"۔

پیغمبرؐ خدا پر یہ گھڑی بہت شاق تھی لیکن میں کہوں گا یارسولؐ اللہ! جنابِ خدیجہؑ کو کسی نے تازیانہ نہیں لگایا تھا پسلیاں شکستہ نہیں تھیں لیکن ہائے مظلومیتِ سیدہؑ وائے مظلومیتِ علیؑ مولاؑ جب بی بیؑ کو لحد میں اتار رہے تھے مرقدِ رسولؐ کا رخ کر کے فریاد کرتے ہیں: یارسولؐ اللہ! مجھے معاف کیجیے گا۔ آپؐ نے یہ امانت جب میرے حوالے کی تھی تو یہ حالِ زار نہ تھا لیکن دنیا سیدہؑ کے ساتھ کس طرح پیش آئی۔

ہائے بی بیؑ پر وہ ستم ہوئے کہ آپؑ نے مرثیہ پڑھا:

صُبَّت عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَو اَنَّھَا
صُبَّت عَلَی الاَیَّامِ صِرنَ لَیَالِیَا

"بابا! آپ کے بعد مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں جو اگر دن پر پڑتیں تو رات کی تاریکی میں تبدیل ہو جاتا"۔

اَلَا لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلَی قَومِ الظّٰلِمِینَ

عظمتِ شہر اللہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْیَتِہٖ اَبْصَارُ النّٰاظِرِیْنَ وَعَجِزَتْ عَنْ نَعْتِہٖ اَوْھَامُ الْوَاصِفِیْنَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَیْرِ الْمُبَشِّرِیْنَ وَالْمُنْذِرِیْنَ الْمَکِّیِّ الْمَدَنِیِّ الْقُرَشِیِّ الْعَرَبِیِّ الْھَاشِمِیِّ وَعَلٰی خَلِیْفَتِہٖ سَیِّدِ الْوَصِیِّیْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰی شَمْسِ الضُّحٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلواۃ)

وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْمَظْلُوْمِیْنَ اَلْغُرِّ الْمَیَامِیْنَ سِیَّمَا بَقِیَّۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرَضِیْنَ رُوْحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِیْنَ فِیْ مَقْدَمِہِ الْفِدَآءُ وَاللَّعْنَۃُ الدَّآئِمَۃُ عَلٰی اَعْدَآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰی قِیَامِ یَوْمِ الدِّیْنِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فَاطِمَۃَ وَاَبِیْھَا وَبَعْلِھَا وَبَنِیْھَا وَ سِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِیْھَا۔

اَللّٰھُمَّ کُنۡ لِوَلِیِّكَ الۡحُجَّةِ ابۡنِ الۡحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَیۡهِ
وَعَلٰی آبَائِهٖ فِیۡ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِیۡ کُلِّ سَاعَةٍ وَلِیًّا
وَّحَافِظًا وَّقَائِدًا وَّنَاصِرًا وَّدَلِیۡلًا وَّعَیۡنًا حَتّٰی تُسۡکِنَهٗ
اَرۡضَكَ طَوۡعًا وَّتُمَتِّعَهٗ فِیۡهَا طَوِیۡلًا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ
عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ
لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۸۳﴾

پروردگار آپ کو زیادہ سے زیادہ اعمالِ صالحہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے، آپ کی عبادتوں کو قبول فرمائے، جو پریشان حال ہیں ان کی پریشانیاں دور فرمائے، تمام مرحومین مومنین ومومنات کی مغفرت فرمائے (آمین!)

آپ نے (صلواۃ) پڑھی۔ عرض یہ کرنا ہے: صلواۃ بلند آواز سے پڑھنا ترویجِ محبت کا سبب بنتا ہے۔ روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ صلواۃ پڑھتا ہے خدا اس پر دس مرتبہ صلواۃ پڑھتا ہے۔ (صلواۃ)

ہماری گفتگو عظمت واہمیت ماہِ مبارک کے سلسلہ میں ہو رہی ہے جلد ہی میں 'گناہ اوران کے اثرات' پر گفتگو شروع کروں گا۔ گناہ زندگی پر اور اولاد کی زندگی پر کیا اثر رکھتے ہیں ابھی جو ہماری گفتگو ہے اسے آگے کی گفتگو کا مقدمہ سمجھئے البتہ وہ 'مقدمہ' نہیں جو ہمارے ہاں مقدمہ دیوانی میں ہوتا ہے۔

ماہِ رمضان ماہِ عبادت ہے، ماہِ بندگی ہے۔ یہ مہینہ اللہ کی طرف سے بنایا گیا مہمان خانہ ہے۔ اب جس کا دل چاہے کہ وہ برکاتِ الٰہی حاصل کرے اسے چاہیے

کہ اس مہمان خانہ میں داخل ہو جائے البتہ شرائط کے ساتھ کیونکہ آپ گھر میں کسی اور انداز سے رہتے ہیں مہمان کے یہاں کسی اور انداز سے۔ مہمان کے یہاں رہنے کے آداب ہیں اور یہ آداب ہمارے طے کیے ہوئے نہیں ہوتے۔ ہمیں اس کے آداب معلوم کرنا پڑتے ہیں اور اس پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ گھر میں ہم تہہ بند اور بنیان پر بھی رہ لیتے ہیں لیکن کسی کے گھر مہمان بن کر جانا ہوتا ہے تو اچھا لباس نکالنا پڑتا ہے خوشبو لگائی جاتی ہے۔ خود کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ اپنا معائنہ کیا جاتا ہے کہ ہم مہمان بننے کے لائق بھی تو ہیں کہیں سے کوئی عیب تو نہیں جھلک رہا ہے۔

بس عزیزو!

میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب ایک انسان عام انسان کا مہمان بنتا ہے تو اتنا لحاظ رکھتا ہے جسم صاف ستھرا ہے یا نہیں؟ لباس پاک ہے یا نہیں؟ تو پھر جب کوئی خدا کا مہمان بنے تو اسے کتنا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہوگی؟ اسے بھی یہ لحاظ رکھنا ہوگا روح طاہر ہے یا نہیں؟ کردار پاکیزہ ہے یا نہیں؟ فکر صاف ستھری ہے نہیں؟ اگر یہ ساری شرطیں پائی جارہی ہیں تب تو وہ مہمان بننے کے لائق ہے ورنہ نہیں۔ (صلواۃ)

ہمیں اس پر غور کرنا ہے کہ ہم کس لائق ہیں ورنہ اس کی عطا میں کوئی کمی نہیں وہ ایسا میزبان ہے جس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں۔ وہ کریم ہے، وہ رحیم ہے تم عمل تو کرو یہ وہ مہینہ ہے جس میں وہ اپنی رحمتیں برسا رہا ہے۔ ایک عمل پر ستر عمل کا ثواب عطا کرتا ہے۔ وہ ضرور عطا کرتا ہے اس لیے کہ اس کے یہاں بخل محال ہے۔

ہمارے عمل ایسے ہوں تو سہی جس کو دیکھ کر یہ کہا جا سکے کہ اس مہینہ میں ہم واقعی اللہ کے مہمان ہیں، ورنہ کتنے تو ایسے ہیں جن کے یہاں نہ رمضان آنے کا پتہ

چلتا ہے نہ جانے کا پتہ چلتا ہے جبکہ اور مہینہ کے اعمال اور اس مہینہ کے اعمال میں فرق ہونا چاہیے یعنی اس ماہ میں ہمیں اپنے اعمال میں اضافہ کرنا چاہیے۔ اگر دیگر ایام میں ہم ایک گھنٹہ عبادت کرتے ہیں تو اس مہینہ میں چار پانچ گھنٹہ تو ضرور کرنا چاہیے۔ اب آپ کہیں گے کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں بھلا پانچ گھنٹہ عبادت کے لیے بیٹھنا ممکن ہے؟ ٹی وی کے سامنے پانچ گھنٹہ بیٹھنا ممکن ہے۔ بازار میں پانچ گھنٹہ بیٹھنا ممکن ہے؟ اور عبادت کے لیے پانچ گھنٹہ بیٹھنا ممکن نہیں ہے میں آپ سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اس مہینہ کا اتنا بھی حق نہیں ہے کہ اس میں اور دیگر ایام میں فرق کیا جائے؟

شقی ترین اور بدبخت ترین شخص وہ ہے جو اس مہینہ میں اپنی مغفرت نہ کرا سکے۔ یہ اس مہینہ کا پہلا عشرہ خاص طور سے مغفرت کا ہے، رحمت کا ہے، آیئے! مغفرت طلب کیجیے خوشنودئ پروردگار حاصل کیجیے۔ یہ مت دیکھیے دنیا کس طرف جارہی ہے۔ یہ دیکھیے کہ خدا آپ کو کس طرف لے جانا چاہ رہا ہے۔

آپ دیکھیے شہید بہشتیؒ امام خمینیؒ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ نعروں کی آواز بلند ہورہی ہے: روح من خمینی، بت شکن خمینی۔

امامؒ نے پوچھا: یہ کیسی آوازیں بلند ہورہی ہیں؟

کہا: لوگ آپ کے حق میں نعرہ لگا رہے ہیں۔

فرمایا: یہ لوگ کیا اگر ساری دنیا بھی میرے حق میں نعرہ لگائے یا میرے خلاف نعرہ لگائے نہ مجھے خوشی ہوگی نہ غم، اس لیے کہ میں بندوں کے لیے نہیں خدا کے لیے کام کررہا ہوں۔ (نعرۂ صلواۃ)

بندگانِ خدا نہ دنیا کی خوشی پر خوش ہوتے ہیں نہ دنیا کی ناراضگی پر تنگ دل اس

لیے کہ ان کی نظر ہمیشہ خوشنودئ پروردگار پر ہوتی ہے خوشنودئ معصومینؑ پر ہوتی ہے۔

ہر عبادت کا ایک مزاج ہے جسے سمجھنا ضروری ہے۔ حج کا مطلب ہے ارادہ تو صرف ارادہ کر لینے سے حج نہیں ہو جائے گا اس کے لیے مکہ مکرمہ جانا پڑے گا احرام باندھنا پڑے گا، سعی کرنی پڑے گی، مشعر الحرام پر جانا پڑے گا، مقامِ عرفات میں قیام کرنا پڑے گا۔

خمس کے معنی ہیں: کسی چیز کا پانچواں حصہ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے کسی بھی چیز کا پانچواں حصہ نکال دیا، آپ خمس سے بری الذمہ ہو گئے۔

نہیں شریعت کے احکام لغت نہیں حاکمِ شرع نافذ کرتا ہے۔ وہی احکام کے طریقہ بتانے والا ہے۔ ہر لفظ کے لغوی معنی کے ساتھ ساتھ اصطلاحی معنی بھی ہوتے ہیں۔

نماز کے معنی دعا کے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی بھی دعا کر لی اور سمجھا کہ نماز ہو گئی نہیں نماز کے معنی اصطلاح میں ارکانِ مخصوصہ کے ہیں۔ شریعتِ اسلامی کے سارے احکام توقیفی ہیں یعنی وقف شدہ جو احکام جیسے ہیں ہمیں انھیں ویسے ہی انجام دینا ہے۔ یہ امام بارگاہ جہاں آپ تشریف فرما ہیں اس کا نام ہے بیت القائمؑ یہ اس لیے ہے کہ یہاں دینی کام انجام دیے جائیں۔ مجلس ماتم ہو، یہاں کوئی دوکان نہیں لگائی جاسکتی۔ اسی طرح شریعت کے احکام ہیں نماز، روزہ، حج، زکوۃ، خمس، جہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تولیٰ، تبرا یہ سارے احکام بھی توقیفی ہیں۔ انھیں بھی ہمیں اپنے انداز سے نہیں شارعؑ کے بتائے ہوئے انداز سے انجام دینا ہے۔

صوم کا مطلب ہے "روکنا" کف النفس کس چیز سے؟ کسی بھی چیز سے نہیں بلکہ ان چیزوں سے خود کو روکنا جو چیزیں روزہ کو باطل کر دیتی ہیں۔ اب یہ چیزیں

دو طرح کی ہوسکتی ہیں یا وہ ہیں جو عام دنوں میں مباح ہیں روزہ کے دنوں میں منع ہیں جیسے کھانا پینا۔ اگر ایسی چیزوں سے روزہ توڑا ہے تو ساٹھ روزہ ہیں ان میں سے پہلے تیس روز مسلسل اور بعد کے تیس جب جب موقع ملے رکھ سکتا ہے لیکن اگر بعض چیزیں ایسی ہیں جن پر دوہرا کفارہ ہے جیسے شراب خوری معاذ اللہ اگر کوئی اس مہینہ میں شراب خوری کا مرتکب ہوا تو اس پر دوہرا کفارہ ہے ساٹھ روزہ بھی اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا بھی کھلانا ہے۔

ان مسائل کا جاننا بہت ضروری ہے۔ ایک اور ضروری بات جس کی طرف لوگ عام طور سے متوجہ نہیں ہوتے ہیں وہ ہے جھوٹی باتوں کا معصومین علیہم السلام کی طرف نسبت دینا کوئی بھی بات ہوئی اپنی طرف سے معصومین علیہم السلام کی طرف منسوب کردیا اس سے بھی روزہ باطل ہو جاتا ہے لہٰذا ان باتوں سے پرہیز کی بہت ضرورت ہے۔ ان چیزوں سے نفس کو روکنے کی ضرورت ہے اور یہی تو روزہ کا مفہوم ہر عبادت عمل انجام دینے سے بنتی ہے۔ نماز پڑھنا ہے حج کرنا ہے زکوٰۃ دینا ہے یعنی ہر عبادت کے لیے آپ کو کچھ کرنا ہے لیکن روزہ کے لیے آپ کو کچھ سے بچنا ہے۔ روزہ منکرات سے بچنے کا نام ہے۔ کھانا ہے نہ کھانے کا نام روزہ ہے۔ پینا ہے نہ پینے کا نام روزہ ہے۔

اس کو ہمارے کھانے کی ضرورت نہیں۔ اس کو ہمارے مال و اسباب کی ضرورت نہیں۔ وہ تو ہماری طبیعت کو صیقل کرنا چاہتا ہے تا کہ بھی بھوک اور پیاس میں یا سختیوں کی منزل میں صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ روزہ دار سحر میں اتنا نہ کھائے کہ آثارِ روزہ ختم ہو جائیں۔ روزہ کا مطلب ہے دیکھنے والے کو آثارِ روزہ نظر آئیں۔ یہ بھوک اور پیاس ہماری تربیت کے لیے ہیں تا کہ ہمیں

فقرا اور مساکین کی بھوک پیاس کا اندازہ ہو، اسی لیے حضورؐ نے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ

"پروردگارا! ہمیں اس مہینہ میں امن، سکون کی دولت عطا فرما اور ہمیں سلامتی عطا فرما"۔

سلامتی سے مراد فقط انسان کی ظاہری صحت نہیں ہے بلکہ باطنی صحت بھی ہے، سلام کیا ہے؟ سلام اللہ کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے۔ اسلام میں گفتگو کا آغاز ہی سلام سے ہوتا ہے "السلام علیکم" یعنی میں تمھیں نہیں ستاؤں گا، میں تمھاری غیبت نہیں کروں گا۔ میں تمھاری چغلی نہیں کروں گا اس لیے کہ میں نے تمھیں سلام کر دیا۔ گویا یہ واضح کر دیا کہ میں تمھاری بھلائی چاہتا ہوں۔ میں تمھاری خیریت چاہتا ہوں، میں تمھاری سلامتی چاہتا ہوں۔ میں تمھارا کوئی نقصان نہیں چاہتا ہوں۔ یہ ہے اسلام، یہ ہے اسلام کا مزاج۔ جب ہی تو کہا گیا ہے کہ جب کوئی تم سے بغیر سلام کے گفتگو کرے اس کی بات کا جواب نہ دو۔ گفتگو کا آغاز سلام سے کرو۔

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

سلام میں دس نیکیاں ہیں جس میں سے نو نیکیاں سلام کرنے والے کے لیے ہیں اور ایک نیکی جواب دینے والے کے لیے ہے۔ آپ نے محسوس کیا سلام کی کتنی اہمیت ہے اور جب محسوس کر لیا تو ایک جملہ عرض کرنا چاہتا ہوں جو لوگ اسلام کو امن و سلامتی کے خلاف بتاتے ہیں وہ غلط فہمی میں ہیں اور یہ سب کچھ سراسر الزام ہے، ورنہ جس مذہب میں گفتگو کا آغاز ہی سلامتی کی دعا سے ہوتا ہو اس مذہب کا دہشتگردی اور فساد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (صلوٰۃ)

اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے۔ اسلام جبر و تشدد کو دوست نہیں رکھتا۔ قتال کی اجازت صرف دفاعی صورت میں ہے۔ اسلام کسی پر جنگ تھوپنے اور کسی پر حملہ میں پہل کرنے کے سخت خلاف ہے۔ فقہ کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں کتاب الطہارۃ سے لے کر کتاب الحدود والدیاۃ تک کہیں بھی آپ کو کتاب الحرب نہیں ملے گی۔ ہمارے یہاں کوئی کتاب الحرب نہیں ہے، ہمارے یہاں کتاب الجہاد ہے۔

جہاد اور قتال میں بڑا فرق ہے۔ جہاد کا مطلب کیا ہے جو کام بھی رضائے پروردگار کے لیے انجام دیا جائے، زبان سے بولا جائے، خدا کے لیے جہاد شمار ہوگا۔ قلم چلے تو خدا کے لیے جہاد ہے۔ قدم بڑھیں تو خدا کے لیے جہاد ہے۔ ہر لمحہ اگر مرضی پروردگار کا خیال رکھا جائے تو اٹھنا بھی جہاد، بیٹھنا بھی جہاد اور شب ہجرت کے لیے کہتا ہوں سونا بھی جہاد۔ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

آج جہاد کا جو مفہوم پیش کیا جا رہا ہے وہ اسلام کو بدنام کرنے کی سازش ہے کسی کے فردی نظریات سے یا کسی خاص گروہ کے نظریات کی وجہ سے اسلام کو بدنام نہیں کیا سکتا talebanic Islam یا saddamic Islam کو حقیقی اسلام سمجھنا غلط ہے۔ اسلام کو سمجھنا ہے تو اہلِ بیتؑ سے سمجھئے۔ جن کی یہ تعلیم ہے کہ کسی کے حق پر تجاوز کرنا تو درکنار کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونا بھی منع ہے۔ یہ مذہب صادقین کا مذہب ہے۔ یہ مذہب علیین کا مذہب ہے جن کی تعلیم ہے کہ جب کسی کے گھر جانا ہو تو پہلے سلام کرو جواب آئے تو گھر میں قدم رکھو جواب نہ آئے تو قدم نہ رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کے گھر میں کھڑکی دروازہ سے یا دیوار پر چڑھ کر جھانکنا شروع کر دو۔ حتیٰ کہ اگر کوئی اپنے گھر میں شراب بھی پی رہا ہے تو تمھیں یہ اختیار نہیں ہے کہ چھلانگ لگا کر اس کے گھر میں داخل ہو جاؤ۔ اس معاملہ کو ایسی حالت میں اس کے

اور خدا کے درمیان رہنے دو اس لیے کہ وہ سرِ بازار یا علانیہ یہ جرم نہیں کر رہا ہے۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کی سزا خدا دے گا لیکن تمھیں بے دریغ کسی کے گھر میں جانے کی اجازت نہیں۔ اسلام اسے حرام کہتا ہے۔ آپ اندازہ کر رہے ہیں یہ مذہب کتنا مقدس ہے؟ یہ مذہب کتنا امن پسند ہے؟ یہ مذہب کتنا سلامتی پسند ہے؟ پیغمبرؐ خدا نے سلامتی کی دعا کر کے یہ بتانا چاہا ہے کہ سلامتی کے بغیر عبادتوں کا قیام نہیں ہوسکتا۔ عبادتوں کے قیام کے لیے روح و جسم کی سلامتی ضروری ہے۔

صُومُوا تَصِحُّوا

"روزہ رکھو جسم و روح کو صحت و سلامتی ملے گی"۔

معصوم اگر صحت کی ضمانت کے ساتھ کسی عمل کا حکم دے تو اپنوں کو تو اس پر ضرور یقین کرنا چاہیے، ورنہ اس کا مطلب یہ ہے کہ محبت کا دعویٰ صرف زبانی ہے۔ (صلواۃ)

آپ اطباء سے پوچھیے تمام بیماریوں کی جڑ معدہ ہے۔ اگر معدہ درست نہیں تو پورا جسم متاثر ہوتا ہے۔ مولا امیر المومنینؑ امام حسن مجتبیٰؑ سے وصیت کرتے ہیں:

يَا بُنَيَّ ! اَلا أُعَلِّمُكَ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ يَسْتَغْنِي بِهَا عَنِ الطِّبِّ؛ فَقَالَ بَلٰى. قَالَ: لَا تَجْلِسْ عَلَى الطَّعَامِ إِلَّا وَأَنْتَ جَائِعٌ الاتقم عَنِ الطَّعَامِ إِلَّا وَأَنْتَ تَشْتَهِيهِ وُجُودُ الْمَضْغِ وَإِذَا نمت فَاعْرِضْ نَفْسَكَ عَلَى الْخَلَاءِ فَإِذَا اسْتَعْمَلْتَ هٰذِهِ اَسْتُغْنِيَتْ عَنِ الطِّبِّ

"بیٹا اگر تم نے چار چیزوں کا خیال رکھا تو تمھیں کبھی طبیب کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی:

(۱) جب تک بھوک نہ ہو کھانا نہ کھاؤ۔

(۲) جب بھی دسترخوان پر بیٹھو تو اتنا کھاؤ کہ ابھی کھانے کی طلب باقی رہے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا کرو [ظاہر ہے پیٹ میں پانی کی بھی جگہ بچنا چاہیے ہوا کی بھی جگہ ہونا چاہیے]۔

(۳) جب بھی کھانا کھاؤ اچھی طرح چبا کر کھاؤ۔

(۴) اور چوتھی بات یہ کہ بستر خواب پر جانے سے پہلے رفع حاجت کر لیا کرو۔ تم نے اگر ان چار باتوں کا خیال رکھا تو تمھیں کبھی ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ صحت کا خیال رکھنا لازمی ہے"۔ (سفینۃ البحار ج ۲ ص ۷۹)

حضرت لقمانؑ فرماتے ہیں:

إِذَا امتَلَئَتِ المَعِدَةُ نَامَتِ الفِكرَةُ وَ خَرَسَتِ الحِكمَةُ وَ قَعَدَتِ الأَعضَاءُ عَنِ العِبَادَةِ

"اتنا نہ کھایا کرو کہ جسم بھاری ہو جائے، فکر و ہوش سو جائے، زبانِ حکمت گنگ ہو جائے اور اعضاء و جوارح سے عبادت کرنا مشکل ہو جائے"۔

یہ آنکھیں اللہ کی نعمت ہیں۔ یہ ہاتھ اللہ کی نعمت ہیں۔ یہ پیر اللہ کی نعمت ہیں۔ ان نعمتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ان آنکھوں کو دیکھئے کیا کتنی مناسب جگہ خدا نے اسے رکھا ہے نہ وہاں زیادہ سردی ہے نہ زیادہ گرمی۔ اگر ضرورت سے زیادہ سردی ہو تو یہ جم جائے۔ اگر ضرورت سے زیادہ گرمی ہو تو یہ پگھل جائے۔ یہ ہاتھ دیکھئے سائنس کہتی ہے کہ تین ہزار سے زیادہ فنکشنز (functions) کے حامل ہیں۔

یہ ہاتھ میں کہتا ہوں ابھی سائنس کو اور ترقی کرنے دیجیے اور فنکشنز (functions) نمایاں ہوں گے قدرتِ خدا کا اور زیادہ عرفان بڑھے گا۔

مولا امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں چالیس سے زیادہ اعضاء بدن کو شمار کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

"پروردگارا! میں تیری کن کن نعمتوں کا شکر ادا کروں تیرے شکر کا حق کبھی ادا نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ ہر شکر کے بعد ایک اور شکر ضروری ہوجاتا ہے۔ اس توفیق کے لیے جس کی وجہ سے میں نے تیرا شکر ادا کیا"۔ (صلواۃ)

پروردگار کی نعمتوں کی قدر کریں، انھیں ضائع نہ کریں۔ یہ دماغ یہ آنکھ یہ کان یہ ناک یہ منھ یہ قوتِ ذائقہ یہ قوتِ ناطقہ یہ قوتِ باصرہ یہ قوتِ سامعہ یہ قوتِ لامسہ یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں۔ جب ہی تو مولائے کائنات فرماتے ہیں:

"اے انسان تو خود کو ایک چھوٹا سا جسم سمجھتا ہے جبکہ تیرے اندر پورا عالمِ اکبر چھپا ہوا ہے"۔

آپ اس عالمِ اکبر کو سمجھیں۔ اس پر غور وفکر کریں۔ اس عالمِ اکبر کا ایک ایک حصہ نعمت ہے اور اس کی صحت کی حفاظت آپ کی ذمہ داری ہے۔ مولائے کائنات فرماتے ہیں:

اَلاَ وَاِنَّ مِنَ الْبَلَاۗءِ الْفَاقَةِ وَاَشَدُّ مِنَ الْفَاقَةِ مَرَضُ الْبَدَنِ وَ اَشَدُّ مِنْ مَرَضِ الْبَدنِ مَرَضُ الْقَلْبِ اَلاَ وَاِنَّ مِنَ النِّعَمِ سَعَةُ الْمَالِ وَاَفْضَلُ سَعَةِ الْمَالِ صِحَّةُ الْبَدَنِ وَاَفْضَلُ مِنْ صِحَّةِ الْبَدَنِ تَقْوٰی الْقَلْبِ

"فاقہ بہت بڑی مصیبت ہے لیکن اس سے بڑی مصیبت مرضِ بدن ہے اور مرضِ بدن بہت بڑی مصیبت ہے مگر اس سے بڑی مصیبت مرضِ قلب ہے۔ یادرکھو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے کشادگی مال ہے اور مال کی وسعت سے بڑھ کر نعمت صحتِ بدن ہے۔ صحتِ بدن سے بڑھ کر نعمت دل کا تقویٰ ہے"۔ (نہج البلاغہ، حکمت: ۳۸۱)

صحت وتندرستی ہزار نعمت ہے اس لیے کہ اس میں انسان بڑا مجبور ہو جاتا ہے اپنی پسند کی چیز بھی نہیں کھا سکتا۔

عزیزو! یہ مہینہ اسی لیے ہے کہ انسان کے جسم کو امراض سے نجات مل جائے جسم کا نظام متناسب ہو جائے، فکر متناسب ہو جائے، عقیدہ میں مضبوطی آجائے، اللہ کو وہ عقیدہ نہیں چاہیے جو موسم کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے اللہ کو وقتی ایمان نہیں چاہیے۔ معلوم ہوا کوئی مصیبت آگئی تو مومن بن گئے۔ کوئی بلا آگئی تو متقی بن گئے۔ کوئی پریشانی آگئی تو پرہیزگار بن گئے۔ محرم آگیا تو ہم مومن بن گئے۔ ماہِ رمضان آگیا تو مومن بن گئے۔ شہادت کا دن آیا تو ہم مومن بن گئے۔ ایسے لوگوں کی قرآن نے کئی جگہ مثالیں دی ہیں۔ ارشاد ہوا:

"یہ وہ لوگ ہیں جن کی کشتی جب بھنور میں ہوتی ہے تو یہ اللہ کے بڑے مخلص بندہ بن جاتے ہیں اور جب ان کی کشتی ساحل پر پہنچتی ہے تو یہ پھر اپنی پہلی حالت پر واپس آجاتے ہیں"۔

عزیزو! یہ فرعونیت ہے۔ فرعون نے یہی تو کیا تھا جب تک عیش وعشرت تھی۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہتا رہا اور جب دریا میں ڈوبنے لگا تو آمَنَّا بِرَبِّ مُوْسٰى

وَّھاذُونَ، وہی حال ہم میں سے کچھ لوگوں کا ہے۔ جب دولت ساتھ رہی جب سکون ساتھ رہا تو کوئی یاد نہ آیا اور جب مصیبتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو اللہ بھی یاد آ رہا ہے نبیؐ بھی یاد آ رہے ہیں، علیؑ بھی یاد آ رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ابھی تک سمجھا نہیں تھا اللہ کون ہے نبیؐ کون ہیں علیؑ کون ہیں۔ (صلوٰۃ)

اسلام دلیل کا نام ہے۔ اُصولِ دین پر آپ کو دلیل لانی پڑے گی۔ آپ نے کیسے سمجھا اللہ ایک ہے۔ آپ نے نبیؐ کو کیسے سمجھا۔ آپ نے علیؑ کو کیسے سمجھا؟ یہ نہیں کہ فلاں سے سن لیا فلاں ذاکر بیان کر رہے تھے فلاں عالم بیان کر رہے تھے۔ نہیں آپ کیا سمجھے کیسے سمجھے اس لیے کہ اُصول کو نہیں سمجھا وہ فروع پر عمل کیا کرے گا۔ اگر اُصول کو سمجھ رہا ہے تو کبھی یہ نہیں کہے گا نماز کی کیا ضرورت ہے روزہ کی کیا ضرورت ہے۔ حج کی کیا ضرورت ہے۔ خمس کی کیا ضرورت ہے۔ زکوٰۃ کی کیا ضرورت ہے۔ اگر اُصول کو دلیلوں سے سمجھا ہوتا تو فروع کے لیے دلیل نہ مانگتا۔ اُصول کی معرفت خود ہی فروع کی دلیل ہے۔ یہ فروع پر اس لیے دلیل مانگ رہا ہے کیونکہ اس کے پاس اُصولِ دین پر دلیل نہیں ہے۔ (صلوٰۃ)

یہ اعتراض کرتا کہ ایک یہ نماز دو رکعت کیوں ہ وہ نماز چار رکعت کیوں ہے؟ اس کو اگر سوال ہی کرنا تھا تو وہاں کیوں نہیں کیا کہ اللہ ایک کیوں، اللہ ظالم کیوں نہیں ہے؟ اللہ کسی کو اپنا شریک کیوں نہیں رکھتا؟ اللہ نے سلسلہ کیوں جاری کیا؟ امام کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ جہاں دلیل کی ضرورت تھی وہاں دلیل مانگی نہیں اور جہاں دلیل کی ضرورت نہیں وہاں دلیل مانگ رہے ہیں۔ نہیں اسلام کہتا ہے: اُصولِ دین کو سمجھو تب فروع سمجھ میں آئیں گے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کا مطلب کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ ہر لحہ یہ

خیال رہے کہ یہ زندگی خدا کی دی ہوئی امانت ہے۔ اب اس زندگی کو اس کے بتائے ہوئے طریقہ سے بسر کرنا ہے اپنی مرضی سے نہیں۔ (صلواۃ)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ــــ یہی وہ جملہ ہے جو سفرِ کربلا میں امامِ مظلومؑ کی زبانِ مبارک پر تھا۔ جنابِ علی اکبرؑ نے جب یہ آواز سنی تو سوال کیا بابا آپ یہ جملہ کیوں دہرا رہے ہیں؟

فرمایا: بیٹا! ہم آگے آگے جا رہے ہیں اور موت ہمارے پیچھے پیچھے آ رہی ہے۔

سوال کیا: اَلَسْنَا عَلَی الْحَقِّ "کیا ہم حق پر نہیں؟"

فرمایا: وَاللّٰہِ نَحْنُ عَلَی الْحَقِّ "خدا کی قسم! ہم ہی حق پر ہیں"۔

یہ سنتا تھا کہ شہزادہؑ نے کہا:

اَلْمَوْتُ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ

"بابا! پھر موت میرے لیے شہد سے زیادہ شیریں ہے"۔

عزیزو! یہ جذبہ کہاں سے آیا؟ یہ جذبہ محبتِ پروردگار نے بخشا۔ وہی محبت جس کے بارے میں امامؑ نے آخری وقت میں فرمایا تھا:

"پروردگارا! گواہ رہنا میں نے تیری لقا کی خاطر بیبیوں کی بے ردائی گوارا کی، سکینہؑ کی یتیمی گوارا کی، اب اگر تیری محبت میں میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیے جائیں تب بھی میں تیری محبت سے باز نہ آؤں گا"۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی قَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

عظمتِ شہر اللہ

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْيَتِهٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِيْنَ وَعَجِزَتْ عَنْ نَعْتِهٖ اَوْهَامُ الْوَاصِفِيْنَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ كَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَيْرِ الْمُبَشِّرِيْنَ وَالْمُنْذِرِيْنَ الْمَكِّيِّ الْمَدَنِيِّ الْقُرَشِيِّ الْعَرَبِيِّ الْهَاشِمِيِّ وَعَلٰى خَلِيْفَتِهٖ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰى شَمْسِ الضُّحٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مَوْلَانَا اَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلواۃ)

وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ الْمَظْلُوْمِيْنَ اَلْغُرِّ الْمَيَامِيْنِ سِيَّمَا بَقِيَّةُ اللهِ فِي الْاَرْضِيْنَ رُوْحِيْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ مَقْدَمِهِ الْفِدَآءِ وَاللَّعْنَةُ الدَّآئِمَةُ عَلٰى اَعْدَآئِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فَاطِمَةَ وَاَبِيْهَا وَبَعْلِهَا وَبَنِيْهَا وَسِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِيْهَا.

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّکَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُکَ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰبَائِهٖ فِیْ ھٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِیْ کُلِّ سَاعَةٍ وَلِیًّا وَّحَافِظًا وَّقَائِدًا وَّنَاصِرًا وَّدَلِیْلًا وَّعَیْنًا حَتّٰی تُسْکِنَهٗ اَرْضَکَ طَوْعًا وَّتُمَتِّعَهٗ فِیْھَا طَوِیْلًا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾

ہماری گفتگو اوائلِ ماہِ مبارک میں اس مہینہ کی عظمت و جلالت ، اہمیت و افادیت کے سلسلہ میں ہورہی ہے تاکہ ہم اس مہینہ میں شرائط و آداب کے ساتھ یعنی خلوص و ایمان اور عشق و محبت کے ساتھ وارد ہوں تاکہ اس ماہ کی برکات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے۔

ارشادِ پروردگار ہوا: اے صاحبانِ ایمان عزیزو! خطاب معمولی نہیں ہے بات انھیں لوگوں سے کہی جارہی ہے جو صاحبانِ ایمان ہیں۔اے صاحبانِ ایمان! ہم نے تمھارے لیے روزے لکھ دیئے ہیں جیسے تم سے پہلے والوں کے لیے لکھ دیئے تھے کیوں اس لیے کہ تم باتقویٰ بن جاؤ، پرہیزگار بن جاؤ۔

آج ہماری گفتگو دو باتوں پر ہوگی:

ایک یہ کہ اللہ نے کیا کیا لکھا ہے کن کن لوگوں کے لیے لکھا ہے۔

دوسرے یہ کہ روزہ کے ذریعہ ہم صاحبِ تقویٰ کیسے بن سکتے ہیں؟

پروردگار جو روزہ کو تقویٰ کے لیے ضروری بتا رہا ہے اسی نے ایک اور مقام پر

ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ

"اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ"۔

یعنی تقویٰ اسی وقت ثابت ہوگا جب تم صادقین کے ساتھ ہو جاؤ گے۔ اب دنیا ہمیں بتائے کیا صادقین محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کو کہتے ہیں؟ صادقین سوائے اہلِ بیتؑ کے کوئی نہیں تو گویا اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ میرا تقویٰ اختیار کرو اور محمد وآلِ محمد علیہم السلام کی مودّت اختیار کرو۔ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

پرہیزگاری اسی وقت ثابت ہوگی جب ان کی محبت ہوگی ورنہ پرہیزگاری کبھی ثابت نہیں ہو پائے گی۔ ہاں تخریب کاری ضرور ثابت ہوگی۔

عزیزو!

اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ خداوندِ عالم نے کس کس پر روزہ فرض کیا ہے۔ یاد رکھئے! روزہ مرد عورت سب پر جو بھی بالغ عاقل ہے بیمار نہیں ہے اس پر روزہ واجب ہے البتہ کچھ حالات ہیں جن میں روزہ واجب نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی سفر پر ہے تو نماز قصر ہوگی۔ روزہ کی بعد میں قضا ہوگی۔ اگر عورت مخصوص ایام سے گزر رہی ہے تو ان ایام میں اس پر روزہ واجب نہیں ہے حتیٰ کہ اگر افطار کے وقت سے کچھ پہلے اگر وہ مخصوص حالت سے دوچار ہو جائے تو وہ روزہ نہیں ہوگا۔ اسے بعد میں روزہ کی قضا کرنی پڑے گی لیکن خیال رہے قضا میں اتنی تاخیر نہ ہو کہ خود اپنی قضا ہو جائے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جس میں شیطان بہت بہکاتا ہے۔ ابھی وقت ہے رکھ لو گے روزہ کل رکھ لینا پرسوں رکھ لینا شیطان دل میں بہت وسوسہ ڈالتا ہے لیکن شریعت کہتی ہے

خبر دار جیسے ہی تمھیں موقع ملے اپنے فریضہ کو ادا کرو، غفلت نہ برتو خواہ مرد ہو یا عورت روزہ سب کے لیے واجب ہے۔ مخصوص ایام جو تین روز سے کم نہیں ہوتے دس روز سے زیادہ نہیں ہوتے جب ان ایام سے فارغ ہو تو غسل کرے۔ اب نماز بھی پڑھنا ہے روزہ بھی رکھنا ہے البتہ کبھی ایسی بھی حالت ہوتی ہے جس کی مدت دس روز سے زیادہ ہو جاتی ہے تو اس میں نماز روزہ معاف نہیں غسل کے ساتھ نماز بھی پڑھنا ہے روزہ بھی رکھنا ہے

اگر کوئی ضعیف ہو گیا ہے اب اس کے لیے روزہ رکھنا آسان نہیں بہت زحمت کا کام ہے۔ اب پروردگار کہتا ہے ہم تمھاری اس پریشانی کو برداشت نہیں کر سکتے تم روزہ چھوڑ دو۔ سوچیے! کتنا کریم ہے وہ کتنا رحیم ہے وہ کہا تم روزہ نہ رکھو فدیہ دے دو۔ اچھا اگر کوئی ایسے مرض میں مبتلا ہے جس میں ہر تھوڑی دیر کے بعد پیاس لگ جاتی ہے ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ روزہ تمھارے لیے نقصان دہ ہے تو پروردگار کا بھی حکم ہے کہ نہ روزہ رکھو۔ ہر روزہ کے بدلہ فدیہ دے دو اور آنے والے ماہِ رمضان سے پہلے اگر صحت مند ہو گئے تو روزہ کی قضا کرلو۔

عزیزو!

عبادت فرض ضرور ہے لیکن کسی کی گردن پر تلوار رکھ کر نہیں۔ پروردگار نے روزہ لکھا ضرور ہے لیکن یہ تحریر ہمارے لیے کچھ اور ہے ضعیف کے لیے کچھ اور ہے۔ مریض کے لیے کچھ اور ہے ضرورت اس بات کی ہے ہمارے لیے جو روزہ کی تحریر ہے وہ کیا کہہ رہی ہے۔ (صلواۃ)

یاد رکھیے! جو تحریر کہتی ہے وہی کرنا ہے۔ اگر کوئی عورت یہ خیال کرے کہ اگر روزہ نہ رکھیں گے تو گھر والے کیا کہیں گے؟ کیا سوچیں گے؟ اسی طرح اگر کوئی مسافر

یہ سوچ کہ چلو سفر بھی کرتے ہیں روزہ بھی رکھتے ہیں تو روزہ نہیں ہوگا۔ آپ رکھتے رہیے روزہ اسی وقت ہوگا جب آپ ان شرائط کے ساتھ رکھیں جو پروردگار نے بیان کیے ہیں۔

روزہ اگر شرائط کے ساتھ رکھا جائے تو فائدہ مند ہے۔ انسان کو جو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں انھیں طریقہ سے کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ پہلا طریقہ یہ کہ پیٹ کو پاک وصاف رکھا جائے۔ یہ نہیں کہ جو ہوا جیسے ہوا بھرتے چلے گئے بابا پیٹ تو پالنا ہے نا؟ نہیں اگر پیٹ پاک وصاف نہ رہا تو تطہیرِ باطنی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جس کا پیٹ پاک نہیں ہے اس کی دعاؤں میں لذت نہیں ہے۔ اس کی نمازوں میں لذت نہیں ہے۔ اس کی کسی عبادت میں لذت نہیں ہے۔ شکم کی خباثت شکم کی نجاست انسان کو کس پست ترین مقام پر پہنچا دیتی ہے۔

اس کو واضح کرنے کے لیے میں ایک جملہ عرض کرنا چاہتا ہوں سرکار سید الشہداؑ تمام اصحاب وانصار کی شہادت کے بعد دشمنانِ خدا کو مخاطب کر کے ایک خطبہ ارشاد فرماتے ہیں اس کے بعد یزیدیوں سے سوال کرتے ہیں:

"تم کیوں میرے قتل پر درپے ہو کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں فاطمہ زہراؑ کا فرزند ہوں؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں علی مرتضیٰؑ کا نورِ عین ہوں؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں رسولؐ کا نواسہ ہوں؟ اگر تم اب بھی اپنے گناہوں سے توبہ کرلو تو میں خونِ علی اکبرؑ معاف کرنے کو تیار ہوں۔ میں خونِ علی اصغرؑ معاف کرنے کو تیار ہوں۔ میں خونِ عباسؑ معاف کرنے کو تیار ہوں تم توبہ کرلو میں قاسمؑ کا خون معاف کردوں گا۔ تم توبہ کرلو میں عونؑ ومحمدؑ کا خون معاف کردوں گا۔ اگر تم مجھے نہیں پہچانتے تو اب بھی رسولؐ کے کچھ بزرگ اصحاب موجود ہیں ان سے میری شان میں رسولؐ کی حدیثیں

سن لو۔ رسولؐ نے حُسَینٌ مِنِّی وَ اَنَا مِنَ الحُسَینِ کس کے بارے میں فرمایا؟

اَلحَسَنُ وَالحُسَینُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھلِ الجَنَّۃِ کس کے بارے میں فرمایا؟ وہ کون تھا جس کو رسولؐ نے اپنے مبارک کاندھوں پر سوار کیا؟ وہ کون ہے جس کے لیے رسولؐ نے ناقہ کا انداز اختیار کیا؟ وہ کون ہے جس کے لیے رسولؐ نے سجدہ کو طول دیا کیا وہ میرے علاوہ کوئی اور ہے؟

" آواز آئی: فرزندِ رسولؐ ہم سب کچھ جانتے ہیں ہم یہ جانتے ہیں کہ اس وقت روئے زمین پر آپؑ سے افضل و برتر کوئی نہیں لیکن ہم یہ سب کچھ آپ کے بابا علیؑ کی دشمنی میں کر رہے ہیں۔

امامِ مظلومؑ نے فرمایا: میں جانتا ہوں تم پر میرے موعظہ کا اثر نہیں ہونے والا کیونکہ تمھارے پیٹ مالِ حرام سے بھرے ہوئے ہیں۔ اب آپ پر بات واضح ہوگئی نا جن کے پیٹ مالِ حرام سے بھرے ہوتے ہیں ان پر امامِ معصومؑ کے بھی موعظہ کا اثر نہیں ہوتا تو پھر کسی عالم کی نصیحت کا کہاں اثر ہوگا۔

تطہیرِ باطنی پیدا کیجیے۔ روح کو بلندی حاصل ہوگی بندگی کو کمال حاصل ہوگا اور پیغاماتِ الٰہی کی اہمیت سمجھ میں آئے گی۔ یہ عبادتیں ظاہر و باطن دونوں کو پاک و پاکیزہ کرنے کے لیے ہیں۔ خواہ نماز ہو، روزہ ہو، حج ہو، خمس ہو، زکوٰۃ ہو، مقصد انسان کو کمال کی منزل پر پہنچانا ہے۔ مقصد ظاہر و باطن کی تطہیر ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"تم مجھے دو باتوں کی ضمانت دو میں تمھیں جنت کی ضمانت دوں گا۔ ایک یہ کہ شکم کی کثافت سے بچو گے دوسرے جنسی بے راہ روی سے پرہیز کرو گے۔ اگر ان دو باتوں کی ضمانت دیتے ہو تو میں تمھیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔

شریعت نے جو تکلیفیں عائد کی ہیں کل انھیں کے ذریعہ ہمیں تکلیفوں سے رہائی ملے گی۔ یہ روزے کل محشر میں ہمارے لیے سائبان بن جائیں گے۔ محشر میں ہمیں تمازتِ آفتاب سے بچائیں گے۔ کل تم نے ہمارے لیے زحمتیں گوارا کیں آج ہم تمھیں زحمتوں سے بچائیں گے۔

آج شریعت پر عمل کرنا کل اپنے لیے پریشانیوں سے نجات کا ذریعہ فراہم کرنا ہے۔ خمس وزکوۃ اس کے بارے میں یہ خیال نہ کیجیے کہ خدا کی راہ میں مال نکالنے سے گھٹتا ہے، نہیں بڑھتا ہے اس لیے کہ وہ خود فرماتا ہے ہم تمھیں ایک کے بدلہ دس دیں گے۔ کبھی کہتا ہے: ایک کے بدلہ ستر دیں گے۔ کبھی کہتا ہے: ایک کے بدلہ سات سو دیں گے۔ کبھی کہتا ہے: ستر ہزار دیں گے اور کبھی کہتا ہے اتنا دیں گے کہ تم تصور بھی نہیں کر پاؤ گے۔ اب بتائیے خدا کی راہ میں کچھ دینے سے گھٹتا ہے یا بڑھتا ہے؟ (صلواۃ)

آٹھویں امام حضرت علی ابن موسیٰ الرضاؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"خمس روک کر ہماری دعاؤں کو مت روکو"۔

خمس نکالنے والا معصومینؑ کی دعائیں پاتا ہے۔ بنو امیہ نے شیعت کو ختم کرنے کے لیے جو حربے استعمال کیے ان میں سے ایک بڑا حربہ خمس کے نظام کو ختم کرنے کی کوشش تھی۔ ایک طرف فدک چھینا دوسری طرف خمس کے خلاف کوششیں کی گئیں اور یہ کہا گیا جو بھی شرعی رقم ہو وہ ارکانِ حکومت کے حوالہ کی جائے۔ وہ اقتصاد کمزور کر کے ہمیں ختم کرنا چاہ رہے تھے۔ اب اگر کوئی خود کو شیعہ بھی کہے اور خمس کا انکار بھی کرے وہ شیعہ نہیں ہے، اس لیے کہ وہ ان کے مشن کو آگے بڑھا رہا ہے جو اہلِ بیتؑ سے محبت کرنے والے ہیں وہ خمس نکال کر اپنے مال کو محفوظ کر لیتے ہیں اس لیے کہ

حدیثوں میں وارد ہوا ہے:

"خمس نکالا ہوا مال اگر سمندر میں غرق ہو جائے پھر بھی ضائع نہیں ہوگا۔ صاحبِ مال کے پاس پلٹے گا اور بے خمس کا مال اگر اسے ہر طرح سے محفوظ کرنے کی کوشش بھی کی جائے پھر بھی ضائع ہونے سے نہیں بچ پائے گا"۔

لہٰذا اپنے مال کو محفوظ کیجیے خمس نکال کر، اس لیے کے خمس نکالا ہوا مال جہاں جہاں خرچ ہوتا ہے وہاں وہاں برکتیں چھوڑتا چلا جاتا ہے۔

رسولؐ خدا نے دو باتیں فرمائیں: ایک یہ کہ اپنے شکم کو نجاست و کثافت سے محفوظ رکھو اور روزہ شکم و نجاست و کثافت سے بچنا سکھاتا ہے۔ دوسری بات فرمائی خواہشاتِ نفسانی کو کنٹرول میں رکھو، روزہ خواہشات پر کنٹرول کی ریاضت کا نام ہے۔ شوہر و زوجہ کا رشتہ ہے لیکن حالتِ روزہ میں مبطلاتِ صوم سے اجتناب ہے۔ کیوں اس لیے کہ خشیتِ پروردگار پیشِ نظر ہے جو حلال ہے وہ اس وقت خدا نے حرام قرار دیا ہے اس لیے ہم نہیں کر سکتے سب کچھ ہے لیکن اللہ کا حکم تمام باتوں پر غالب ہے صبح سے لے کر رات کے آنے تک انسان تمام جذبات کے باوجود اللہ کی رضا کی خاطر تمام منکراتِ صوم سے پرہیز کرتا ہے۔ گویا یہ لمحات اسے نفس پر قابو کرنے کا طریقہ سکھاتے ہیں۔ اب اس کے لیے ہر مرحلہ آسان ہو گیا کیونکہ اس کی نظر رضائے پروردگار پر ہے خوشنودیِ پروردگار پر ہے۔ (صلوٰۃ)

روزہ درحقیقت جسمانی و روحانی ریاضت کا نام ہے، جسے صرف شکم پری سے غرض ہے وہ حلال حرام نہیں دیکھتا۔ اسی طرح نفس پرست کبھی حلال حرام نہیں دیکھتا وہ سفر میں ہو یا حضر میں وہ بازار میں ہو یا اسکول و کالج میں وہ ہر جگہ صرف اپنے نفس

کی خواہش دیکھتا ہے لیکن روزہ ان دونوں پر کنٹرول کرتا ہے۔

سورۂ مومنون میں ارشاد ہوا ہے:

''کامیاب ہیں ایمان لانے والے جو نماز میں خضوع وخشوع اختیار کرتے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں''۔

یعنی کامیابی کے لیے جنسی بے راہ روی سے پرہیز کرنا بہت اہم ہے۔ اس کے بغیر انسان کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا ہے۔ خواہشاتِ نفسانی پر کنٹرول کر کے ہی انسان مقامِ تقویٰ پر پہنچتا ہے۔ انسان محرمات سے پرہیز کرتا ہے تب ہی اس کی عبادت میں لذت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی دعاؤں میں لذت پیدا ہوتی ہے۔

دعاؤں کی اہمیت پروردگار سے راز و نیاز کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے ایک خاص نکتہ کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں آج جس طرف دیکھیے ذہنی پریشانی، ٹینشن، تشنج زوروں سے پھیلتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ بدحالی بے قراری بڑھتی جا رہی ہے۔ مریض جب ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے کسی بات کو سوچ سوچ کر پریشان نہ ہوا کرو اپنے دل کی بات کسی سے کہہ دیا کرو دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا، تشنج ختم ہو جائے گا، یہ ٹینشن دور ہو جائے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ راز کہاں اور کس سے کیا جائے؟ دل کی باتوں کو بیان کس سے کیا جائے؟ کیا دوست سے بیان کیا جائے لیکن اگر اس نے ان باتوں کو کسی سے بیان کر دیا تو کیا کسی قریبی انسان سے بیان کیا جائے پڑوسی سے بیان کیا جائے لیکن اگر اس نے ان باتوں کو دوسروں پر ظاہر کر دیا تو پھر راز راز کہاں رہ جائے گا؟ کیا بیوی سے بیان کیا جائے جو مرد کی سب سے قریبی ہوتی ہے۔ زن و شوہر کا رشتہ وہ رشتہ ہے کہ مرد کو سب سے زیادہ اس کی بیوی جانتی ہے اور عورت کو

اس کا شوہر سب سے زیادہ جانتا ہے۔ والدین سے زیادہ بھائی بہن سے زیادہ جبھی تو قرآن نے کہا:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ: ۱۸۷)

''وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو''۔

یعنی دونوں کے درمیان کوئی کوئی پردہ ہی نہیں رہ گیا تو کیا اس راز دار سے کہیں؟ یہاں بھی تو خطرہ ہے۔ اگر کبھی کھٹ پٹ ہو گئی تو فوراً گھر والوں سے شکایت کہ جناب کیا کیا کر چکے ہیں آپ لوگوں کو کیا خبر۔ بہت ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ٹھیک ہے وہ کسی سے بتائے نہیں لیکن ہو سکتا ہے اس کا مزاج اس راز کا بوجھ نہ اٹھا سکے اور وہ خود اس راز کو لے کر دن رات پریشان رہے۔ ہو سکتا ہے آپ کی اس کی نظر میں امیج (Image) خراب ہو جائے ہو سکتا ہے۔

سلام کلام کہاں گھر میں قدم رکھنے پر ہی پابندی لگ جائے۔ اس کریم نے اسی لیے تو ہمارے عیوب پر پردے ڈال رکھے ہیں تاکہ ورنہ جانے کتنے عیوب ایسے ہیں جن کی وجہ سے ہمارے ماں باپ بھائی بہن اور شریک حیات بھی سلام و کلام کے لائق نہ سمجھیں لیکن اس نے محشر تک کے لیے ان عیوب پر پردے ڈال رکھے ہیں۔ وہ محشر ہوگا جس کے بارے میں ارشاد ہوا:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ (رحمٰن: آیت ۴۱)

''اس روز مجرمین کو ان کے چہروں سے ہی پہچان لیا جائے گا کہ انھوں نے کیا کیا کالے کرتوت کیے ہیں''۔

سوال یہ ہے کہ رازوں کو کس سے بیان کیا جائے؟ دل کی بات کس سے کہی جائے؟ آواز آئی: اس سے نہ کہو جس سے ظاہر کر دینے کا خطرہ ہو۔ اس سے بیان

کرو جو ستار العیوب ہے۔ اس سے کہو جو ایک ہے۔ اس سے کہو جو سب کو دیکھتا ہے لیکن اس کو کوئی نہیں دیکھتا اسی لیے تو اس نے تم پر دن ورات میں کم از کم پانچ مرتبہ مصلے پر آنا واجب قرار دیا ہے تا کہ تم اس کی بارگاہ میں آکر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرسکو۔ یہی سب کی سننے والا ہے، یہی سب کی مشکلات دور کرنے والا ہے۔ (صلوٰۃ)

جس کے بارے میں آپ دعاؤں میں پڑھتے ہیں:

يَامَنْ اَظْهَرَ الْجَمِيلَ وَسَتَرَ الْقَبِيحَ

""اے وہ ذات جو اتنی مہربان ہے کہ اگر ہم ایک بھی نیکی کریں تو اس کو لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہے اور اگر ہم گناہ پر گناہ کیے جائیں تو ان پر پردہ ڈال دیتا ہے"۔

آیئے دعائے کمیل پڑھیے۔ مولاؑ کہتے ہیں:

كَمْ مِنْ قَبِيحٍ سَتَرْتَهُ ... وَ كَمْ مِنْ عِثَارٍ وَقَيْتَهُ وَ كَمْ مِنْ مَكْرُوهٍ دَفَعْتَهُ وَ كَمْ مِنْ ثَنَاءٍ جَمِيلٍ لَسْتُ اَهْلًا لَهُ نَشَرْتَهُ

"پروردگار! تو نے نہ جانے ہماری کتنی برائیوں پر پردے ڈال دیئے، نہ جانے کتنی پریشانیوں کو ہم سے دور کیا تو نے ہمارے لیے نہ جانے کتنی ایسی تعریفوں کو لوگوں کے درمیان نشر کر دیا جس کا میں اہل بھی نہیں تھا"۔

غور کیجیے! وہ کتنا کریم ہے کسی انجمن کا صدر ہے لوگوں سے کسی کام کی اپیل کرتا ہے لوگ چندہ دیتے ہیں کام ہوتا ہے کبھی امام بارگاہ کی تعمیر ہوتی ہے کبھی کوئی میرج ہال ہوتا ہے لیکن جب بھی تعریف ہوتی ہے تو صدر کا نام لے کر تعریف ہوتی

ہے بھائی یہ امام بارگاہ فلاں صاحب نے تعمیر کرائی ہے۔ بھائی یہ عمارت فلاں صاحب نے بنوائی ہے۔ کتنا بڑا کام کیا ہے انھوں نے یہ پروردگار کا کرم ہی تو ہے کہ چندہ کئی لوگوں نے دیا لیکن نام ایک آدمی کا ہو جاتا ہے حالانکہ وہ اس اس تعریف کا اہل بھی نہیں ہے۔ (صلواۃ)

دعا پروردگار سے گفتگو کا نام ہے۔ دعا پروردگار سے ملاقات کا نام ہے۔ اس سے راز و نیاز کا نام ہے۔ ایک انسان جب کسی وزیرِ اعلیٰ سے مل کر آتا ہے یا اپنے ملک کے وزیرِ اعظم سے ملاقات کر کے آتا ہے تو پھولے نہیں سماتا۔ خوشی سے اس کا پیر زمین پر نہیں پڑتا۔ میں وزیرِ اعظم سے مل کر آیا ہوں میں وزیرِ اعظم سے مل کر آیا ہوں آپ سوچیں جب کسی ملک کے وزیرِ اعظم سے ملنا اتنے فخر کی بات ہے تو پروردگار سے ملاقات کتنے فخر کی بات ہوگی ہے۔ اسی لیے تو امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

اِلٰهِي كَفَانِي عِزًّا اَنْ اَكُونَ لَكَ عَبْداً وَ كَفَانِي فَخْراً اَنْ تَكُونَ لِي رَبّاً اَنْتَ كَمَا اُحِبُّ فَاجْعَلْنِي كَمَا تُحِبُّ

"میرے مالک میری عزت کے لیے یہی کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں اور میرے فخر کے لیے یہی بات کافی ہے کہ تو میرا پروردگار ہے۔ مجھے اس طرح قرار دے جس طرح تیری رضا ہے"۔ (صلواۃ)

پروردگار قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿٦٠﴾ (سورۂ غافر: ٦٠)

''جو بھی میری عبادت سے مُنہ موڑے گا ہم عنقریب اسے جہنم
میں ڈالیں گے''۔

عزیزو!

دعا روحِ عبادت کا نام ہے۔ دعا جانِ عبادت کا نام ہے۔ اگر دعا میں لذت نہیں انسان کو دعا میں لذت کیوں نہیں آرہی ہے؟ آپ کو کھانا پینا اچھا لگتا ہے، آپ کو سنتا اچھا لگتا ہے، آپ کو گھومنا ٹہلنا طرح طرح کی چیزیں دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے تو پھر دعا اچھی کیوں نہیں لگتی؟ قرآن کو پڑھنا یا سنتا اچھا کیوں نہیں لگتا ہے؟ ذکرِ اہلِ بیتؑ سنتا کیوں نہیں اچھا لگتا؟ ذکر کی قدر کیجیے۔

استاد شہید مرتضیٰ مطہریؒ اپنی کتاب ''داستانِ راستان'' (جس کا حقیر نے ترجمہ بھی کیا ہے اور وہ چھپ چکا ہے) میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسولِ اسلامؐ نے فرمایا:

''عالم کی صحبت میں بیٹھنا ستر سال کی عبادتوں سے افضل ہے''۔

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا نے علماء کی لئے دعا کی ہے:

''پروردگار! میری امت کے علماء پر رحم نازل فرما جو میرے
دین کو نشر کرنے والے ہیں''۔

علماء ذکرِ خدا سے لوگوں کے دلوں کو نرم کرتے ہیں۔ اگر آپ کو ذکرِ خدا سننے سے لذت حاصل نہیں ہوتی تو غور کیجیے سوچیے کیوں نہیں ہوتی۔ حضرت یعقوبؑ سے ان کے فرزندوں نے جنہوں نے ایک نبی کو جو ان کا بھائی بھی تھا کنویں میں گرا دینے کا جرم کیا تھا۔ سوال کیا: بابا! ہم نے بہت بڑا جرم کیا ہے۔ ہم نے یوسفؑ کو کنویں میں ڈالا ہے۔ پھر خدا نے ہم پر عذاب کیوں نہیں نازل کیا؟

جنابِ یعقوبؑ نے بارگاہِ پروردگار میں مناجات کی، سوال کیا:

پروردگارا! ہمارے بیٹوں کا سوال ہے کہ ان کے اتنے سنگین جرم کے باوجود تو نے ان پر اپنا عذاب کیوں نہیں نازل فرمایا؟

ادھر سے جواب آیا: یعقوبؑ ان سے کہو کہ ہم نے ان پر اپنا عذاب نازل کر دیا اور وہ عذاب یہ ہے کہ ان کو اب ذکرِ خدا کرنے یا سننے کی لذت نہیں ملے گی۔ انھیں دنیا کے کاموں میں لذت ملے گی لیکن میرے ذکر کی شیرینی کی لذت نہیں ملے گی۔

ذکر پروردگار کی لذت سے محروم ہو جانا بہت بڑا عذاب ہے۔ صرف آسمان سے آگ برسنا ہی عذاب نہیں ہے صرف طوفان کا آنا ہی عذاب نہیں ہے صرف بیماریوں کا پھیلنا ہی عذاب نہیں ہے یہ بھی بہت بڑا عذاب ہے کہ پروردگار کسی سے اپنے ذکر کی شیرینی چھین لے لہٰذا معصومینؑ سے مروی دعائیں پڑھیں ان کا ترجمہ پڑھیں یا سنیں اور اس پر غور وفکر کریں۔ دعاء کمیل، دعاء عرفہ یہ ساری دعائیں معرفتِ پروردگار کا سمندر ہیں۔

دعاء ابوحمزہ ثمالیؒ میں معصوم علیہ السلام فرماتے ہیں:

"پروردگارا تو مجھے اگر جہنم میں ڈالے گا تو تیرے دشمن خوش ہوں گے۔ اگر جنت میں داخل کرے گا تو تیرے ولی خوش ہوں گے تیرے نبی خوش ہوں گے"۔

کتنا شعور کو بیدار کر دینے والا جملہ ہے بندہ کو خدا سے کس قدر قریب کر دینے والا جملہ ہے۔ دعاؤں کی تلاوت تو کیجیے، دعاؤں پر غور وفکر تو کیجیے۔ یہ شھر اللہ اسی لیے ہے تاکہ ہم اس سے دعا کریں وہ اسے قبول کرے۔ یہ بیت اللہ اسی لیے ہے تاکہ ہم اس کے وسیلہ سے پروردگار کی بارگاہ میں اپنی حاجتیں پیش کریں۔ یہ ذکرِ اہلِ بیتؑ جو ذکر اللہ اسی لیے تاکہ اس کر کا شتہ م

سوال ہی نہیں ہے کہ بارگاہِ پروردگار میں کوئی کربلا کے تین روز کے بھوکے پیاسے مظلوموں کا واسطہ دے کر دعا کرے اور پروردگار اسے رد کر دے۔ واسطہ سرکار سید الشہدا ؑ کا ہو دعا قبول ہوگی۔ کربلا میں امام ؑ کے جتنے انصار تھے سب ہی بارگاہِ پروردگار میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں بڑی شان رکھتے ہیں اور ان کی یہ شان کیوں نہ ہو ان پر تو خود مظلومِ کربلا نے ناز کیا ہے۔ یہ وہ انصار ہیں جو سر و تن میں جدائی کے بعد بھی نصرتِ امام ؑ کے لیے تڑپے یاد کیجیے۔

جب امام ؑ نے آواز بلند کی: اے میرے شیرو! تم کہاں ہو تمھیں حسین ؑ مدد کے لیے پکار رہا ہے۔ روایتیں کہتی ہیں: شہداء کی لاشیں تڑپنے لگیں اور آواز آئی فرزندِ رسول ؐ موت نے مجبور کر دیا ہے ورنہ اگر ہم ہزار بار بھی زندہ کیے جائیں اور قتل ہو جائیں پھر بھی آپ کی نصرت سے باز نہیں آئیں گے۔

ادھر امام ؑ کی آواز بلند ہوئی ادھر جنابِ سید سجاد ؑ عصا کا سہارا لے کر خیمے سے باہر آ گئے۔ زینب ؑ بیمار کا بازو تھام کر کہتی ہیں۔ بیٹا خیمے میں چلو۔

سیدِ سجاد ؑ کہتے ہیں: پھوپھی اماں! دیکھئے میرے بابا ؑ کس مظلومیت سے آوازِ استغاثہ بلند کر رہے ہیں لیکن کوئی جواب نہیں دیتا۔ حسین ؑ نے جب بیمار فرزند کو اس عالم میں دیکھا خیمہ کے قریب آئے بہن سے کہا زینب ؑ سیدِ سجاد ؑ کو خیمہ میں لے جاؤ۔ یہ بہت بیمار ہیں۔ میں کہوں گا: مولا ابھی کہاں جب گیارہویں محرم آئے گی ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گی پیروں میں بیڑیاں ہوں گی گلے میں خاردار طوق ہوگا۔

اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى قَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ

عظمتِ شہر اللہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْیَتِہٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِیْنَ وَعَجَزَتْ عَنْ نَعْتِہٖ اَوْھَامُ الْوَاصِفِیْنَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَیْرِ الْمُبَشِّرِیْنَ وَالْمُنْذِرِیْنَ الْمَکِّیِّ الْمَدَنِیِّ الْقَرَشِیِّ الْعَرَبِیِّ الْھَاشِمِیِّ وَعَلٰی خَلِیْفَتِہٖ سَیِّدِ الْوَصِیِّیْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰی شَمْسِ الضُّحٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلوات)

وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْمَظْلُوْمِیْنَ الْغُرِّ الْمَیَامِیْنِ سِیَّمَا بَقِیَّۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِیْنَ رُوْحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِیْنَ فِیْ مَقْدَمِہِ الْفِدَاءِ وَاللَّعْنَۃُ الدَّائِمَۃُ عَلٰی اَعْدَائِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰی قِیَامِ یَوْمِ الدِّیْنِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فَاطِمَۃَ وَاَبِیْھَا وَبَعْلِھَا وَبَنِیْھَا وَ سِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِیْھَا

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آبَائِهٖ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِيْ كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَّحَافِظًا وَّقَائِدًا وَّنَاصِرًا وَّدَلِيْلًا وَّعَيْنًا حَتّٰى تُسْكِنَهٗ اَرْضَكَ طَوْعًا وَّتُمَتِّعَهٗ فِيْهَا طَوِيْلًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝

صحیفۂ سجادیہ میں مولا امام زین العابدین علیہ السلام ماہِ رمضان المبارک کو سلام کہتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عِيْدَ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ

"سلام ہو تم پر اے ماہِ مبارک جو اللہ کے خاص بندوں کے لیے عید بن کر آتا ہے"۔

ماہِ مبارک میں اپنے شب و روز کو پروردگار کے لیے وقف کر دیجئے۔ اس مہینہ کی برکتیں زیادہ ہیں تو شرائط بھی زیادہ ہیں۔ اس مہینہ میں بندوں پر خدا کی رحمت زیادہ ہے تو اس مہینہ کا احترام بھی زیادہ ہے اور اس مہینہ کی رحمات و برکات سے وہی مستفیض ہوگا جو اس مہینہ کا احترام کرے گا۔ اس کی عظمت و اہمیت کو سمجھیے باقی مہینوں میں اور اس مہینہ میں بہت فرق ہے۔ یہ مہینہ تمام مہینوں کا سردار ہے اس مہینہ کی یہ عظمت ہے کہ اگر کوئی ایک واجب نماز پڑھے گا تو پروردگار اسے ستر نمازوں کا ثواب عطا کرتا ہے۔ ایک آیت پڑھ لے تو خدا اسے ختمِ قرآن کا ثوا

عطا کرتا ہے۔ حدیثوں میں وارد ہوا ہے جو شخص اس مہینہ میں لوگوں کے ساتھ، اپنے اہل و عیال کے ساتھ، اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ شفقت سے پیش آئے گا پروردگار روزِ محشر اس کے لیے پل صراط کو آسان کر دے گا

پروردگار ارشاد فرما رہا ہے:

”ہم نے تم پر روزہ فرض قرار دیا ہے جیسے تم سے پچھلی والی امتوں پر فرض کیا تھا تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ تا کہ تم صاحبِ تقویٰ بن جاؤ“۔

انسان جب مقامِ تقویٰ پر پہنچ جاتا ہے اس کی نظروں سے سارے حجابات ہٹ جاتے ہیں۔ وہ یہیں بیٹھ کر عالمِ برزخ کا مشاہدہ کیا کرتا ہے۔

تقویٰ انسان کو بصیرت عطا کرتا ہے۔ بصارت اور بصیرت میں بہت فرق ہے۔ بصارت آنکھوں کی روشنی کو کہتے ہیں اور بصیرت دل کی روشنی کو کہتے ہیں۔

کل ہم نے آپ کے سامنے اسبابِ گمراہی بیان کیے تھے جن میں سے ایک مالِ حرام سے شکم پُری ہے۔ جہاں سے ملا جیسے ملا پیٹ میں ڈال لیا۔ بابا خدا نے عقل دی ہے خدا نے سوچنے سمجھنے اور اچھے برے میں تمیز کرنے کی طاقت دی ہے۔

آپ دیکھیں انسان اپنا کیا مزاج بنا لیتا ہے۔ جب پروردگار اسے نعمتوں سے نوازتا ہے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتا ہے پروردگار نے میری توہین کر دی اس نے مجھے پریشانی میں ڈال دیا۔ پروردگار کہتا ہے یہ مصیبتیں ہم نے نہیں ڈالیں تم نے خود ہی اپنے کو مصیبتوں میں ڈالا ہے۔ تم یتیموں، مسکینوں کا مال کیوں کھاتے ہو۔ ہم نے تمھیں طرح طرح کی نعمتیں دیں تا کہ تم یتیموں، مسکینوں، بیواؤں اور ضرورت مندوں کا خیال رکھو لیکن تم غافل رہے تم نے

اپنے رزق کو خود روکا ہے اسلام انفرادیت کو پسند نہیں کرتا اسلام اسے دوست نہیں رکھتا کہ صرف اپنا بنے چاہے کسی کا بگڑتا رہے اپنا بھلا ہو چاہے سماج برباد ہو جائے چاہے معاشرہ خراب ہوتا رہے لیکن یہ انسان ہے جو اپنے لیے جمع کرتا رہا جو ملا اسے سمیٹا گیا۔ نہ پڑوسی کا خیال نہ یتیموں کا خیال نہ مسکینوں کا خیال نہ واجبات کا خیال نہ محرمات کا خیال بس جمع کرتے رہو جمع بھی کرتا جا رہا ہے اور هَل مِن مَّزِيدٍ هَل مِن مَّزِيدٍ بھی کرتا رہتا ہے۔

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ (التکاثر: آیت ۲ تا ۴)

یہاں تک کہ قبر کی منزل آ گئی یہی وہ منزل ہے جہاں انسان سے سوال ہوتا ہے تم سے واجبات اور محرمات کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ تم نے نماز کیوں نہیں سیکھی؟ تم نے قرآن پڑھنا کیوں نہیں سیکھا؟ شریعت نے کیا واجب قرار دیا ہے کیسے واجب قرار دیا ہے کم از کم روزمرہ کے مسائل کا علم حاصل کرنا تو ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے۔ مسئلہ نہیں پتہ ہے کسی سے معلوم کرے نہیں پتہ ہے مطالعہ کرے آج کل تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ مجتہدین کی ویب سائٹس ہیں ان پر جا کر سوال کیا جا سکتا ہے ہو سکتا ہے کوئی ایسا مسئلہ بھی پیش آ جائے جو توضیح المسائل میں نہ ہو تو استفتاء اور استفسار کس لیے ہے۔

قرآن کہتا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل: ۴۳ ؛ الانبیاء: ۷)

”اگر تم نہیں جانتے تو تو اہلِ ذکر سے پوچھو“۔

پہلی چیز جس سے انسان گمراہ ہوتا ہے وہ ہے شکم۔ دوسری چیز جنسی بے راہ روی اور تیسری چیز جو انسان کو گمراہ کرتی ہے جو انسانی ضلالت کا سبب بنتی ہے حدیثیں کہتی ہیں وہ انسان کی زبان ہے۔ اگر اسے کنٹرول میں رکھا جائے تو انسان کئی قسم کے مفاسد سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ

"حقیقی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"۔

یہ نہیں فرمایا شیعہ محفوظ رہیں، یہ نہیں فرمایا سُنّی محفوظ رہیں۔ نہیں نظریات اختلافات اپنی جگہ لیکن رسولؐ سارے مسلمانوں کو متحد دیکھنا چاہتے ہیں اب جو بھی کسی دوسرے مسلمان کو نقصان پہنچائے خود کو سنی کہے یا شیعہ رسولؐ کی نظر میں وہ مسلمان بھی نہیں ہے۔ (صلواۃ)

زبان کو کنٹرول میں رکھئے یہ روزہ اسی لیے ہے تاکہ انسان زبان کو کنٹرول میں رکھنا سیکھ جائے۔ مبطلاتِ روزہ میں سے ایک اللہ، رسولؐ یا معصومینؑ کی طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت دینا بھی ہے یعنی اگر آپ اللہ، رسولؐ، یا معصومینؑ کی طرف ان باتوں کی نسبت دیتے ہیں جن کا ان سے تعلق نہیں ہے تو آپ کا روزہ باطل ہے لہٰذا جو بات معلوم ہے اسی کے بارے میں بولیں جو نہیں پتہ ہے اس کے بارے میں کہہ دیں نہیں پتہ۔ خاموش رہیں یہی بہتر ہے۔ ضروری نہیں کہ انسان کو ہر بات معلوم ہو۔ ایک انسان کتنے علوم حاصل کرسکتا ہے؟ وہ جو علم حاصل کیے ہوا ہے اس کے بارے میں بھی دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں اس علم کا اول و آخر سب جانتا ہوں۔ وہ

تو بس ایک ہی تھا جس نے دعویٰ کیا تھا:

"پوچھو پوچھو جو چاہو پوچھ لو بے شک! میں زمین سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں"۔ (صلواۃ)

ضروری نہیں کہ انسان کو ہر بات معلوم ہو لہٰذا صاف صاف کہہ دے میں نہیں جانتا۔ مولائے کائنات ؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"تمھیں بات کا علم نہیں اس کے بارے میں "لَا اَدرِی" (یعنی نہیں جانتا) کہنا نصفِ علم ہے"۔

اس میں کوئی توہین نہیں ہے۔ اس میں کوئی بے عزتی نہیں ہے۔ اس میں کوئی رسوائی نہیں ہے لوگ تعریف ہی کریں گے کہ دیکھو جو نہیں معلوم تھا اس کے بارے میں صاف کہہ دیا نہیں معلوم رسوائی تو یہ ہے کہ معلوم نہیں ہے لیکن بولے چلے جا رہا ہے یہ دنیا کی بھی رسوائی ہے آخرت کی بھی رسوائی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ زبان کا استعمال منع ہے نہیں زبان کھولیے لیکن ضرورت کے مطابق زبان کھولیے اس سے برائی ہے تو اچھائی بھی اسی سے ہے۔ اگر یہی زبان گالی گلوچ کرے تو یہ زبان کا زوال ہے اور اگر یہی زبان ذکرِ اہلِ بیت ؑ کرے تو یہ زبان کا کمال ہے۔

(نعرۂ حیدری، صلواۃ)

یہ میں نہیں کہتا رسول ؐ نے فرمایا ہے:

زَيِّنُوا مَجَالِسَكُمْ بِذِكْرِ عَلِيِ ابنِ اَبِي طَالِبٍ لِاَنَّ ذِكْرَهٗ ذِكْرِي وَذِكْرِي ذِكْرُ اللّٰهِ وَذِكْرُ اللّٰهِ عِبَادَةٌ

"تم اپنی مجلسوں کو زینت دو علی ابن ابی طالب ؑ کے ذکر سے کیونکہ علی ؑ کا ذکر میرا ذکر، میرا ذکر خدا کا ذکر، اور خدا کا ذکر

عبادت ہے"۔

یعنی زبان اگر غیبت کرے تو حرام ،زبان اگر چغلی کرے تو حرام ،زبان اگر فحش باتیں کرے تو حرام زبان اگر گالم گلوچ کرے تو حرام لیکن اگر یہی زبان تلاوتِ قرآن کرے تو عبادت۔ اب یہ تلاوت چاہے قرآنِ صامت کی ہو یا قرآنِ ناطق کی۔(نعرہ حیدری،صلواۃ)

اسلام انسان سازی کا مذہب ہے۔ اگر کامیابی چاہیے اسلام کے پرچم کے سایہ میں آجاؤ دنیا کی بھی سعادت ملے گی ،آخرت کی بھی سعادت ملے گی

اگر منزلِ تقویٰ پر آنا ہے تو زبان کا صحیح استعمال کرنا ہوگا اور روزہ کا تقویٰ کے ساتھ بڑا گہرا ربط ہے۔ روزہ شکم کی طہارت بھی سکھاتا ہے۔ زبان کی طہارت بھی سکھاتا ہے۔ زبان کا سب سے بڑا کمال ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے حق بات بولنا ہے مولائے کائناتؑ کے غلام حضرت قنبرؓ حجاج ابنِ یوسفِ ثقفی کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ دنیا دیکھے علیؑ کی محبت ظالم بادشاہ کے سامنے کیسی جرأت بخشتی ہے قنبرؓ کو بھرے دربار میں لایا گیا اور کہا گیا تمھیں علیؑ کے خلاف بولنا ہے ورنہ تمھاری جان بچ نہیں پائے گی۔

جواب دیا: اے دشمنِ خدا! میں اس زندگی کو لے کر کیا کروں گا جو علیؑ کے خلاف بولے تجھے جان لینا ہے لے لے لیکن میں علیؑ کے خلاف نہیں بول سکتا۔

حجاج کہتا ہے: تم علیؑ کی کیا خدمت کیا کرتے تھے؟

فرمایا: میرا کام یہ ہوتا تھا کہ جب مولاؑ وضو کرنا چاہتے تھے تو میں پانی کا ظرف لاکر رکھتا تھا۔

کہا: اور کیا خدمت کرتے تھے؟

فرمایا: میں اپنے مولاؑ کے لیے مصلیٰ بچھایا کرتا تھا۔

کہا: تمھارے مولاؑ کی تمھارے ساتھ رفتار کیسی تھی، ان کا تمھارے ساتھ کیا سلوک تھا؟

فرمایا: میرے مولاؑ کا سلوک پوچھتے ہو خود خشک کھایا کرتے تھے مجھے اچھا کھانا کھلاتے تھے۔

حجاج ملعون کہتا ہے: مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور یہ بتاؤ تم کس طرح قتل ہونا چاہو گے؟

فرمایا: تم جس طرح چاہو قتل کرو، کیونکہ میرے مولاؑ نے مجھ سے فرمایا تھا: قنبرؓ! جس طرح تو قتل ہوگا تیرا قاتل بھی اسی طرح قتل کیا جائے گا۔ (صلواۃ)

یہ ہے علیؑ کی غلامی جو ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولتی ہے سچی غلامی تو وہی ہے جو آقا کا رنگ لے لے اس لیے کہ جب لوہا آگ میں گرم ہو جاتا ہے تو وہ بھی آگ معلوم ہوتا ہے، جو آگ کا کام ہے، وہی اس کا کام بھی ہو جاتا ہے، جو آگ کا رنگ ہوتا ہے وہی اس کا رنگ بھی ہو جاتا ہے لوہے کا رنگ سرخ نہیں تھا لیکن چونکہ اس نے آگ کا رنگ لے لیا اس لیے یہ بھی سرخ ہو گیا۔ لوہے کا کام جلانا نہیں تھا لیکن چونکہ اس نے پوری طرح آگ کا اثر لے لیا ہے اس لیے یہ بھی جلا رہا ہے۔ جو مولاؑ کے سچے عاشق ہوا کرتے ہیں مولاؑ انھیں اپنے صفات عطا کر دیا کرتے ہیں۔ مولاؑ انھیں اپنی جرأت عطا کر دیا کرتے ہیں، بے باکی عطا کر دیا کرتے ہیں شجاعت عطا کر دیا کرتے ہیں ایسی غلامی پیدا کیجیے کہ لوگ آپ کو دیکھ کر مولاؑ کو یاد کریں کہ غلاموں کی یہ شان ہے تو آقا کی کیا شان ہوگی۔ (صلواۃ)

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ زبان کو کنٹرول میں رکھنا ضروری ہے۔ ایک شخص

پیغمبر اسلام کی خدمت میں آ کر عرض کرتا ہے: یا رسول اللہ! مجھے کچھ نصیحتیں فرمایئے۔

فرمایا: اپنی زبان کی حفاظت کرو۔

وہ چلا گیا تھوڑی دیر بعد پھر آیا جیسے ہمارے بھی ہوتا ہے مسئلہ پوچھ کر گئے اور تھوڑی دیر بعد چکر کاٹتے ہوئے پھر وہی مسئلہ لے کر چلے آرہے ہیں۔ آیا اور کہتا ہے: یا رسول اللہ! کچھ نصیحت فرمایئے۔

فرمایا: اپنی زبان کی حفاظت کرو۔

تیسری مرتبہ پھر آتا ہے اور یہی کہتا ہے: یا رسول اللہ! کچھ نصیحت کیجیے

فرمایا: مجھے تیرے حال پر تعجب ہے۔ میں نے کہا اپنی زبان کی حفاظت کر کیونکہ جہنمیوں میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہوگی جنہوں نے اپنی زبان کی حفاظت نہیں کی۔ روزہ اسی بات کی ٹریننگ ہے، روزہ اسی کی تربیت کرتا ہے کہ زبان کو ذکرِ خدا، ذکرِ رسولؐ ذکرِ اہلِ بیتؑ، تلاوتِ قرآن اور اچھی باتوں کے لیے استعمال کرو اسے غیبت سے بچاؤ، اسے بہتان سے بچاؤ، اسے فتنہ انگیزی سے بچاؤ، کیونکہ یہ آلِ محمدؐ کے دوستوں کے صفات نہیں ہیں۔ ان کے دشمنوں کے صفات ہیں۔ (صلواۃ)

ارشادِ پروردگار ہوا: تم سب پر روزہ فرض ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ: ۱۸۵)

"تم میں سے جو بھی ماہِ رمضان میں حاضر ہو"۔

یعنی ماہِ رمضان میں جس میں بھی روزہ کے شرائط پائے جائیں اس پر روزہ واجب ہے۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

(البقرہ: ۱۸۵)

''اسے چاہیے کہ آنے والے مہینوں میں ان روزوں کو رکھے''۔

یہاں پر ایک بات واضح کر دوں کہ مشہور یہ ہے کہ لڑکا پندرہ سال میں اور لڑکی نو سال میں بالغ ہوتی ہے لیکن ایسا ضروری نہیں ہے۔ اگر کوئی لڑکا چودہ سال کی عمر میں ہی بالغ ہو گیا یا اگر کوئی لڑکی نو سال سے پہلے بالغ ہو گئی تو روزہ واجب ہو جائے گا پھر روزہ کے وجوب کے لیے پندرہ سال یا نو سال مکمل ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اس مقام پر ایک اور بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ اگر کسی کا پیشہ ہی سفر کرنا ہے مثلاً وہ driver ہے تو اُس کا روزہ قصر نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص ظہر سے پہلے اپنے وطن یا جہاں وہ مستقل رہتا ہے پہنچ جائے تو روزہ قصر نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی ظہر کے بعد سفر شروع کرتا ہے تو روزہ مکمل کرے گا یعنی جب وقت ہو تب افطار کرے گا۔ یہ وہ حالات ہیں جہاں ممکن ہے نماز قصر ہو لیکن روزہ قصر نہیں ہے اب یہاں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ نماز قصر ہے تو روزہ بھی قصر ہے نہیں ایسے حالات میں روزہ مکمل کرنا ہوگا۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ شریعت کو طبیعت کی طرف موڑو، اسلام کہتا ہے طبیعت کو شریعت کی طرف موڑو!

شریعت نے انھیں باتوں جن سے انسان کا نقصان ہے اور انھیں باتوں کا حکم دیا ہے جس سے انسان کا فائدہ ہے تو ایک بات یہ ہوئی کہ جس کا پیشہ سفر کرنا ہو ان کا روزہ قصر نہیں ہے۔ ایک اور لوگ ہیں جن کا پیشہ تو سفر کرنا نہیں ہے لیکن کاروبار کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے دور دراز جانا پڑتا ہے انھیں بھی پوری نماز پڑھنی ہے اور ماہِ مبارک میں ہی روزہ رکھنا ہے۔

یہ دو قسم کے لوگ ہوئے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو کارِ معصیت یعنی کسی گناہ کے ارادہ سے سفر کر رہے ہیں، ان کے لیے بھی روزہ قصر نہیں ہے انھیں بھی پورا روزہ

رکھنا ہوگا، مثلاً وہ کسی کو قتل کرنے کے ارادہ سے جا رہا ہے یا شراب خریدنے کے ارادہ سے جا رہا ہے اسے پوری نماز بھی پڑھنی پڑے گی اور پورا روزہ بھی رکھنا پڑے گا اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے فریضہ سے بچنے کے لیے سفر کرنا چاہ رہا ہے مثلاً بیوی بچوں کے حقوق ہیں ان سے بچنے کے لیے سفر کر رہا ہے اسلام کہتا ہے جاؤ پورا روزہ رکھو اسی طرح اگر کوئی عورت ہے وہ شوہر کے حقوق سے فرار کرنے کے لیے سفر کرے اسلام کہتا ہے جس طرح ہم عورت کے حقوق کے محافظ ہیں مرد کے حقوق کے بھی محافظ، اسے بھی پورا روزہ رکھنا پڑے گا۔

جیسے حقوق سے فرار کرنا درست نہیں اسی طرح قرض ادا کرنے سے بھی فرار کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا راہِ خیر کے ڈاکوؤں پر لعنت کرے"۔

لوگوں نے سوال کیا: یا بن رسول اللہ! راہِ خیر کے ڈاکو کون ہیں؟

فرمایا: جو کسی سے قرض لے کر فرار کرتے ہیں ان کی وجہ سے قرض دینے والا آیندہ کسی کو قرض دینے سے ہچکچاتا ہے۔ قرض دینے کا ثواب صدقہ دینے سے زیادہ ہے۔ صدقہ پر دس نیکیوں کا ثواب ہے لیکن قرضہ پر اٹھارہ نیکیوں کا ثواب ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ اگر واجب نماز پڑھنے جا رہے ہو اور قرض دہندہ تم سے قرض ادا کرنے کو کہے اور تم ادا بھی کر سکتے ہو اور نماز قضا بھی نہیں ہو رہی ہے تو پہلے قرض ادا کرو بعد میں نماز پڑھنا۔ غور فرما رہے ہیں آپ ایک شخص کا جنازہ رکھا ہوا ہے رسولؐ نماز نہیں پڑھاتے۔

اصحاب نے پوچھا: یا رسولؐ اللہ! نماز نہ پڑھانے کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: اس شخص پر کئی لوگوں کا قرض ہے۔

مولا علیؑ نے بڑھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کا قرض میں ادا کروں گا۔ اس کے بعد رسولؐ نے نماز پڑھائی۔ رسولؐ نے قرض ادا کرنے کی اہمیت بتائی، علیؑ نے مشکل کشائی دکھائی۔ (صلواۃ)

اسلام نے دونوں طرف دھیان دیا ہے قرض دینے والے سے کہا کہ اگر اس کے پاس استطاعت نہیں ہے تو مطالبہ نہ کرو اور قرض لینے والے سے کہا کہ جب تمھاری استطاعت ہو جائے تو قرض لوٹانے میں تاخیر نہ کرو۔

اگر آپ نے قرض کی ادائگی سے بچنے کے لیے سفر اختیار کیا اور اس کی وجہ سے ایک مومن کا نقصان ہو رہا ہے اسلام کہتا ہے یہ سفر سفرِ معصیت ہے لہٰذا آپ کو پورا روزہ رکھنا پڑے گا۔ تو جس کا پیشہ ہی سفر ہے یا جو حالتِ سفر میں رہتا ہے یا جو معصیت کے لیے سفر کر رہا ہے ایسے شخص کو نماز بھی پوری پڑھنی پڑے گی اور روزہ بھی پورا رکھنا پڑے گا۔ قرض کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر کوئی شخص شہید بھی ہو جائے اور وہ مقروض ہے تو جب تک قرض دینے والا اسے معاف نہیں کرے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اللہ اپنے حقوق تو معاف کر سکتا ہے بندوں کے حقوق کو معاف نہیں کرے گا جب تک خود وہ بندہ معاف نہ کر دے لہٰذا ان باتوں کو چھوٹی باتیں نہ سمجھیں ہمارے لیے وہی باتیں بہت بڑے خسارہ کا سبب بن سکتی ہیں جنھیں ہم چھوٹی چھوٹی باتیں سمجھتے ہیں جیسے غیبت، ارے اگر کوئی اس کے نقصان کو سمجھ جائے تو کبھی غیبت نہ کرے۔

روزِ محشر بہت سارے لوگ بارگاہِ پروردگار میں شکوہ کریں گے: پروردگار! یہ ہماری فائل کس سے بدل گئی؟ میں نے تو بہت سارے اعمالِ خیر کیے تھے ان کا اس میں کہیں پتہ نہیں اور جو گناہ ہم نے کیے بھی نہیں تھے وہ سب اس فائل میں

بھرے پڑے ہیں؟ آواز آئے گی: تم دنیا میں غیبت کیا کرتے تھے ہم نے اس کی سزا میں تمھارے اچھے اعمال جس کی غیبت کی گئی اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیے اور اس کے بُرے اعمال تمھارے نامۂ اعمال میں لکھ دیے ہیں۔

تو عزیزو!

ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہت دھیان دینے کی ضرورت ہے اس لیے کہ ہم جنت میں درخت لگاتے بھی بہت ہیں، انھیں جلاتے بھی بہت ہیں، سارے اعمال رکھے رہ جائیں گے اگر کسی کا حق غصب کر کے مر گئے۔

بس یہیں پر جی چاہتا ہے عرض کروں کہ اگر کوئی عام مومن کا حق غصب کر کے مر جائے تو وہ جنت میں نہیں داخل ہو سکتا تو جو پورا کا پورا اجرِ رسالت ہی ادا نہ کرے اور مر جائے تو وہ کیسے جنت میں جا سکتا ہے۔ پہلے کر لو حاجیو اجرِ رسالت تو آپ سنتے ہیں تاکہ مقروض کو حج پر نہ جانا چاہیے۔

(نعرۂ حیدری، صلواۃ)

جب تک کوئی اجرِ رسالت ادا نہیں کرے گا جنت میں جانے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ اجرِ رسالت کا مطالبہ محشر میں بھی ہوگا کہ اے مسلمانو! تم نے آلِ رسولؐ جن کی مودت کا تمھیں حکم دیا گیا تھا ان کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا۔ شیعہ، سُنّی دونوں فرقوں کی کتابوں میں ہے کہ جب محشر کا ہنگام بپا ہوگا۔

آوازِ غیبی آئے: گی اے اہلِ محشر!

غُضُّوا اَبصَارَکُم...

''اپنی اپنی آنکھوں کو بند کر لو اور اپنی نظروں کو جھکا لو اس لیے

کہ فاطمہؑ بنتِ محمدؐ کی سواری آرہی ہے"۔

بی بیؑ آکر فریاد کریں گی پروردگارا کیا یہی اجرِ رسالت ہے کہ میرا گھر اجڑ گیا، میری آلؑ کو تہِ تیغ کیا گیا، میرے لعل حسینؑ کو کربلا کے میدان میں تین روز کا بھوکا پیاسا ذبح کیا گیا۔ آواز آئے گی: اے بنتِ رسولؐ کربلا کے ہر شہید سے کہیے کہ اپنے اپنے قاتلوں کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھڑے ہو جائیں۔

بی بیؑ عرض کریں گی: پروردگارا! شہدا کی فہرست میں ایک ایسا شہید بھی ہے جو اپنے قاتل کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ ہائے میرا ششماہا علی اصغرؑ!

آلا لَعنَةُ اللهِ عَلیٰ قَومِ الظّٰلِمِینَ

عظمتِ امامِ حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْیَتِہٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِیْنَ وَعَجِزَتْ عَنْ نَعْتِہٖ اَوْھَامُ الْوَاصِفِیْنَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَیْرِ الْمُبَشِّرِیْنَ وَالْمُنْذِرِیْنَ الْمَکِّیِّ الْمَدَنِیِّ الْقُرَشِیِّ الْعَرَبِیِّ الْھَاشِمِیِّ وَعَلٰی خَلِیْفَتِہٖ سَیِّدِ الْوَصِیِّیْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰی شَمْسِ الضُّحٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلواۃ)

وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْمَظْلُوْمِیْنَ الْغُرِّ الْمَیَامِیْنِ سِیَّمَا بَقِیَّۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِیْنَ رُوْحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِیْنَ فِیْ مَقْدَمِہِ الْفِدَاءِ وَاللَّعْنَۃُ الدَّائِمَۃُ عَلٰی اَعْدَائِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰی قِیَامِ یَوْمِ الدِّیْنِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فَاطِمَۃَ وَاَبِیْھَا وَبَعْلِھَا وَبَنِیْھَا وَسِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِیْھَا۔

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آبَائِهِ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِيْ كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَحَافِظاً وَقَائِداً وَنَاصِراً وَدَلِيلًا وَعَيْناً حَتّٰى تُسْكِنَهُ أَرْضَكَ طَوْعاً وَتُمَتِّعَهُ فِيْهَا طَوِيلًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ (صلواۃ)

پروردگارِ عالم آپ حضرات کی توفیقات میں اضافہ فرمائے، آپ کی حاجتوں کو قبول فرمائے، آپ کے گناہوں کو معاف فرمائے، تمام مرحومین کے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمارے امامؑ کے ظہور میں تعجیل فرمائے (آمین!)۔ (صلواۃ)

آج سے آئندہ چند دنوں کے درمیان ہماری گفتگو نواسۂ رسولؐ، جانِ فاطمہ زہراؑ، نورِ عینِ علیؑ حضرت امام حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام کی شان میں ہوگی اس امید کے ساتھ کہ پروردگار ہمیں آپؑ کا کرم نصیب فرمائے گا کیونکہ اس معصوم کے جملہ القاب میں سے ایک مشہور لقب "کریم اہلِ بیتؑ" بھی ہے۔ (صلواۃ)

پیغمبرِ اسلامؐ کو آپؑ سے کتنی محبت تھی اس کے نمونے دنیا سے چھپے نہیں ہیں سب نے دیکھا کہ رسولؐ کبھی ان کو اپنی پشت پر سوار کر رہے ہیں کبھی ان کے دہن کا بوسہ لے رہے ہیں کبھی خطبہ میں ان کی عظمت بیان فرما رہے ہیں لیکن میں اتنا ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ محبت نانا اور نواسہ کی محبت نہیں تھی کہ جیسے ہر نانا اپنے نواسہ کو چاہتا ہے ویسے ہی پیغمبرؐ بھی اپنے نواسہ کو چاہتے تھے بلکہ پیغمبرؐ کا یہ عمل نانا کا عمل

نہیں رسالت کا عمل تھا جس رسولؐ کی حیاتِ طیبہ کا کوئی عمل مرضیِ پروردگار سے ہٹ کر نہیں اس کی یہ محبت بھی "رشتہ داری" کی بنا پر نہیں ذمّہ داری کی بنا پر ہے۔ (صلواۃ)

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم: ۳-۴) کی آیت بڑھ کر یہ آواز دے گی کہ پیغمبرؐ کی طرف سے عطا کیے گئے القاب اور آپؐ کی امامؑ سے محبت بھی اگر کوئی رشتہ داری سمجھ رہا ہے تو اسے دوبارہ کلمہ پڑھ لینا چاہیے اس لیے کہ پیغمبرؐ وہی کرتے ہیں جو "وحی" ہو اور وہی کرتے ہیں جو "وحی" ہو یعنی ان کا کرنا بھی خدا کی مرضی سے ہوتا ہے اور ان کا کہنا بھی خدا کی مرضی سے ہوتا ہے۔

اور اس بات کو ایک عام انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ نواسہ سے محبت ہو وہ اسے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کہہ سکتا ہے قوتِ بازو کہہ سکتا ہے دل کا چین کہہ سکتا ہے لیکن اسے جنّت کے جوانوں کی سرداری نہیں دے سکتا اس لیے کہ جنت کسی کی ملکیت نہیں اسے خدا نے بنایا ہے لیکن رسولؐ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فرما کر یہ بتا رہے ہیں کہ جنت بنائی خدا نے ہے لیکن اس نے اس کی سرداری میرے نواسوں کو دی ہے۔

عام سواریوں پر کوئی بھی سوار ہو سکتا ہے لیکن دوشِ رسولؐ کے شہسوار حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ یہ بات کوئی معمولی ہوتی تو پھر اوروں کو بھی یہ شرف کیوں نہ ملا یہی تو وجہ ہے کہ جب لوگوں نے دوشِ رسولؐ کی بلندی پر دیکھا تو کہا کتنی اچھی سواری ہے فوراً حضورؐ نے فرمایا "سوار بھی تو کتنے اچھے ہیں"۔ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

پیغمبرؐ نے اپنے دوش پر بٹھا کر، اپنی زلفیں انھیں تھما کر یہ واضح کر دیا دین کا نظام ان سے چلے گا جن کے ہاتھوں میں میری زلفیں ہیں کسی اور سے نہیں اور اس

سلسلہ میں پہلا معیار مولائے متقیان علی ابن ابی طالبؑ کو بنایا اور فرمایا:

عَلِیٌّ مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ

"علیؑ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں"۔

یعنی میرے بعد اگر میری سیرت چاہیے تو علیؑ کے در پر جانا کسی اور کے در پر نہیں۔ یہ پہلا نمونہ تھا اور دوسرا نمونہ شہزادی عصمت و طہارت حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی ذات ہے۔ فرمایا:

فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّی

"فاطمہؑ میرا جزء ہیں"۔

یعنی فاطمہؑ میری رسالت کا حصّہ ہیں، فاطمہؑ میری شریعت کا حصّہ ہیں، فاطمہؑ میرے قانون کا حصّہ ہیں، فاطمہؑ میرے آئین کا حصّہ ہیں، فاطمہؑ میرے لائحہ عمل کا حصّہ ہیں، میری عظمت کا حصّہ ہیں، میری جلالت کا حصّہ ہیں، میری طہارت کا حصّہ ہیں یعنی پیغمبرؐ نے اس ایک جملہ میں فرما دیا میرے وجود کے دائرہ میں جو کچھ ہے فاطمہؑ اس میں شریک ہیں۔ (صلوات)

جب بات آ گئی ہے تو ایک جملہ عرض کرتا چلوں۔ امیر المومنینؑ کی بہت شان ہے وہ شان و منزلت ہے کہ نہ کوئی تصور کر سکتا ہے نہ کوئی بیان کر سکتا ہے لیکن اس شرف میں بی بیؑ سب سے ممتاز ہیں کہ جب آپ تشریف لاتیں تو حضورؐ احترام کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور اس وقت تک نہیں بیٹھا کرتے تھے جب تک بی بیؑ آپ کی جگہ پر نہ بیٹھ جاتی تھیں اور ہمارے استاد آیۃ اللہ حسین مظاہری دام ظلہ العالی فرماتے ہیں کہ حضورؐ کبھی جناب سیدہؑ کی طرف پشت کر کے نہیں چلے۔ یہ کیوں؟ عظمتِ سیدہ کو بتانے کے لیے، فرمایا:

مَن آذَاهَا فَقَدْ آذَانِي

"جس نے سیدہ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے فاطمہ کو اذیت دی"۔

فاطمہ دین کی ذمہ دار کا نام ہے، فاطمہ شریعت کی ذمہ دار کا نام ہے اور یہ امتیاز سیدہ ہی تو ہے کہ پروردگار نے مردوں کی ہدایت کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار معصوم بھیجے لیکن عورتوں کے لیے نمونہ عمل معصومہ کونین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ شاید اسی منصب کی وجہ سے پیغمبر احترام فاطمہ کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے بیٹی کی حیثیت سے نہیں، فاطمہ کا احترام رسالت کا جزء ہونے کی حیثیت سے تھا۔ (صلواۃ)

اگر یہ احترام بیٹی ہونے کی حیثیت سے ہوتا تو پھر ہر مسلمان کے لیے یہ ضروری ہو جاتا کہ جب بھی اس کی بیٹی سامنے آئے وہ احترام کے لیے کھڑا ہو جائے۔ تو یہ دوسرا نمونہ تھا تیسرے اور چوتھے نمونہ ہدایت کا نام حسن و حسین ہے فرمایا:

إِبْنَايَ هٰذَانِ إِمَامَانِ قَامَا أَوْ قَعَدَا

"میرے یہ دونوں بیٹے امام ہیں خواہ کھڑے ہو جائیں یا بیٹھ جائیں"۔

اب کچھ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ چار سال اور پانچ سال کی عمر میں یہ امام کیسے ہو سکتے ہیں لیکن جو قرآن کے معیار کو سمجھتے ہیں ان کے لیے اس میں کوئی نہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے اس لیے کہ قرآن پڑھنے والے یہ جانتے ہیں کہ جناب عیسیٰ نے ولادت کے بعد دو یا تین روز کی عمر میں ہی گہوارہ سے یہ اعلان کر دیا:

إِنِّي عَبْدُ اللهِ آتَانِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا

"میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبیؐ بنایا ہے"۔

اب میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر تین روز کا بچہ نبی ہو سکتا ہے تو چار یا پانچ سال کا بچہ امام کیوں نہیں ہو سکتا؟ جو پروردگار نبیؐ یا امامؑ بناتا ہے اس کے یہاں عمر معیار نہیں خواہ وہ بچہ ہو، جوان ہو یا بوڑھا ہو وہ ساری زندگی پروردگار کی طرف سے نمونۂ ہدایت ہوا کرتا ہے۔

اب یہاں پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ ٹھیک ہے پروردگار کی طرف سے جو ہدایت کے لیے آتا ہے وہ پیدا ہی نبی یا امام کی حیثیت سے ہوتا ہے۔

"قَامَا اَوْ قَعَدَا" کا کیا مطلب ہے؟

عزیزو!

مطلب یہ ہے کہ رسولؐ کی نظریں مستقبل کو دیکھ رہی تھیں کہ ایک شہزادہ صلح کرے گا اور ایک قیام۔ رسولؐ بتانا چاہتے ہیں میرے نواسوں کے طریقۂ عمل پر اعتراض نہ کرنا حسن کی صلح بھی دین کے لیے ہوگی حسینؑ کا قیام بھی دین کے لیے ہوگا۔ (صلوٰۃ)

معصوم کی نظریں مستقبل پر بھی نظر رکھتی ہیں۔ رسولؐ دیکھ رہے تھے کہ کچھ لوگ یہ کہیں گے ہمیں امام حسنؑ کی صلح سمجھ میں نہیں آئی، کچھ لوگ کہیں گے امام حسینؑ کو کربلا جانے کی کیا ضرورت تھی۔ (معاذ اللہ!)

یہ اعتراضات امام حسنؑ و حسینؑ پر نہیں پروردگار پر ہیں اس لیے کہ یہ معصوم ہیں مرضی پروردگار کے پابند ہیں۔

یاد رکھئے! وہ حالات جو امام حسینؑ کے سامنے پیش آئے اگر وہی حالات امام حسنؑ کے سامنے پیش آتے تو امامؑ کبھی صلح نہ کرتے بلکہ آپ بھی اسی طرح قیام فرماتے جس طرح امام حسینؑ نے فرمایا۔ اس لیے کہ امام بارہ ہیں لیکن نظر ایک، نظریہ ایک، قوم ایک، عمل ایک، رفتار ایک، گفتار ایک اور کیوں نہ ہو جب سب ایک ہی نور سے ہیں۔ (صلواۃ)

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے دور میں حالات کا تقاضا صلح کا ہی تھا اسی لیے آپؑ نے صلح کی۔ چنانچہ امامؑ نے اپنے ایک چاہنے والے سے اس بات کا اظہار بھی کیا کہ اگر تمھاری محبت کرنے والے مجھے صرف تیس افراد ہی مل جاتے تو میں معاویہ کے خلاف قیام کرتا۔ پتہ چلا محبت کا دعویٰ کرنے والے بہت ملتے ہیں لیکن حقیقت میں محبت کرنے والے کچھ ہی ہوتے ہیں۔ امام کو دعوے کی محبت کرنے والوں کی ضرورت نہیں خلوص کی محبت کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا دور وہ دور تھا جس میں بنی عباس کے مظالم انتہا پر تھے حالانکہ یہ لوگ اہلِ بیتؑ کے حق کا نعرہ لگا کر حکومت میں آئے لیکن انھوں نے ساداتِ کرام کو دیواروں میں چنوایا شیعیانِ امیر المومنینؑ کے خون کا گارا بنایا۔ اس دور میں ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا: مولا! بغداد میں آپ کے بہت شیعہ ہیں۔ آپ بنو عباس کے خلاف قیام کیوں نہیں کرتے؟

فرمایا: کہاں ہیں ہمارے شیعہ؟

بولا: ایک تو میں ہی ہوں۔ سامنے تنور روشن تھا۔

فرمایا: اگر میرے شیعہ ہو تو میں تمھیں حکم دیتا ہوں اس تنور میں کود جاؤ۔

کہا: مولا میں نے کیا گناہ کیا ہے میں نے کیا غلطی کی ہے۔ اتنے میں ہارون

علیؑ تشریف لائے، دروازہ پر آنے کی اجازت چاہی ابھی دروازہ ہی پر تھے کہ امامؑ نے فرمایا: ہارون! اس تنور میں کود جاؤ ادھر حکم ہوا ادھر ہارون تنور میں۔

امام علیہ السلام نے غلام سے فرمایا: تنور پر ڈھکن رکھ دو۔

اب امامؑ اس سے پوچھتے ہیں: ہاں بتاؤ بغداد میں شیعوں کے کیا احوال ہیں؟

اب وہ کیا بولتا کیا بتاتا بیٹھا پہلو بدل رہا ہے۔

مولاؑ فرماتے ہیں: کیوں پریشان ہوتے ہو کیا بات ہے؟

بولا مولاؑ آپ کا اچھا خاصا شیعہ آیا تھا اب تو وہ راکھ ہو چکا ہوگا۔ میں اسی کے بارے میں پریشان ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ جا کر تنور کا ڈھکن ہٹاؤ دیکھو ہارونؑ کا کیا ہوا؟

اب جو اس نے ڈھکن ہٹایا تو کیا دیکھا تنور میں انگارے کہاں پھولوں کی سیج ہے جس پر بیٹھ کر ہارونِ مکیؒ تلاوت کر رہے ہیں۔

معصوم کو ایسے مخلص شیعوں کی ضرورت ہے ایسے جاں نثاروں کی ضرورت ہے۔ مولاؑ کے چاہنے والوں اور معاویہ کے چاہنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ جہاں جمعہ کی نماز بدھ کو پڑھائی جائے جہاں اونٹ اور اونٹنی میں تمیز نہ ہو وہاں شریعت اور غیر شریعت میں کیا تمیز ہوگی۔ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

دشمن کا سارا ذہن بس اس بات کی طرف تھا کے کیسے امامؑ سے لوگوں کو دور کیا جائے۔ کس طرح لوگوں کو یہ سمجھا دیا جائے کہ یہ امام نہیں ہیں جاسوس چھوڑے گئے۔ پابندیاں لگائی گئیں، طرح طرح کی پالیسیاں اختیار کی گئیں (ان پالیسیوں کو تفصیل سے کل بیان کروں گا) دشمن نے امامؑ سے لوگوں کو دور کرنے اور امامؑ کے مشن کو روکنے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے اختیار کیے یہاں تک کے کچھ لوگوں کو

درہم و دینار کی لالچ دی گئی ،اپنے گھر میں شادی کرنے کی پیشکش کی گئی۔ یہ سب صرف اس لیے کہ امامؑ کو قتل کرایا جاسکے۔لوگ گروہوں میں بٹے ہوئے تھے کچھ لوگوں کا کام تھا گھوم گھوم کر لوگوں کو بہکانا اور امام حسنؑ کے خلاف لوگوں کو آمادہ کرنا ،کچھ لوگوں کا کام تھا کبھی ادھر رہنا کبھی ادھر رہنا اور بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ کچھ لوگ امامؑ کی بزم میں بھی ایسے تھے جو امامؑ کے طریقۂ عمل پر اعتراض کرتے تھے۔اب آپ پر واضح ہو گیا نا کہ امامؑ نے صلح کیوں کی؟ اپنوں کی بے خبری اور دشمنوں کی سازش اس بات کا سبب بنی کہ امامؑ نے صلح کی۔اگر اپنے لوگ ہوشیار ہوتے ،فرماں بردار ہوتے، حالات پر امامؑ کے فیصلہ کو باقاعدہ تسلیم کرنے والے ہوتے تو حالات کچھ اور ہوتے۔امامؑ کے ساتھ جو لوگ تھے ان میں اکثر ایسے تھے جن پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا جب جنگ کے شعلے بڑھکتے تو یہ لوگ امامؑ کو تنہا چھوڑ دیتے۔

مجھے یاد ہے جب ایران و عراق کی جنگ چل رہی تھی اس وقت ایران کے غیور اور جانباز عوام یہ نعرے لگا رہے تھے:

ما اهلِ کوفه نیستیم، امام تنها بماند

"یعنی ہم کوفہ والے نہیں ہیں جو امام کو تنہا چھوڑ دیں"۔

امام حسن علیہ السلام سے کچھ لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن جنگ کے لیے آپ کے ساتھ نہیں جاسکتے۔ہمیں جینا ہے ہمیں ابھی دنیا میں رہنا ہے۔ہمیں اپنے بیوی بچوں کو دیکھنا ہے۔اب آپ بتائیں ان حالات میں امامؑ کیا جنگ کرتے؟ ایک شجاع قائد کو ایک عظیم قائد کو شجاع اور عظیم قوم کی ضرورت ہوتی ہے۔

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ (محمد: آیت ۷)

"جو لوگ اللہ کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کی مدد کرتا ہے"۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ مدد کے لیے پکار رہا ہے:

هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا کی آواز میں امام مدد کے لیے آواز بلند کر رہا ہے۔

کیا اللہ ہماری مدد کا محتاج ہے؟ کیا امام ہماری مدد کا محتاج ہے نہیں یہاں اپنی ضرورت اور محتاجی کے لیے آواز نہیں بلند کی جارہی ہے لوگوں کو اپنی ذمہ داری اور اپنے فریضہ کی طرف متوجہ کرنے کے لیے آواز بلند کی جارہی ہے۔ (صلواۃ)

ایک سالم معاشرہ فردی اصلاح سے نہیں اجتماعی اصلاح سے قائم ہوتا ہے جب تک اجتماعی سطح پر تبدیلی نہیں آئے گی قومی انقلاب نہیں آسکتا اور قرآنِ مجید نے تو صاف لفظوں میں یہ اعلان کر دیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

امام بھی یہی کرتا ہے وہ ہر کام معجزاتی طور پر نہیں کرتا وہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنے اندر خود تبدیلی پیدا کریں۔ امام کا کام حقائق کو پیش کرنا ہے حق و باطل کا فرق واضح کرنا ہے لوگوں کا کام اسے تسلیم کرنا ہے امام کے نقشِ قدم پر چلنا ہے۔

وہ لوگ کس کام کے جنھوں نے امامؑ کی ردا چھینی، وہ لوگ امامؑ کے سپاہی کیا بنیں گے جنھوں نے امامؑ کا مال غصب کیا، وہ لوگ امامؑ کی فوج میں شامل ہوں گے جنھوں نے امامؑ کو حالتِ سجدہ میں زخمی کیا، تین ماہ تک امامؑ مدائن میں اس زخم کا علاج کراتے رہے۔

عزیزو! توجہ کیجیے جو جملہ عرض کرنے جا رہا ہوں اس پر بہت توجہ
امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر میں صلح نہ کرتا تو صفحۂ ہستی سے شیعیت کا وجود ختم ہو جاتا۔

آج جو آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں آج جو یہ امام بارگاہ ہے یہ ماشاء اللہ "بیت القائم" یہ سب کچھ امام حسنؑ کے صدقہ میں ہے۔ آج دنیا کے گوش و کنار میں جو شیعیت پائی جارہی ہے یہ سب امام حسن مجتبیٰؑ کا فیض ہے۔ (صلواۃ)
اگر امامؑ ان حالات میں جنگ کرتے تو دو حالتیں ہوتیں یا اسیر ہو جاتے یا قتل ہو جاتے۔ اگر اسیر ہو جاتے تو بنو ہاشم کا سارا بھرم پامال ہو جاتا۔

عزیزو!

ایک جملہ عرض کرتا چلوں: جیسے جیسے علم ترقی کرے گا جیسے جیسے دین وسعت پاتا جائے گا ویسے ویسے صلح امام حسنؑ کے فوائد واضح ہوتے چلے جائیں گے۔ کہاں عرب اور کہاں یہ ملک کینیڈا ہزاروں میل کا فاصلہ اور یہاں پر آپ کا وجود اس امام بارگاہ کا وجود امامؑ نے تو اس وقت فرمایا تھا کہ اگر میں صلح نہ کرتا تو کائنات میں شیعت کا وجود باقی نہ رہتا آج ہمارا وجود صدقہ ہے صلح حسنؑ کا، صدقہ ہے قیام حسینؑ کا، معصوم کی حکمت اسلام کی حفاظت کی ضامن ہوا کرتی ہے۔ لوگوں کو سمجھ میں آئے یا نہ آئے میں کیا عرض کروں امام حسنؑ کو جس ملعون نے خنجر سے زخمی کیا اس نے آپ کو کیسے نازیبا کلمات سنائے زبان اس جملہ کو نقل کرتا گوارا نہیں کر رہی ہے۔
کہتا ہے: یَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِیْنَ "اے مومنین کو گمراہ کرنے والے"۔
معاذ اللہ جن کی محبت ایمان ہو ان کے بارے میں یہ کلمات۔

اب آپ بتائیں کہ ایسے حالات میں امامؑ کیسے قیام کرتے اسی لیے آپ نے صلح کی۔ اس صلح میں نہ جانے کتنے اسرار پوشیدہ ہیں اور اسرار کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسرارِ الٰہیہ بعض اوقات نبیوں کو بھی سمجھ میں نہیں آئے۔ آپ نے قرآن مجید میں جنابِ موسیٰؑ و جنابِ خضرؑ کا واقعہ پڑھا ہو گا دونوں دریا کے کنارے ہیں دونوں کو سفر کرنا ہے جنابِ موسیٰؑ جنابِ خضرؑ سے کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ چلنا چاہتے ہیں فرمایا چلیے لیکن میرے کام میں مخل مت ہویئے گا خاموشی سے سفر کیجیے گا۔

سفر شروع ہوا ابھی تھوڑی دیر ہوئی ہیں کہ جنابِ خضرؑ نے کشتی میں سوراخ کر دیا اب جنابِ موسیٰؑ کہاں خاموش بیٹھنے والے کہا یہ آپ نے کیا کیا؟ غیر کے مال میں تصرف ناجائز ہے؟ جنابِ خضرؑ نے کہا: میں نے آپ سے کہا تھا نا آپ میرے کام میں روک ٹوک مت کیجیے گا۔ کہا: اچھا معاف کیجیے اب میں خاموش رہوں گا۔ کشتی سے اترے آگے ایک نوجوان نظر آیا جنابِ خضرؑ نے اسے قتل کر دیا پھر جنابِ موسیٰؑ بگڑے یہ آپ نے کیا کیا اس نوجوان کو کیوں قتل کیا؟

جنابِ خضرؑ نے کہا: یہ دوسری بار ہو گئی فوراً بولے معاف کیجیے اب خاموش رہوں گا۔

کچھ دُور چلے دیکھا ایک مکان گرا ہوا ہے۔ اسے تعمیر کرنا شروع کر دیا۔ ایک دیوار بنا دی کہا: یہ آپ نے کس کی اجازت سے کیا؟ یہ مکان کسی اور کا ہے۔ آپ نے بغیر اجازت کے دیوار کھڑی کر دی۔

فرمایا: هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ، اب ہمارا اور آپ کا ساتھ ختم ہو گیا، اس لیے آپ نے مجھے تین بار ٹوک دیا۔ ہاں میں نے جو کچھ کیا اس کی حکمت بیان کر دیتا ہوں۔ رازِ الٰہی کو بیان کر دیتا ہوں۔

سنو! میں نے جس کشتی میں سوراخ کیا تھا اس کا مالک بہت غریب تھا اس کا کل سرمایہ وہ کشتی ہی تھی اور کچھ دیر بعد اس کشتی کو ڈاکو چھیننے والے تھے۔ میں نے اس کشتی میں سوراخ کر دیا تا کہ ڈاکو اس میں عیب دیکھ کر اسے چھوڑ دیں۔

آپ نے پوچھا کہ میں نے اس نوجوان کو کیوں قتل کیا تو سنو وہ لڑکا کچھ دنوں بعد اپنے والدین کو کفر کی طرف لے جانے والا تھا ان کو گمراہ کرنے والا تھا اسی لیے میں نے اس کو قتل کر دیا اور میں نے جہاں دیوار بنائی وہاں ایک یتیم کا مال تھا وہاں زمین کے نیچے خزانہ تھا میں نے اس لیے وہاں دیوار بنائی تا کہ ان کا مال کسی کے ہاتھ نہ آئے۔

اب یہیں پر ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں مجتہدین کے حکم کو دیکھ کر کبھی یہ نہ کہیے کہ یہ کیا بات ہے کوئی کسی امر پر مستحب کا حکم دے رہا ہے کوئی واجب کا حکم دے رہا ہے یہ تو اپنی اپنی اپروچ (Approach) ہے کسی کی اپروچ موسیٰ جیسی ہے کسی کی اپروچ خضرؑ جیسی ہے۔ (صلواۃ)

مجتہدین کے یہاں تو واجب مستحب اور احتیاط کے حکم میں اختلاف ہوتا ہے ایسا نہیں ہے کہ کسی امر کو ایک مجتہد واجب یا مستحب کہے دوسرا اس کو حرام کہے لیکن یہاں تو جنابِ موسیٰ نے جنابِ خضرؑ کے کام کو حرام بتایا تو نتیجہ کیا نکلا بعض رموز ایسے ایسے ہیں جو نبیوں سے بھی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ صلح نامہ کو پڑھیے جو صلح نامہ پڑھ لے گا وہ امام کی صلح پر اعتراض نہیں کرے گا۔

اللہ اکبر! قلم سے جہاد کیا ہے کہ امامؑ نے کہ ایک عرصہ تک بعض روایتوں میں ہے بچاسی سال تک بعض میں ہے پچھتر سال تک مولائے کائناتؑ پر سب و شتم ہوتا رہا لیکن امامؑ نے صلح نامہ کے شرائط میں سے ایک شرط اس کفر کو بند کرنے کی رکھی

جس پر معاویہ نے دستخط کیا اور صرف یہی نہیں کل میں نے بیان کروں گا کہ صلح نامہ کا متن کیا تھا؟ اس میں اور کیا کیا شرطیں تھیں؟

ابھی اتنا ضرور کہوں گا کہ حشر تک جو بھی اس صلح نامہ کو پڑھے گا وہ اقرار کرے گا:

مولا حسنؑ آپ کا احسان ہے اسلام پر رسولؐ کے دین پر اور شیعیت پر اگر تیری حکمت نہ ہوتی تو نہ اسلام ہوتا نہ ہمارا وجود ہوتا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عظمتِ امامِ حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْيَتِهِ اَبْصَارُ النَّاظِرِيْنَ وَعَجَزَتْ عَنْ نَعْتِهِ اَوْهَامُ الْوَاصِفِيْنَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ كَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَيْرِ الْمُبَشِّرِيْنَ وَالْمُنْذِرِيْنَ الْمَكِّيِّ الْمَدَنِيِّ الْقُرَشِيِّ الْعَرَبِيِّ الْهَاشِمِيِّ وَعَلٰى خَلِيْفَتِهِ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰى شَمْسِ الضُّحٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مَوْلَانَا اَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلوات)

وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ الْمَظْلُوْمِيْنَ الْغُرِّ الْمَيَامِيْنَ سِيَّمَا بَقِيَّةُ اللّٰهِ فِي الْاَرَضِيْنَ رُوْحِيْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ مَقْدَمِهِ الْفِدَآءُ وَاللَّعْنَةُ الدَّآئِمَةُ عَلٰى اَعْدَآئِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فَاطِمَةَ وَاَبِيْهَا وَبَعْلِهَا وَبَنِيْهَا وَسِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِيْهَا۔

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ
وَعَلٰى آبَائِهِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِي كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا
وَّحَافِظاً وَّقَائِداً وَّنَاصِراً وَّدَلِيلاً وَّعَيْناً حَتّٰى تُسْكِنَهُ
اَرْضَكَ طَوْعاً وَّتُمَتِّعَهُ فِيْهَا طَوِيْلاً

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ
فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔ وَاللهُ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (صلواۃ)

صلواۃ جتنا بہتر انداز میں پڑھے گا اتنا ہی بہتر ثواب ملے گا۔ بہت مشہور حدیث ہے کہ بخیل صرف وہ نہیں جو مال خرچ نہ کرے بلکہ بخیل وہ بھی ہے جو ہمارا نام سنے اور صلواۃ نہ پڑھے۔ (صلواۃ)

لہٰذا جب بھی پیغمبرؐ اور ان کی آل کا نام لیا جائے خواہ اذان و اقامت ہو یا اور کوئی موقع محل ہو اپنی سخاوت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے صلواۃ ضرور پڑھا کیجیے۔ (صلواۃ)

دوسری بات جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے وہ یہ کہ نماز کے بعد کبھی تسبیح جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کو فراموش مت کیجیے یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر تمھارے پاس دیگر تعقیبات اور نوافل کا وقت نہ ہو تب بھی یہ تسبیح ضرور پڑھنا چاہیے کیونکہ اس میں ایک تسبیح ہزاروں رکعت نماز کا ثواب ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"تسبیح جنابِ سیدہؑ ذکرِ کثیر کا درجہ رکھتی ہے"۔

یعنی جو شخص تسبیح جنابِ سیدہؑ پڑھا کرتا ہے پروردگارِ عالم اسے بہت زیادہ ذکر کرنے والوں میں شمار کرتا ہے۔

تسبیح سیدہؑ کیا ہے؟ پیغمبرؐ کا اپنی بیٹی کو ایک عظیم تحفہ ہے۔

اب میں اس سلسلہ میں زیادہ نہیں عرض کروں گا ورنہ اپنے موضوع سے ہٹ جاؤں گا لہٰذا اب میں اپنے موضوع پر آتا ہوں۔

سورۂ آلِ عمران کی اکتیسویں آیت ہے جس میں ارشادِ پروردگار ہو رہا ہے:

اے رسولؐ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم کو دوست رکھے گا"۔

یعنی جو بھی محبِ خدا ہونا چاہتا ہے اسے محبِ رسولؐ ہونا پڑے گا، جو محبِ رسولؐ ہوگا وہ محبوبِ خدا ہو جائے گا اور جو محبوبِ خدا ہوگا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے یعنی اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا، کیونکہ وہ اتنا کریم ہے کہ سیئات کو حسنات میں بدل دیا کرتا ہے۔

خود اسی آیت نے کہا:

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

"بے شک اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا مہربان ہے"۔

اگر آپ آیت پر غور کریں تو پورا دین اس آیت میں سمٹا ہوا ملے گا اس لیے کہ دین محبت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

پانچویں امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا:

مَا الدِّيْنُ يَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

"اے فرزندِ رسولؐ دین کیا ہے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا:

هَلِ الدِّينُ اِلَّا الْحُبُّ؛

"کیا محبت کے علاوہ بھی کوئی چیز دین ہو سکتی ہے؟"

ظاہر ہے علم ہے تو محبت ہے، معرفت ہے تو محبت ہے، ایمان ہے تو محبت ہے، محبت انسان کو عمل کی طرف لے جاتی ہے۔ محبت ہوگی تو علم حاصل کرے گا اور عمل کرے گا۔ انسان کسی چیز کے بارے میں جان لے کہ یہ زہر ہے تو اس کو نہیں کھائے گا، اس چیز سے نفرت کرے گا۔ اب اگر کسی چیز کے بارے میں جانتا ہی نہیں کہ یہ زہر ہے یا کیا ہے تو اس کے بارے میں محبت یا نفرت کا فیصلہ قائم نہیں کر سکتا تو جب تک علم نہیں ہوگا انسان کسی چیز کے بارے میں مثبت یا منفی رائے قائم نہیں کر سکتا تو محبت اسی چیز سے ہوتی ہے جس چیز کے بارے میں علم ہو۔ جب علم ہوگا تو محبت ہوگی اور اسی محبت پر یہ دنیا برقرار ہے اگر ماں کے دل سے محبت نکل جائے تو بچہ کہاں جائے گا۔ یہ ماں کی خصوصی محبت جسے ممتا کہا جاتا ہے یہی تو ہے جو اپنے بچے کے لیے ہر آرام وسکون قربان کر دیتی ہے۔ اسے اگر فکر ہوتی ہے تو اپنے آرام وسکون کی نہیں اپنے بچے کے آرام وسکون کی فکر ہوتی ہے۔ اب پروردگار کہتا ہے: ہم تمھارے والدین سے زیادہ تم سے محبت کرنے والے ہیں، تم ہماری بارگاہ میں سر جھکا کر تو دیکھو تم ہماری بارگاہ میں مناجات کر کے تو دیکھو۔

پیغمبرؐ خدا اصحاب کے درمیان ہیں۔ آپؐ نے ایک سوال کیا کون سی عبادت سب سے افضل ہے؟

کوئی کہتا ہے: نماز، کوئی کہتا ہے: روزہ، کوئی کہتا ہے: حج، کوئی کہتا ہے: زکوٰۃ، کوئی امر بالمعروف، کوئی نہی عن المنکر، کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: جو کچھ تم کہتے ہو ان عبادات کی عظمت بجا ہے لیکن افضل عبادت اللہ کے لیے کسی کو دوست رکھنا اور اسی کے لیے کسی کو دشمن رکھنا ہے۔

اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ

"یعنی جو کچھ اللہ پسند کرے وہ کرو جو وہ ناپسند کرے وہ مت کرو"۔

یہی افضل عبادت ہے۔ (صلواۃ)

پوری کائنات کا نظام محبت سے قائم ہے۔ کائنات کے ذرہ ذرہ سے لے کر کہکشاؤں تک کے دل میں کسی کی محبت ہے جس کی وجہ سے کائنات کا نظام چل رہا ہے۔

اب یہ ظاہری بات ہے جسے خدا سے محبت ہوگی اسے دنیا سے محبت نہیں ہوگی جسے خدا سے محبت ہوگی اسے جاہ و ریاست سے محبت نہیں ہوگی جسے خدا سے محبت ہوگی اسے مال و دولت سے محبت نہیں ہوگی جسے خدا سے محبت ہوگی اسے اولاد سے محبت نہیں ہوگی۔

عزیزو!

میں ان محبتوں سے انکار نہیں کرتا یہ ساری محبتیں حق ہیں۔

بہت توجہ ـــ اللہ چاہتا ہے کہ بیوی بچوں سے محبت کی جائے۔ بے شک بیوی بچوں سے محبت کرنا چاہیے لیکن ایسا نہ ہو کہ یہ محبت اللہ سے غافل کردے۔ مال سے محبت بہت اچھی بات ہے کون کہتا ہے کہ مال کمانا برا ہے لیکن دیکھو مال و دولت کے نشہ میں اس سے غافل مت ہو جانا۔ میری محبت کو بنیاد بناؤ پھر جس سے چاہو محبت کرو بیوی سے محبت کرو، اولاد سے محبت کرو مال و دولت سے محبت کرو اس دنیا سے

محبت کرو لیکن یادرکھو محبت کا معیار توحید کو قرار دینا کسی اور شے کو نہیں۔ (صلواۃ)

محبت کا معیار دیکھنا ہے تو امام حسینؑ کی محبت دیکھیے۔

فرماتے ہیں: پروردگار! میں نے تیری محبت کی خاطر پوری دنیا کو چھوڑ دیا۔ خدا کی محبت سے بڑی کوئی محبت نہیں اس لیے کہ اسی محبت سے دنیا بھی ہے دین بھی اگر کسی کے دل میں صرف مال کی محبت آگئی تو وہ ہر وقت اسی خیال میں رہتا ہے کہ مال کہاں سے آئے گا کس طرح آئے گا بیوی بیمار ہوتی ہے تو ہوتی رہے اولاد بیمار ہے تو رہے اس کے دل کو تسکین بس مال کمانے سے اور جمع کرنے سے ہوتی ہے چنانچہ سنا گیا ہے کہ ایک ایسا ہی شخص بیمار پڑ گیا اور ایک وقت میں اس کا یہ حال ہوا کہ سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ لوگ کوشش کرتے رہے کسی نے نبض دیکھی، کسی نے شانہ ہلا کر اٹھانے کی کوشش کی ایک آدمی جو اس سے اچھی طرح واقف تھا اس نے کہا اس میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں اس کی جیب میں ہاتھ ڈالو اگر وہ زندہ ہوگا تو خود ہی ہاتھ پکڑ لے گا۔ اگر مر گیا ہوگا تو نہیں۔ جونہی ایک صاحب نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالا اس نے ہاتھ پکڑ لیا۔ انھوں نے کہا: بابا اتنا پیسہ رکھے ہوئے ہو کچھ علاج پر تو لگاؤ۔ بولا: جب جان دے ہی رہا ہوں تو مال دے کر کیا کروں گا۔

انسان کی نظروں میں جب صرف مال بس جاتا ہے تو اسے کسی کی مدد کا خیال نہیں آتا۔ اسے دینی مراکز کا خیال نہیں آتا، اسے غریبوں اور یتیموں کا خیال نہیں آتا۔ وہ تو بس ھَل مِن مَزِید، ھَل مِن مَزِید کرتا رہتا ہے۔

اسلام کہتا ہے: اپنی محبت کا ایک معیار قائم کرو یعنی اولاد سے محبت کرو، خدا کی خاطر، مال سے محبت کرتے ہیں خدا کی خاطر، دنیا سے محبت کرتے ہیں خدا کی خاطر،

تمام اعزاء سے محبت کرتے ہیں خدا کی خاطر، دوستوں سے محبت کرتے ہیں خدا کی خاطر جس جس سے خدا محبت کو کہے محبت کرو جس جس سے نفرت کو کہے نفرت کرو۔ (صلواۃ)

پوری شریعت محبت میں سمٹی ہوئی ہے۔ اگر محبت ہے تو یہ نہیں کہے گا کہ میرے پاس نماز کا وقت نہیں ہے، کیونکہ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ چاہتا ہے کہ تھوڑا موقع ملے تاکہ اس سے گفتگو کرے۔ اس سے ملاقات کرے اور ہر وقت ملاقات کا مشتاق رہتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں:

"ہر دوسرے روز اپنے مومن بھائی کی خیریت لیا کرو تاکہ تم میں محبت پیدا ہو"۔

عزیزو!

ہمارے یہ مراکز محبت کے مراکز ہیں کیونکہ ہم یہاں پر جن کا تذکرہ کرتے ہیں وہ محبت پروردگار کا معیار ہیں۔ ہمیں اپنی زندگی میں وہی انداز پیدا کرنا ہے جو ان کا تھا۔ اب کچھ لوگ کہتے ہیں ارے بہت مشکل ہے کہاں وہ کہاں ہم، کہاں ان کی نماز کہاں ہماری نماز، کہاں ان کے روزے کہاں ہمارے روزے۔ ہم بھی کہتے ہیں ہم کب کہتے ہیں کہ کوئی ان جیسی عبادت کر سکتا ہم کہتے ان کا جذبہ تو پیدا کرنے کی کوشش تو کرو ان کی سیرت پر تو چل کے دکھاؤ، ان کے نقش قدم پر تو چل کر دکھاؤ۔ (صلواۃ)

یہ تو بہانا ہوا کہ کہاں وہ کہاں ہم کہہ کر بیٹھ گئے نماز پڑھو۔ کہاں وہ کہاں ہم، روزہ رکھو۔ کہاں وہ کہاں ہم شریعت پر چلو، کہاں وہ کہاں ہم میں پوچھنا چاہتا ہوں

کہ یہ سارے نعرے صرف دنیا کے لیے کیوں ہیں؟ آخرت میں ان کے ساتھ رہنے کی تمنا کیوں ہے؟ جیسے تم دنیا کہتے ہو کہاں وہ کہاں۔ ہم اگر انھوں نے آخرت میں کہہ دیا تمھارے لیے ہمارے ساتھ رہنے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ کہاں تم کہاں ہم۔

سچی محبت وہی ہے جس میں محبوب کے مطالبہ پر عمل بھی ہو محبت برائے محبت نہیں ہونا چاہیے محبت برائے اطاعت ہونا چاہیے محبت انسان کو صرف ایک ہی منزل پر نہیں رکھتی بلکہ وہ انسان کو اطاعت کی منزل تک پہنچنے کے لیے ابھارتی رہتی ہے اور اسی منزل کی جانب پروردگار ہمیں بلا رہا ہے کہ تم اطاعت کی منزل پر پہنچ جاؤ گے تو پھر مجھے پکارنے کی ضرورت نہیں ہوگی ہم خود تم تک پہنچ جائیں گے۔

اور اسی حقیقت کو امام حسین علیہ السلام نے دعا میں بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

"پروردگارا اس نے کیا کھویا جس نے تجھے پایا اور اس نے کیا پایا جس نے تجھے کھو دیا"۔

جسے خدا سے محبت ہوگئی اسے دین سے محبت ہوگئی، اسے رسولؐ سے محبت ہوگئی، اسے علیؑ سے محبت ہوگئی، اسے فاطمہؑ سے محبت ہوگئی، اسے حسنؑ سے محبت ہوگئی اسے حسینؑ سے محبت ہوگئی اور اسے قائمؑ سے محبت ہوگئی جس کے وجود سے یہ دنیا قائم ہے۔ (صلواۃ)

ہماری زندگی ہمارا رزق سب کچھ یوسفِ زہراؑ کے صدقہ میں ہے۔ دعائے ندبہ میں آپ پڑھتے ہیں نا:

"اے میرے آقا! آپ کے اشارہ سے کائنات کو رزق ملتا ہے آپ ہی کے وجود سے یہ آسمان و زمین اپنی جگہ پر باقی ہیں"۔

محبت کی اہمیت کو بھی پیغمبرؐ خدا فرماتے ہیں:

"پروردگار! تو اس سے محبت کر جو میرے حسنؑ سے محبت کرے"۔

فرماتے ہیں:

هٰذَا سَيِّدٌ سَيَصْلَحُ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ

"میرا یہ بیٹا لوگوں کا سردار ہے جو عنقریب دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا"۔

یہ روایت شیعہ سُنّی دونوں کے یہاں ملے گی۔ اہلسنت کی تمام بڑی کتابوں میں یہ روایت ہے صحاح ستہ میں بھی ہے۔

سوچیے یہ کتنی عظیم شخصیت ہے کہ پروردگار نے نام رکھا اور "حسن" رکھا یعنی پروردگار بتانا چاہتا ہے اچھائیاں تقسیم ہوتی ہیں تو یہاں سے بھلائیاں تقسیم ہوتی ہیں تو یہاں سے خیر تقسیم ہوتا ہے تو یہاں سے جب ولادت ہوئی رسولِ اسلام سیدہؑ کے گھر تشریف لائے اُمِ ایمنؓ کو آواز دی میرے بیٹے کو لاؤ۔

عرض کیا: یا رسولؐ اللہ ابھی نہلایا نہیں ہے۔

فرمایا: اُمِ ایمنؓ! تم اسے کیا نہلاؤ گی جو خدا کی طرف سے طاہر بن کر پیدا ہوا ہو۔

امام حسن علیہ السلام آغوشِ رسولؐ میں آئے۔ رسولؐ سے بچہ کا نام رکھنے کو گزارش کی گئی۔ فرمایا: میں خدا پر سبقت نہیں کرسکتا بچہ کا نام پروردگار کی طرف سے رکھا جائے گا۔ اتنے میں جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے اور فرمایا:

یا رسولؐ اللہ! پروردگار نے فرمایا ہے کہ علیؑ کو آپ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی لہٰذا جو ہارون کے بیٹے کا نام تھا وہی علیؑ کے فرزند کا بھی نام ہوگا۔ ہارون کے بیٹے کا نام شبّر تھا اس بچہ کا بھی نام شبّر ہوگا جسے عربی زبان میں

"حسنؑ" کہا جاتا ہے۔ (صلوٰۃ)

حسنؑ یعنی چشمۂ فیض، تمام اچھائیوں کا مرکز، حسنؑ یعنی کریم آلِ محمدؐ۔ آپ یہ مت سمجھئے گا آپ بارگاہِ امام حسنؑ میں آئے ہیں تو آپ کو کوئی ہدیہ نہیں ملے گا آپ خالی ہاتھ جائیں گے نہیں بارگاہِ امام حسنؑ سے کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا مولاؑ سب کو عطا کرتے ہیں۔

یہ سخاوتوں کا مرکز ہیں، یہ کرامتوں کا مرکز ہیں، یہ شجاعتوں کا مرکز ہیں، یہ عبادتوں کا مرکز ہیں۔ اسی امامؑ سے روایت ہے کہ میں کمسن تھا میں نے دیکھا مادرِ گرامی فاطمہ زہراؑ ساری رات عبادت میں مصروف تھیں۔ آپؑ نے دعائیں کیں جب صبح ہوئی تو میں نے سوال کیا مادرِ گرامی آپ نے اتنی دعائیں کیں لیکن کوئی دعا اپنے لیے نہیں کی۔

شہزادیؑ فرماتی ہیں:

اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارِ

"بیٹا! ہمسائے، پھر گھر والے"۔

یعنی شہزادیؑ نے دعا کا طریقہ سکھایا کہ اگر اپنی دعا کو پرواز دینا ہے تو دوسروں کے لیے زیادہ دعا کرو۔

بچپن ہی کے واقعات میں سے ایک واقعہ طریقہ وضو سکھانے کے سلسلہ میں ہے۔ ہم آپ کا طریقہ اور ہے معصوم کا طریقہ اور ہے۔ ہمیں بھی معصوم ہی کے طریقہ کو اختیار کرنا ہوگا پھر اس کا اثر کچھ اور ہوگا indiract طریقۂ تبلیغ کا اثر کچھ اور ہوتا ہے۔ دیکھا ایک بوڑھا شخص غلط وضو کر رہا ہے۔ قریب آئے اور فرمایا: ہم دونوں بھائی وضو کرتے ہیں آپ دیکھئے اور بتایئے کس کا وضو صحیح ہے کس کا غلط۔

دونوں شہزادوں نے وضو کیا وہ۔ پیر مرد کہتا ہے آپ کا وضو صحیح ہے میرا ہی وضو غلط تھا۔

آپ نے غور کیا اس مقام پر اگر ڈائرکٹ تبلیغ ہوتی تو اس کا یہ اثر نہ ہوتا اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ تم نے اگر کسی مومن کو اکیلی جگہ لے جا کر تبلیغ کی تو تم نے اسے زینت دی ہے اور اگر عوام کے مجمع میں تبلیغ کی ہے تو تم نے اس کی شان میں گستاخی کی ہے، اس کی حقارت کی ہے اور اس کا اثر اتنا ہوتا ہے کبھی بھولتا نہیں۔

آپ یاد کیجیے بچپن میں جس کسی نے آپ کو جھڑکا ہے جو آپ کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آیا ہے آپ پر اس کے سلسلہ میں کچھ اور تاثر ہوگا اور آپ اسے بھولے نہیں ہوں گے لیکن اگر کوئی آپ کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آیا ہے کسی نے آپ کے سر پر دستِ شفقت پھیرا ہے اس کے سلسلہ میں آپ پر کچھ اور تاثر قائم ہوا ہوگا اور اسے بھی آپ کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

معصومؑ نے یہ درس دیا کہ جب بھی کسی کی اصلاح کرنا ہو تو اس کی عزت کا بھی خیال رکھو۔ کون ہے جس سے خطائیں نہیں ہوتیں؟ غلطیاں صرف معصومینؑ سے نہیں ہوتی ہیں۔ جب انسان سامنے والے کی عزت کا خیال رکھ کر اس کی تبلیغ کرتا ہے تو محبت کا ماحول قائم ہوتا ہے۔ نفرتیں ختم ہوتی ہیں۔ امامِ حسن علیہ السلام کا علم ہی تھا جس نے بنو اُمیہ کی تمام سازشوں کو ناکام کر دیا۔

عزیزو! دو باتوں کی طرف دھیان دینا بہت ضروری ہے۔ ایک یہ کہ اگر آپ کسی کی مالی ترقی دیکھیں تو بلا وجہ اس پر شکوک و شبہات نہ کریں۔ ارے! یہ دیکھو آج یہ کار سے گھوم رہے ہیں کل تک فٹ پاتھ پر تھے۔ ہم جانتے ہیں نا یہ کیا تھے ان کے پاس کچھ نہیں تھا جانے کہاں سے ہاتھ آ گیا ہے۔ یہ سب باتیں حرام ہیں بغیر

علم کے کسی کے بارے میں ایسی باتیں کرنا جائز نہیں۔ امام حسن مجتبیٰ سے سوال کیا گیا کہ حق و باطل میں کیا فرق ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: چار انگلیوں کا فرق ہے، جو صرف سنا ہے وہ باطل ہے، جو دیکھا ہے وہ حق ہے۔ لہٰذا بلا وجہ کسی مومن کے بارے میں اس طرح کے تبصروں سے پرہیز کرنا چاہیے (میں آج اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کرتا لیکن وقت کم ہے انشاء اللہ کل اس سلسلہ میں کچھ گفتگو ہوگی) آپ نے کسی کی ایک غلطی کو عام کیا پروردگار اس کی ایک ہزار غلطیوں کو آپ کے نامۂ اعمال میں ڈال سکتا ہے۔ اب بتائیں آپ فائدہ میں ہیں یا نقصان میں؟ دوسروں کے گناہوں کو اٹھانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ مالیات کو لے کر حرمتِ مومن کو پامال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی۔ مومن کی اسلام میں کیا حرمت ہے اس کا آپ اس سے اندازہ لگائیے کہ اگر دو مومن آپس میں ایک دوسرے سے ناراض ہیں تو اسلام کہتا ہے تم انھیں ملانے کی کوشش کرو خواہ اس کے لیے تمھیں جھوٹ بھی بولنا پڑے۔ ایک صاحب کسی سے ناراض تھے، ایک صاحب نے آکر ان سے کہا آپ ان کے بارے میں برا بھلا کہتے ہیں وہ تو آپ کی تعریف کر رہے تھے بولے میں تو تعریف کے لائق ہی تھا یعنی کبھی کبھی انسان ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ بات کسی اور زاویہ سے ہو وہ سمجھتا کسی اور زاویہ سے ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ تم کوشش کرو خواہ جھوٹ بول کے ہی انھیں ملایا جاسکے اب میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ غیبت میں سچ ہوا کرتا ہے جھوٹ نہیں۔ اگر اس میں جھوٹ ہوجائے تو پھر وہ غیبت نہیں بہتان ہے تو غیبت میں سچ ہوتا ہے لیکن یہ سچ اللہ کو پسند نہیں اور دو مومن کو ملانے کے لیے اگر جھوٹ بھی بولا جائے تو یہ جھوٹ اللہ

کو پسند ہے۔ وہ سچ اس لیے پسند نہیں کیونکہ اس سے دل ٹوٹتے ہیں یہ جھوٹ اس لیے پسند ہے کہ اس سے دل ملتے ہیں۔ (صلواۃ)

حرمتِ مومن کی کتنی اہمیت ہے۔ اس کا اندازہ آپ صفوانِ جمال اور علی ابنِ یقطین کے واقعہ سے کر سکتے ہیں۔ صفوان کو جمال اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا اونٹوں کا کاروبار ہوا کرتا تھا۔ دونوں بہت گہرے دوست تھے لیکن جب انسان کو کوئی منصب مل جاتا ہے تو پھر وہ سب کچھ بھول جاتا ہے اسی لیے حدیثوں میں ہے کہ اگر کوئی منصب ملنے کے بعد تمھیں پہلے کی بہ نسبت دس فی صد بھی چاہتا ہے تو سمجھو وہ تمھارا بہت اچھا دوست ہے۔

علی ابنِ یقطین ہارون رشید کے وزیر بن گئے۔ ایک روز صفوان جمال نے سوچا چلیں ذرا دوست کی خیریت لیں، دوست سے ملاقات کریں، جب پہنچے تو دربان نے کہہ دیا ان کے پاس ابھی وقت نہیں کہا کوئی بات نہیں وہ ابھی مصروف ہوں گے یہاں تک کہ بیٹھے بیٹھے واپس آ گئے لیکن ملاقات نہ ہوئی۔ وہ علی ابنِ یقطین جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملنے جاتے تھے تو امامؑ باہر دروازہ پر آ کر ان کو بیت الشرف میں لے جاتے تھے۔ وہی علی ابنِ یقطین آ کر دق الباب کر رہے ہیں اور دروازہ نہیں کھلتا ہے۔

مولاؑ فرماتے ہیں: جو ہمارے کسی مومن کو اہمیت نہیں دیتا ہم اسے اہمیت نہیں دیتے ہیں جاؤ صفوانِ جمال سے معافی مانگ کر آؤ جب تک وہ تمھیں معاف نہ کر دیں ہم تمھیں معاف نہیں کر سکتے۔

علی ابنِ یقطین گئے صفوانِ جمال کے دروازہ پر پہنچے، معافی طلب کی۔ صفوان نے کہا کوئی بات نہیں میں تو یونہی ملنے کے لیے آیا تھا۔

کہا: مولاؑ مجھ سے ناراض ہیں اس وجہ سے کہ تم ناراض ہو تم میرے رخساروں کو اپنے قدموں سے کچلو تب میں سمجھوں گا کہ تم مجھ سے راضی ہو گئے ہو۔ میں خاک آلودہ جا کر مولاؑ سے ملوں گا اور کہوں گا صفوان جمال مجھ سے راضی ہو گئے ہیں۔

غور فرمایا ایک مومن کی حرمت کتنی مہم ہوتی ہے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام علی ابن یقطین سے کہا کرتے تھے: اے علی! میں تمھیں اس لیے چاہتا ہوں کیونکہ تم میرے شیعوں کا بڑا خیال رکھتے ہو۔ پروردگارا! ہمیں ائمہ معصومینؑ کے سچے چاہنے والوں میں سے قرار دینا (آمین!)

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عظمتِ امامِ حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْيَتِهٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِيْنَ وَعَجَزَتْ عَنْ نَعْتِهٖ اَوْهَامُ الْوَاصِفِيْنَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ كَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَيْرِ الْمُبَشِّرِيْنَ وَالْمُنْذِرِيْنَ الْمَكِّيِّ الْمَدَنِيِّ الْقُرَشِيِّ الْعَرَبِيِّ الْهَاشِمِيِّ وَعَلٰى خَلِيْفَتِهٖ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰى شَمْسِ الضُّحٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مَوْلَانَا اَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلواۃ)

وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ الْمَظْلُوْمِيْنَ اَلْغُرِّ الْمَيَامِيْنِ سِيَّمَا بَقِيَّةُ اللّٰهِ فِي الْاَرَضِيْنَ رُوْحِيْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ مَقْدَمِهِ الْفِدَآءُ وَاللَّعْنَةُ الدَّآئِمَةُ عَلٰى اَعْدَآئِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فَاطِمَةَ وَاَبِيْهَا وَبَعْلِهَا وَبَنِيْهَا وَسِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِيْهَا۔

اَللّٰھُمَّ کُن لِوَلِیِّکَ الْحُجَّةِ ابنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُکَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آبَائِهٖ فِی ھٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِی کُلِّ سَاعَةٍ وَلِیًّا وَّحَافِظاً وَّقَائِداً وَّنَاصِراً وَّدَلِیلًا وَّعَیْناً حَتّٰی تُسْکِنَهٗ أَرْضَکَ طَوْعاً وَّتُمَتِّعَهٗ فِیْهَا طَوِیْلًا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قُلْ إِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ (صلواۃ)

آج موسم بہت بدلا ہوا لگ رہا ہے کل تک ایسا موسم نہیں تھا لیکن صرف چند گھنٹوں میں موسم کافی تبدیل ہو گیا ہے، بہر حال گرمی سردی میں تبدیل ہوتی رہتی ہے اور سردی گرمی میں لیکن ایمان تبدیل نہیں ہونا چاہیے، ایمان ایسا ہو کہ پہاڑ میں لغزش ہو جائے ہم میں لغزش نہ ہو اسلام نے ہمیں اس جانب متوجہ کیا ہے کہ دیکھو موسم بدلا کرتے ہیں تمھارے ایمان کو موسم کی طرح نہیں ہونا چاہیے۔ دعائے سحر میں آپ پڑھتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَسْئَلُکَ إِیْمَاناً تُبَاشِرُ بِهٖ قَلْبِیْ

"پروردگارا! میں تجھ سے ایسے ایمان کے بارے میں سوا کر رہا ہوں جو میرے دل میں ہمیشہ باقی رہے"۔

جو موسم کے بدلنے سے نہ بدلے، جو ہوا کے رخ کے بدلنے سے نہ بدلے، جو احوال کے بدلنے سے نہ بدلے، جو وقت کے بدلنے سے نہ بدلے

ایمان کی دو قسمیں ہیں ایک ہے ایمانِ مستودع جو کبھی آتا ہے کبھی جاتا ہے

اور ایک ہے ایمان مستقر جس کی طرف یہ ماہِ مبارک ہمیں بلا رہا ہے جو ہمیشہ باقی رہتا ہے جو دنیا کے رخ پر نہیں مڑتا دنیا کو اپنے رخ پر موڑ دیا کرتا ہے، جو آگ میں جا کر جلا نہیں کرتا بلکہ آگ کو گلزار کر دیا کرتا ہے۔ (صلواۃ)

ہمارا عنوانِ کلام سورہ آل عمران کی اکتیسویں آیت ہے: جس میں پروردگار کا ارشاد ہو رہا ہے: اے رسولؐ! ان سے کہہ دیجئے کہ تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تمھیں دوست رکھے گا یعنی اللہ کی محبت اس وقت نصیب ہوگی جب سیرتِ رسولؐ پر عمل ہوگا۔

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ، "اللہ تمھیں دوست رکھے گا"۔

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ، اور تمھارے گناہوں کو معاف کرے گا۔

وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ، "اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے"۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ اگر موجودات کے دل سے محبت کو نکال دیا جائے تو کائنات درہم برہم ہو جائے گی۔ محبت ہر ایک کے وجود کا گوہر ہے۔ وہ انسان نہیں جس کے دل میں محبت نہ ہو۔ محبت انسان کے وجدان کو تبدیل کر دیا کرتی ہے۔ میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں ایسے تو اس کو پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن چونکہ بات محبت اور تقاضوں کے سلسلہ سے ہے اس لیے کہ تقربِ ذہنی حاصل ہو جائے۔ عرض کر رہا ہوں۔

آپ نے لیلیٰ اور مجنوں کی محبت کے بارے میں سنا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز مجنوں ایک دیوار کو چوم رہا تھا۔ لوگوں نے دیکھا تو کہا واقعی یہ ہے ہی مجنوں۔ اس دیوار کو چومنے کا کیا مطلب؟ اس نے کہا تم ہمیں مجنوں نہ کہو، میں اس دیوار کو بلا وجہ نہیں چوم رہا ہوں میں اس وجہ سے چوم رہا ہوں کیونکہ کل مجنوں کی نظر اس دیوار پر

پڑی تھی۔

عزیزو!

یہ محبتِ مجازی تھی جس کے دل میں محبتِ حقیقی پیدا ہو جائے سب سے بڑی محبت محبتِ خدا پیدا ہو جائے تو وہ کہتا ہے "جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے"۔

بلکہ مجھے کہنے دیجئے کہ مجنوں کے دل میں محبت کا تو یہ عالم تھا پھر جس کے دل میں مودت پیدا ہو جائے۔ ہاں مودت محبت تو مودت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ محبت کی دنیا مودت کے سامنے بہت چھوٹی ہے اب جس کے دل میں مودت پیدا ہو جائے اس کا کیا عالم ہوگا اس کا یہ عالم ہوگا کہ زندگی کا ہر ہر قدم محبوب کی مرضی پر ہوگا۔ وہ کرے گا جو محبوب چاہے گا وہ کبھی نہیں کرے گا جو محبوب نہیں چاہے گا۔ (صلواۃ)

اسی لیے ہے کہ جو جس کے دل میں اللہ کی محبت ہوتی ہے پروردگار اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

مودت کیا ہے؟ ارشادِ پروردگار ہے: اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں جوڑوں میں پیدا کیا۔

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً

"اور تمہارے درمیان مودت و رحمت کو قائم کیا"۔

لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا، "تاکہ تم سکون کی زندگی بسر کر سکو"۔

یہ پروردگار کی پیدا کی ہوئی مودت ہی تو ہے ورنہ مرد کہیں کا ہوتا ہے عورت کہیں کی ہوتی ہے دونوں الگ الگ علاقہ کے ہوں یا دونوں الگ الگ قبیلہ کے، دونوں الگ الگ ملک کے ہوں یا الگ الگ صوبہ کے لیکن پروردگار دونوں کو محبت و رحمت کے سایہ میں جمع کر دیتا ہے۔ دو الگ الگ وجود کو ایک دل میں جمع کر دیتا ہے۔

• جب انسان رشتۂ زوجیت میں آتا ہے تو ایجاب عورت کی طرف سے ہوتا ہے اور قبول مرد کی طرف سے ہوتا ہے یعنی فرمائش عورت کی طرف سے اور قبولیت مرد کی طرف سے۔ میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ یہ ایسی چیز ہے جو پوری زندگی جاری رہتی ہے۔ عورت کی طرف فرمائش ہوتی رہتی ہے اور مرد بے چارہ قَبِلتُ قَبِلتُ کرتا رہتا ہے۔ فلاں چیز لانا ہے قَبِلتُ، فلاں جگہ گھومنے چلو۔ قَبِلتُ جتنا ہی زیادہ قَبِلتُ قَبِلتُ۔

کہنے والا ہوگا اتنا ہی بڑا شوہر شمار کیا جائے گا لیکن اگر کبھی ایک مرتبہ کہہ دے: مَا قَبِلتُ۔ بس پھر خیریت نہیں اور اس بے چارہ نے اسی طرح قَبِلتُ قَبِلتُ کہہ کے پوری زندگی گزار دی نہ یہ دیکھا کہ واجبات کیا ہیں نہ یہ دیکھا کہ اللہ کے حقوق کیا ہیں؟ اللہ نے یہ مودت اس لیے نہیں دی تھی۔ اسلام کہتا ہے شادی اس لیے رکھی گئی تاکہ تم معاشرہ کو اچھی اولاد دو، شادی کرو اور باکردار باعمل نسل اس قوم کے حوالہ کرو۔ تم نیک اولاد تیار کرو گے تم اولاد کو اچھی تربیت دو گے ہم ان کے ایک ایک عمل کو صدقۂ جاریہ قرار دیں گے۔ اَفضَلُ المِیرَاثِ الوَلَدُ الصَّالِح بینک بیلنس میں اضافہ کرتے جانا بہترین میراث نہیں ہے۔ زیروزیرو کا اضافہ بہترین میراث نہیں ہے۔ عمارتیں بنا ڈالنا بہترین میراث نہیں ہے بہترین میراث صالح اولاد ہے۔

پیغمبرؐ خدا فرماتے ہیں:

اِذَا مَاتَ الاِنسَانُ اِنقَطَعَ عَمَلُه اِلَّا مِن ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَو عِلمٍ يُنتَفَعُ بِه اَو وَلَدٍ صَالِحٍ يَدعُوا لَه

(مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۵۹)

"جب بھی کوئی مرتا ہے اس کے تمام اعمال بند ہو جاتے ہیں

سوائے تین عمل کے صدقہ جاریہ اس کی وہ نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں“۔

کوئی اسکول بنا دیا، کوئی مدرسہ بنا دیا، کوئی مسجد تعمیر کرا دی، کوئی کنواں کھدوا دیا، کسی غریب کے لیے مکان بنوا دیا جب ہی چیزیں رہتی ہیں مرنے والے کو اس کا ثواب ملتا رہتا ہے وَعِلمٍ یَنْتَفِعُ بِہٖ اور ایسا علم چھوڑ کر جائے کہ جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ کوئی کتاب چھپوا دی، کسی کو اچھی تعلیم سے آراستہ کر دیا، کسی کا عقیدہ درست کر دیا، کسی کا وضو صحیح کر دیا اب جب تک یہ نیکیاں باقی رہیں گی مرنے والے کے نامۂ اعمال میں اس کا ثواب پہنچتا رہے گا۔

علامہ اقبال نے کیا خوب بات کہی ہے فرماتے ہیں:

اگر پندی زدرویشی بگیری
ہزار اُمت بمیرد تو نہ میری
بتولؑ باش پنہاں شو ازین عصر
کہ در آغوش شبیری بگیری

”اگر تم اس درویش کی ایک نصیحت مان لو تو ہزار امتوں کو موت آ جائے گی تمھیں نہیں آئے گی اور وہ نصیحت یہ ہے کہ تمھاری آغوش بتولؑ عذرا جیسی ہونی چاہیے کہ جس سے تربیت پا کر حسنؑ و حسینؑ تیار ہوئے“۔ (صلواۃ)

دنیا نے بہت چاہا کہ فرزندانِ زہراؑ کے دامن کو داغدار کیا جائے لیکن جو آیت تطہیر کے مصداق ہوں ان کا دامن کیسے داغدار ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا: دو چیزیں ایسی ہیں جن میں انسان کو اپنے آپ کو بہت بچانا پڑتا ہے۔ ایک

مالیات کا مسئلہ ہے۔اس میں بھی بدنامی کا بہت خطرہ ہوتا ہے۔کوئی کہتا ہے کہیں سے امام بارگاہ کا پیسہ آیا ہوگا وہ ہڑپ کر گئے ہوں گے،کوئی کہتا ہے کہیں سے خمس کا پیسہ آیا ہوگا وہ غبن کر گئے ہوں گے۔

یہ تہمت ہے اور غیبت سے بڑا جرم ہے کیونکہ غیبت میں سچ ہوا کرتا ہے تہمت اور بہتان میں جھوٹ ہوا کرتا ہے۔حرمت مومن کو پامال کرنا ایسا ہے جیسے انسان اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔انسان یہ دیکھے کہ کیا وہ خود عیب سے پاک ہے جو دوسروں کے عیب کو تلاش کر رہا ہے۔جو بھی مومن کے راز کو محفوظ رکھتا ہے پروردگار اسے کبھی رسوا نہیں ہونے دے گا۔کہا گیا ہے کہ جب تمہیں کسی مومن کے بارے میں نامناسب بات سننے کو ملے تو اس کی توجیح کیا کرو، تاویل کیا کرو۔"ایسا نہیں ہوسکتا"، "آپ کو اشتباہ ہوسکتا ہے" اس طرح کے جملوں سے توجیح کیا کرو۔ اس کی عزت کو بچاؤ اس کی حرمت کو بچاؤ۔

مالیات کا مسئلہ بہت نازک ہوا کرتا ہے۔اگر زکوۃ کا پیسہ آیا ہے تو اسے الگ رکھنا پڑے گا۔اگر سہم امامؑ ہے تو اسے الگ رکھنا پڑے گا۔اگر سہم سادات ہے تو اسے الگ رکھنا پڑے گا۔مثال کے طور پر کوئی شخص یہاں آکر اس حسینیہ "بیت القائمؑ" کے لیے سو ڈالر دے تو اگر چہ یہ رقم کوئی خاص نہیں ہے لیکن چونکہ اس حسینیہ سے مخصوص ہوگئی ہے لہٰذا آپ اسے کسی اور جگہ نہیں دے سکتے یہاں کی کسی فلاحی انجمن کو نہیں دے سکتے کسی اور حسینیہ کو نہیں دے سکتے کیونکہ جو رقم جس کام کے لیے مخصوص ہوگئی ہے بس اسی کام میں صرف ہوسکتی ہے۔یتیم و مسکین کا مال ان تک جائے گا،فقرا کا مال ان تک جائے گا،سادات کا مال ان تک جائے گا،غیر سید کا مال ہے وہ غیر سید تک جائے گا۔

آپ غور فرما رہے ہیں؟

مالیات کا مسئلہ کتنا ذمہ داری بھرا ہوتا ہے لیکن دنیا اس نازک مسئلہ میں بھی امام حسنؑ کے دامن کو داغدار نہیں کر سکی اس لیے کہ امامؑ کا دسترخوان وہ دسترخوان ہے جس پر ہمیشہ فقرا اور مساکین کی صفیں لگی رہتی تھیں۔

اب دنیا نے دیکھا کہ ان پر مالیات کے سلسلہ میں تو کوئی الزام نہیں لگایا جاسکتا تو دوسرا الزام کثرتِ ازدواج کا لگایا۔ کہا: ان کی تو پچھتر بیویاں تھیں۔ بنو امیہ نے امامؑ پر الزامات لگانے کے لیے اور ان کی شخصیت کو داغدار مشہور کرنے کے لیے بہت منظم سازش کی تھی اور شام سے کوفہ میں اک خاص بجٹ آیا کرتا تھا۔ اب پیسہ لینے کے لیے کوئی نہ کوئی الزام لگاتے رہتے تھے کسی نے کہا پچیس بیویاں ہیں، کسی نے کہا: نہیں چالیس ہیں، کسی نے پچاس، کسی نے پچھتر کہا۔ یہاں تک کہ پیسہ کے لیے کوئی ڈیڑھ سو کہہ رہا ہے کوئی ڈھائی سو کہہ رہا ہے یہاں تک کے ایک بدبخت نے کہا: ڈھائی سو نہیں ساڑھے تین سو بیویاں ہیں۔

دشمنانِ اہل بیتؑ پر خدا کا پہلا عذاب یہ ہوتا ہے کہ اس کا ذہن مفلوج ہوجایا کرتا ہے چنانچہ زرخرید مورخین نے یہاں تک لکھ دیا کہ ایک بار امیرالمومنینؑ نے منبر پر آ کر لوگوں سے کہا حسنؑ سے اب کوئی اپنی لڑکی کی شادی نہ کرے اس لیے کہ وہ بہت زیادہ طلاق دیتے ہیں۔ شادی کرتے جاتے ہیں اور طلاق دیتے جاتے ہیں۔

ارے عقل کے اندھو! ذرا سوچو کیا امامؑ کے پاس سوائے شادی کے اور کام ہی نہیں تھا؟ کس کے بارے میں کہہ رہے ہو جو ہمیشہ غریبوں اور بیواؤں کی مدد کیا کرتا تھا؟ کس کے بارے میں کہہ رہے ہو جو ساری ساری رات عبادتیں کیا کرتا تھا۔

یہ ساری باتیں کس وجہ سے پیدا ہوئیں یہ ساری باتیں اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ

لوگوں نے دشمنوں کو ایسی باتیں کرنے کا موقع دیا۔ یہ ساری باتیں اپنوں کی کمزوری اور دشمن کی چالاکی سے پیدا ہوئیں۔ لوگ اپنے قائد کو نہیں پہچان رہے تھے۔ لوگ اپنے رہنما کو نہیں پہچان رہے تھے لیکن قرآن مجید نے کہا دنیا چاہے جتنی کوشش کر لے حسنؑ کا دامن داغدار نہیں ہو سکتا کیونکہ:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ (صلواۃ)

حسنؑ وہ ہیں جن کے لیے آیۂ مباہلہ نازل ہوئی آیۂ مباہلہ آواز دے رہی ہے۔ اے شانِ امام حسنؑ میں گستاخی کرنے والے! تجھے خبر ہے مباہلہ میں رسولؐ 'ابنائنا' کی جگہ جنھیں لے کر گئے۔ ان میں ایک حسنؑ ہیں دوسرے حسینؑ ہیں اب جو بھی شانِ حسنؑ میں گستاخی کر رہا ہے وہ در اصل شانِ رسولؐ میں گستاخی کر رہا ہے۔ (صلواۃ)

بنو امیہ نے بہت کوشش کی لیکن امامؑ کا دامن داغدار نہ ہو سکا۔ ہاں وقتی طور پر نقصان ضرور ہوا لوگوں میں انتشار پیدا ہوا لوگ خانوں میں بٹ گئے دور ہے خوارج الگ امامؑ کے خلاف صف بستہ ہیں حمراء اور مذبذبین الگ امامؑ کے خلاف لوگوں کو بہکا رہے ہیں۔ چاروں طرف بنو امیہ کے جاسوس پھیلے ہوئے ہیں۔ کوئی یہ خبر لے رہا ہے کہ امامؑ کے حلقۂ احباب میں واقعی طور سے کون کون لوگ ہیں۔ کوئی لوگوں کے درمیان امامؑ کے خلاف باتیں کر رہا ہے۔

عجب پُر آشوب دور ہے لیکن ایسے ماحول میں وہی کیا جو آپ کی ذمہ داری تھی۔ کبھی کسی معصوم کو صرف صلح یا صرف جنگ کے نظریہ سے مت دیکھئے اگر کوئی معصوم صلح کرے تو سمجھئے وہاں پر صلح ہی اس کی ذمہ داری تھی۔ اگر کوئی معصوم جنگ

کرے تو سمجھے وہاں پر جنگ ہی اس کی ذمہ داری تھی۔

یاد رکھئے! جیسے حالات امام حسنؑ کے ساتھ پیش آئے اگر امام حسینؑ کے ساتھ پیش آتے تو امام حسینؑ صلح کرتے اور جیسے حالات امام حسینؑ کے ساتھ پیش آئے اگر امام حسنؑ کے ساتھ پیش آتے تو امام حسنؑ قیام کرتے، کبھی صلح نہیں کرتے، کیونکہ یہاں مقصد نہ صلح ہے نہ جنگ ہے مقصد ذمہ داری پر عمل کرنا ہے اور وہ ہے دین کی حفاظت۔ (صلواۃ)

اب جنہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر پیغمبرؐ پر اعتراض ہو گیا وہ صلح امام حسنؑ پر کیوں نہ اعتراض کریں گے؟ یاد کیجیے! صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی کچھ لوگوں کو رسولؐ پر اعتراض ہوا تھا کچھ کو تو رسولؐ کی رسالت پر ہی شک ہو گیا تھا لیکن سال دو سال بعد سب کی سمجھ میں آ گیا کہ رسولؐ نے جو اقدام کیا تھا وہ حق و حقانیت پر مبنی تھا۔ اس صلح کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔ ادھر پروردگار نے اسے فتح مبین قرار دیا۔ فتح اور نصرت سے متعلق آسمان سے سورہ نازل فرما دیا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕؔ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ٪﴿۳﴾ (سورۂ نصر)

اب مجھے کہنے دیجئے جیسے صلح پیغمبرؐ پر خدا کا شکر کرنا چاہیے اسی طرح صلح امام حسنؑ پر بھی خدا کا شکر کرنا چاہیے۔ (صلواۃ)

جنہیں حق کی فہم نہیں یا جنہیں حق سے دشمنی ہے ان کا کام اقدام معصومینؑ پر اعتراض کرتے رہنا ہے۔ رسولؐ پر اعتراض کیا گیا، امیرالمومنینؑ پر اعتراض کیا گیا

جب خلافت آپؑ کا حق تھا تو قیام کیوں نہیں کیا؟ جب اس کا جواب خود امیر المومنینؑ نے دیا: آپ جنابِ سیدہؑ سے فرماتے ہیں:

"میرے پاس آج بھی وہی شجاعت ہے جو خیبر و خندق میں دنیا نے دیکھی۔ اتنے میں اذان ہونے لگی فرمایا لیکن اگر آج میں قیام کروں تو یہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ختم ہو جائے گا"۔

فرمایا کرتے تھے: ابھی مصلحت ہے اس لیے میں خاموش ہوں جیسے ہی مصلحتِ اسلام اور مصلحتِ دینِ خدا کے خلاف کام ہوا میں فوراً قیام کروں گا"۔ چنانچہ خوارج، مارقین اور ناکثین سے جنگ اسی بات کا ثبوت ہے۔ وہی علیؑ جو پچیس سال تک خاموش رہے۔ صفین میں پھر شجاعت کے جوہر دکھا رہے ہیں یہاں تک کہ نیزوں پر قرآن بلند کیے گئے۔ امیر المومنینؑ سے جنگ روکنے کو کہا گیا۔

فرمایا: نہیں میں جنگ نہیں بند کروں گا۔

اب پھر دشمن کی چالاکی اور اپنوں کی کمزوری سامنے آئی۔ اب خوارج یہیں سے پیدا ہوئے اسی موقع پر کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر آپؑ جنگ نہیں روکیں گے تو ہم آپؑ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ قرآنِ صامت کو نیزوں پر اٹھائے ہوئے ہیں اور میں قرآنِ ناطق ہوں۔ میں تم سے کہتا ہوں جنگ کرو لیکن بالآخر مصلحتِ دین کی خاطر علیؑ کو جنگ روکنی پڑی، یعنی جب مصلحت خاموش رہنے کی تھی خاموش رہے۔ جب مصلحت قیام کرنے کی ہوئی قیام فرمایا پھر جب مصلحت قیام روک دینے کی ہوئی تو قیام روک دیا۔ گویا امامؑ نے تعلیمِ اسلام کو واضح کر دیا جب قیام کا تقاضا ہو قیام کرو

جب صلح کا تقاضا ہو صلح کرو یہ نہیں کہ فقط قیام صلح نہیں اور یہ بھی نہیں کہ فقط صلح قیام نہیں۔

آپ فقہ اسلامی کا مطالعہ کریں۔ اسلام حتی الامکان جنگ سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے، لیکن جب دشمن مسلمانوں کے قتل پر تل جائے اور وہ حملہ کردے تب پھر حکم ہے کہ خاموش نہ بیٹھو جاؤ ان لوگوں کو قتل کرو جو تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ چلو ان سے جنگ کرو جو تمھیں ختم کرنے کے ارادہ سے نکلے ہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے جنگ اس لیے نہیں کی کیونکہ اس وقت تک دشمن نے علی الاعلان محبانِ آلِ محمدؐ کو ختم کر دینے کا پروگرام نہیں بنایا تھا اور لشکر کشی نہیں کی تھی ہاں جو کچھ کیا اور جو کچھ کرنا چاہتے تھے اس پر سے صلح نامہ کے شرائط نے پردہ اٹھا دیا اور بنو امیہ کا اصلی چہرہ سب کے سامنے آ گیا۔

صلح نامہ کی پہلی شرط یہ تھی کہ معاویہ قرآن وسنت کے مطابق حکومت کرے گا۔ گویا لوگوں پر واضح کر دیا کہ اب تک جو کچھ ہو رہا تھا قرآن وسنت کے خلاف ہو رہا تھا۔

دوسری شرط معاویہ کے مرنے کے بعد حکومت امام حسنِ مجتبیٰؑ کے پاس آئے گی۔ (عمدۃ الطالب ص ۵۲)

تیسری شرط اگر امامِ حسنؑ کے ساتھ حالات ناگوار رہے تو یہ حکومت امام حسینؑ کے حوالہ کی جائے گی۔

اور چوتھی شرط یہ اہلِ شام جو ستر ہزار منبروں سے مولائے کائناتؑ پر سب و شتم کر رہے ہیں اس کو ختم کیا جائے (اعیان الشیعہ ج ۴ ص ۴۳)

پانچویں شرط یہ کہ شیعیانِ امیر المومنینؑ کی جان، مال کو حکومت کی طرف

سے حفاظت فراہم کی جائے گی (طبری، ج ۶ ص ۹۷؛ ابن اثیر ج ۳ ص ۱۶۶)

چھٹی شرط یہ تھی کہ معاویہ ہر سال دو میلین دینار فدیہ ادا کرے گا تاکہ اسے ضرورتمندوں میں تقسیم کیا جائے۔

ان شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ امام حسن علیہ السلام کی عدم موجودگی میں حکومت حسین ابن علیؑ کے سپرد کر دی جائے گی۔ معاویہ کو اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کرنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ (بحار، ج ۴۴، ص ۱۴۸، ۱۴۹)

یہ صلح نامہ نیمہ جمادی الاول ۴۱ھ کو طے پایا تھا اور معاویہ نے اس قرارداد پر دستخط کیا اور اس پر عمل کی قسم کھائی (ترجمہ صلح حسن، ص ۳۸۴)

اب میں پوچھتا ہوں کہ جب شرطیں امام حسنؑ کی طرف سے رکھی گئیں اور معاویہ نے انھیں قبول کیا تو پھر جنگ کی کہاں گنجائش رہ گئی۔ اسی وجہ سے امامؑ نے صلح کی۔ امام حسینؑ نے یزید ملعون کے خلاف قیام اس لیے کیا کیونکہ وہ امام حسینؑ کی کوئی بات ماننے کو تیار نہیں تھا بلکہ وہ تو یہ مطالبہ کر رہا تھا کہ میں جو کچھ کہوں امام حسینؑ معاذ اللہ اس پر عمل کرتے رہیں۔

معاویہ کے دور میں اور یزید کے دور میں بہت فرق ہے حالانکہ معاویہ یزید کے باپ کا نام ہے لیکن معاویہ علی الاعلان دین کی مخالفت نہیں کر رہا تھا بلکہ دین کی آڑ میں من مانی کر رہا تھا۔ ٹھیک ہے جمعہ کی نماز بدھ کو پڑھائی لیکن اس نے یہ نہیں کہا یہ سب کھیل ہے، کوئی وحی نازل نہیں ہوئی کوئی پیغامِ خدا نہیں آیا لیکن یزید نے تو صاف طور سے دین کا ہی انکار کر دیا۔ مسجد میں بندر نچایا، مسجد کو اصطبل بنایا، نبوت و رسالت کو کہا یہ سب بنی ہاشم کا ڈھونگ ہے کوئی وحی نازل ہوئی نہ کوئی خبر آئی جب اس نے یہ سب کرنا شروع کیا تو امام حسینؑ کا قیام کرنا واجب ہو گیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: جب تم ایسے ظالم و جابر کو دیکھو جو حلال کو حرام کر رہا ہے اور حرام کو حلال تو تم پر واجب ہے کہ اس ظالم و جابر کے خلاف اٹھ کھڑے ہو۔

اِنِّیْ لَا اَرَی الْمَوْتَ اِلَّا السَّعَادَةَ وَلَا الْحَیَاةَ مَعَ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا بَرَمًا

"حسینؑ ابن علیؑ کے لیے موت سوائے سعادت کے کچھ نہیں لیکن ظالموں کے ساتھ جابروں کے ساتھ زندگی بسر کرنا ننگ و عار ہے"۔

ایک اور سبب صلح امام حسنؑ اور قیامِ امام حسینؑ کا یہ ہے کہ جیسے اصحاب امام حسینؑ کو ملے ویسے نہ پیغمبر اکرمؐ کو ملے نہ امیر المومنینؑ کو ملے اور نہ امام حسنؑ کو ملے آپ امام حسینؑ کے اصحاب کو دیکھیں کہ سر کٹا دیتے ہیں لیکن نصرتِ امامؑ سے منہ نہیں موڑتے ہیں اور امام حسنؑ کے اصحاب کو دیکھیں کہ دوش سے عبا کھینچ لیتے ہیں، حالتِ سجدہ میں خنجر سے زخمی کر دیتے ہیں، مصلیٰ کھینچ لیتے ہیں، مال غصب کر لیتے ہیں اسی لیے مولاؑ نے جنگ نہیں کی مختصر لفظوں میں آپ یہ سمجھ لیجیے کہ صلح حسنؑ میں قیامِ حسینؑ پوشیدہ ہے اور قیام امام حسینؑ میں صلح حسنؑ مضمر ہے۔

باپ کی شمشیر کا ہمسر ہے بیٹے کا قلم
بازوئے حیدر کی طاقت خامۂ شبر میں ہے
فتح خیبر میں ہے مضمر مقصدِ صلح حسنؑ
مقصدِ صلح حسنؑ فتح درِ خیبر میں ہے

اسلام یہ نہیں کہتا کہ بس صلح ہی کرتے چلے جاؤ اور اسلام یہ بھی نہیں کہتا کہ جنگ ہی کرتے رہو۔ اسلام کہتا ہے اپنے فرائض کو سمجھو تمہیں کب کیا کرنا چاہیے۔

آخر میں مولاؑ کی ایک حدیث پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

اِسۡتَعِدَّ لِسَفَرِكَ وَحَصِّلْ زَادَكَ قَبْلَ حُلُولِ اَجَلِكَ وَاعْلَمْ اِنَّكَ تَطْلُبُ الدُّنْيَا وَالْمَوْتُ يَطْلُبُكَ

''خود کو سفرِ آخرت کے لیے آمادہ رکھو اور مرنے سے پہلے اپنے لیے زادِ راہ کا انتظام کر لو تم دنیا کو طلب کر رہے ہو اور موت تمھیں طلب کر رہی ہے''۔

امام حسن علیہ السلام بہت کریم ہیں۔ ایک شخص آتا ہے: مولاؑ! اولاد نہیں ہے۔

مولاؑ فرماتے ہیں: ہر روز آٹھ سو مرتبہ استغفار کیا کرو یعنی اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ پڑھا کرو، خدا تمھیں آئندہ سال تک اولاد دے گا۔

اب وہ گیا ہر روز استغفار کر رہا ہے اگلے سال اسے ایک لڑکا ہوا۔ دوسرے سال پھر ایک لڑکا ہوا تیسرے سال پھر ایک لڑکا ہوا چوتھے سال پھر ایک لڑکا ہوا یہاں تک کہ پروردگار نے اسے دس اولاد عطا فرمائی۔ ایک روز اس شخص کی معاویہ سے ملاقات ہوئی بولا کہاں تم کو اولاد ہی نہیں ہوتی تھی اب کیا بات ہے؟

کہا: یہ سب امام حسنؑ کا صدقہ ہے۔ مولاؑ نے مجھے استغفار کرنے کو کہا میں نے اس پر عمل کیا۔

بولا اپنے مولاؑ سے ذرا یہ پوچھ کر آؤ کہ استغفار کا اولاد سے کیا ربط ہے؟

وہ امام کی خدمت میں حاضر ہوا معاویہ کا سوال پیش کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جا کر معاویہ سے کہہ دینا کیا اس نے سورۂ نوح میں نہیں پڑھا:

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ

لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ (سورۂ نوح: ۱۰ تا ۱۲)

"تم اپنے پروردگار کی بارگاہ میں استغفار کیا کرو وہ بڑا بخشنے والا ہے جسے وہ بخش دے گا اس پر آسمان سے اپنی رحمتیں بھی برسائے گا اسے مال بھی ملے گا، آل اولاد بھی ملے گی"۔

(صلوٰۃ)

پھر فرماتے ہیں: دنیا میں سوچ سمجھ کر قدم بڑھایا کرو۔

فِي حَلَالِهَا حِسَابٌ وَفِي حَرَامِهَا عِقَابٌ

"دنیا میں حلال کاموں پر حساب ہے اور حرام پر عِقاب ہے"۔

آیئے ہم بارگاہِ پروردگار میں دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اس دنیا میں تعلیماتِ امام حسنؑ پر چلنے کی توفیق عطا فرما (آمین!) جو بے اولاد ہیں انھیں امام حسنؑ کے صدقہ میں اولاد عطا فرما (آمین!)

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عظمتِ امامِ حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْیَتِہٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِیْنَ وَعَجِزَتْ عَنْ نَعْتِہٖ اَوْھَامُ الْوَاصِفِیْنَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَیْرِ الْمُبَشِّرِیْنَ وَالْمُنْذِرِیْنَ الْمَکِّیِّ الْمَدَنِیِّ الْقُرَشِیِّ الْعَرَبِیِّ الْھَاشِمِیِّ وَعَلٰی خَلِیْفَتِہٖ سَیِّدِ الْوَصِیِّیْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰی شَمْسِ الضُّحٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلواۃ)

وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْمَظْلُوْمِیْنَ الْغُرِّ الْمَیَامِیْنِ سِیَّمَا بَقِیَّۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرَضِیْنَ رُوْحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِیْنَ فِیْ مَقْدَمِہِ الْفِدَآءِ وَاللَّعْنَۃُ الدَّآئِمَۃُ عَلٰی اَعْدَآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰی قِیَامِ یَوْمِ الدِّیْنِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فَاطِمَۃَ وَاَبِیْھَا وَبَعْلِھَا وَبَنِیْھَا وَسِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِیْھَا۔

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آبَائِهِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِي كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَّحَافِظًا وَّقَائِدًا وَّنَاصِرًا وَّ دَلِيْلًا وَّعَيْنًا حَتّٰى تُسْكِنَهُ اَرْضَكَ طَوْعًا وَّتُمَتِّعَهُ فِيْهَا طَوِيْلًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ (صلواۃ)

پروردگار! ہم سب کی عبادات کو قبول فرمائے (آمین) اور ہمیں ہر قسم کی آفات وبلیات سے محفوظ رکھے (آمین)

سورۂ آل عمران کی آیت نمبر اکتیس میں میں ارشادِ پروردگار ہو رہا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ......

"اے رسولؐ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اگر تم ایسا کرو گے تو پروردگار تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا پروردگار بڑا معاف کرنے والا اور بہت مہربانی کرنے والا ہے"۔

اتباع کیا ہے؟ یہ ایسا لفظ ہے جس میں پورا اسلام سمٹا ہوا ہے اس لیے کہ اسلام سوائے اتباع کے کچھ نہیں ہے۔ محبتِ خدا کا ثبوت اتباعِ رسولؐ ہے۔ اسلام دینِ محبت ہے۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں امام محمد باقرؑ سے جب پوچھا گیا

دین کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: دین محبت کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟

اسلام میں محبت واجب ہے۔ اللہ کی محبت واجب ہے، رسولؐ کی محبت واجب ہے، اہلِ بیتؑ کی محبت واجب ہے لیکن اسلام نے محبت سے پہلے جس چیز کا تقاضا کیا ہے وہ ہے علم کیونکہ جب تک علم نہ ہو محبت نہیں ہو سکتی۔ جب علم ہوگا تو معرفت ہوگی جب معرفت ہوگی تو محبت ہوگی۔ محبانِ اہلِ بیتؑ کا یہ بنیادی فریضہ ہے کہ علم کے میدان میں جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے، آگے بڑھیں اس لیے کہ ان کے پاس علم کا گھر بھی ہے علم کا در بھی ہے۔ یہاں اندھیرا نہیں ہے یہاں نور ہی نور ہے نورِ علم ہے نورِ یقین ہے نورِ صداقت ہے نور ہدایت ہے نورِ عصمت ہے نورِ طہارت ہے یہاں عطا میں کوئی کمی ہونے والی نہیں ہے ضرورت لینے کی ہے اب جس کے ظرف میں جتنی وسعت ہوگی اس کو اتنا ملے گا جس کے ظرف میں گنجائش نہیں ہوگی اسے کچھ نہیں ملے گا۔

ہم وہ قوم ہیں جس کے مولاؑ نے کہا: خدا کی قسم اس سینہ میں علم کا سمندر جوش مار رہا ہے۔ اگر میرے پاس اہلِ تورات آئیں تو تورات سے فیصلہ کروں گا اگر اہل انجیل آئیں تو انجیل سے فیصلہ کروں گا اہل زبور آئیں تو زبور سے فیصلہ کروں گا۔ اگر اہل قرآن آئیں تو قرآن سے فیصلہ کروں گا اور اس طرح فیصلہ کروں گا کہ تمام صاحبانِ کتاب کہیں گے علیؑ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ حق ہے۔ (نعرۂ حیدری)

علیؑ معیارِ علم ہیں، علیؑ معیارِ حلم ہیں، علیؑ معیارِ صداقت ہیں، علیؑ معیارِ شجاعت ہیں بلکہ یوں کہوں کے علیؑ تمام کمالات کے معیار کا نام ہے۔ وہ علیؑ جس کے خطبات، جس کے خطوط اور جس کے کلمات کو جمع کیا گیا تو قرآنِ مجید کے بعد دنیا کی سب سے بڑی کتاب بن گئی اور وہ کتاب کسی اور قوم کے پاس نہیں ہمارے پاس ہے۔

"نہج البلاغہ" کس قوم کے پاس ہے ہمارے پاس ہے اور عزیزو! یہ کتاب کیوں نہ اتنی عظیم ہو یہ اس کی کتاب ہے جس نے فرمایا خدا کی قسم مجھے رسولؐ نے یوں علم دیا ہے جیسے پرندہ اپنے بچوں کو دانا کھلاتا ہے۔

عزیزو! مولاؑ نے اس معنی کے لیے جو تعبیر استعمال کی ہے اس سے بہتر تعبیر پورے عالم میں نہیں ملتی پرندہ اپنے بچوں کو دانا کیسے کھلاتا ہے؟

ایسے کھلاتا ہے کہ وہ جو دانا بھی لاتا ہے اس میں کوئی کمی بیشی کیے بغیر بچوں کو دے دیتا ہے۔ مولاؑ یہ کہنا چاہتے ہیں جیسے پرندہ بغیر کسی کمی بیشی کے اپنے بچوں کو دانا کھلا دیتا ہے ویسے ہی رسولؐ کو پروردگار نے جتنے علوم دیے وہ آپؐ نے بغیر کسی کمی بیشی کے مجھے عطا کر دیے۔ (نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، نعرۂ حیدری، صلوات)

تو ایک مومن کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرے کوئی ضروری نہیں کہ مومن ہی سے ملے تو حاصل کرے نہیں مشرک و منافق سے بھی اگر علم ملے تو حاصل کرو۔ علم کے بارے میں مذہب اور جگہ کی کوئی قید نہیں۔ علم جس سے ملے جہاں سے ملے حاصل کرو اس لیے کہ جو علمی معاملہ میں مضبوط ہوگا وہ معرفت اور عقیدہ میں کبھی کمزور نہیں ہوگا۔ علم حاصل کرو اس کے بعد معرفت کی منزل پر آؤ اور جب معرفت حاصل ہو جائے تو پھر ایمان کی منزل پر آؤ۔

ہر چیز ملتی ہے مگر ڈھونڈنے سے بغیر تلاش کیے کوئی چیز نہیں ملتی جب خدا نہیں ملتا تو کیا ملے گا۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہوا:

مَن طَلَبَنِي وَجَدَنِي مَن وَجَدَنِي عَرَفَنِي مَن عَرَفَنِي اَحَبَّنِي
مَن اَحَبَّنِي عَشَقَنِي مَن عَشَقَنِي عَشَقتُهُ مَن عَشَقتُهُ
قَتَلتُهُ مَن قَتَلتُهُ وَجَبَت عَلَيَّ دِيَتُهُ مَن وَجَبت عَلَيَّ

دِیَتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ

خدا کوئی گمشدہ کا نام نہیں ہے "نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ" خدا وہ ہے جو انسان کی شہ رگ سے زیادہ اس سے قریب ہے حالانکہ اللہ کے لیے قرب و بعد کا کوئی تصور نہیں یہ تو صرف ہمیں سمجھانے کے لیے ہے۔

ارشاد ہوا: جو مجھے تلاش کرتا ہے وہ مجھے پا لیتا ہے۔ پہلی منزل طلب کی ہے دوسری منزل وجدان کی ہے تیسری منزل عرفان کی ہے۔ جب انسان تیسری منزل پر پہنچ گیا تو سمجھ لیجیے محبت کی منزل شروع ہونے والی ہے۔ جو مجھے تلاش کرتا ہے وہ مجھے پا لیتا ہے جو مجھے پا لیتا ہے وہ میری معرفت حاصل کر لیتا ہے جو میری معرفت حاصل کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے عشق کرتا ہے جو مجھ سے عشق کرتا ہے وہ میری راہ میں قتل ہو جاتا ہے اور جو میری راہ میں قتل ہو جاتا ہے اس کی دیت مجھ پر واجب۔ پروردگارا! اس کی دیت کیا دے گا؟ یہ زمین دے دے یہ آسمان دے دے یہ چاند دے دے یہ سورج دے دے یہ دریا دے دے یہ سمندر دے دے کہا: نہیں "اَنَا دِیَتُہٗ" اس کی دیت میں خود ہو جاتا ہوں۔ اس کی رضا میری رضا ہو جاتی ہے اس کا ارادہ میرا ارادہ ہو جاتا ہے۔ (نعرۂ حیدری)

تو پہلے علم پھر معرفت پھر محبت پھر عشق پھر قربانی اور اس کے بعد کی منزل ہے مرضیِ پروردگار۔ جی ہاں مرضیِ پروردگار کی منزل ادھر حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: بیٹو تمھارے کپڑے درزی کے پاس ہیں ادھر رضوانِ جنت نے دروازہ پر آ کر دستک دی میں حسنینؑ کا وہ درزی کپڑے لے کر آیا ہوں یعنی جو سیدہؑ نے ارادہ کیا، پروردگار نے پورا کر دیا۔

اتباع کے لیے محبت بہت ضروری ہے۔ جب محبت ہو گی تو ہر قدم محبوب کے

قدم پر ہوگا پھر جوان کی راہ وہ اس کی راہ، جوان کی خوشی وہ اس کی خوشی جوان کی مرضی وہ اس کی مرضی، جوان کی رفتار وہ اس کی رفتار، جوان کی ادا وہ اس کی ادا۔ (صلوٰۃ)

اگر وہ انتہا درجہ کے عابد ہیں تو محب یہ نہیں کہے گا کہ ہمیں عبادت سے نفرت ہے، اگر وہ انتہا درجہ کے شجاع ہیں تو محب یہ نہیں کہے گا ہمیں شجاعت نہیں آتی، اگر وہ ان انتہا درجہ کا کریم ہے تو محب یہ نہیں کہتا کہ مجھے کرامت نہیں آتی یعنی یہ وہ کرے گا جوان کو پسند ہے اور یہی تو وہ منزل ہے جس کے لیے قرآن کہہ رہا ہے کہ جب تم اس منزل پر آجاؤ گے تو اللہ تمھیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا۔ یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس رسولؐ کی سیرت نہیں ہم کس کی اتباع کریں؟ رسولؐ اس دنیا سے اٹھ گئے نہیں رسولؐ نہیں تو نائب رسولؐ قائم ہیں۔ (صلوٰۃ)

رسولؐ نے اپنی سیرت کے لیے نمونے دیے عورتوں کے لیے سیدہ نمونہ ہیں، مردوں کے لیے بارہ امام نمونہ ہیں اور انھیں اماموں میں سے ایک حضرت امام حسن مجتبیؑ ہیں جنھیں کریم اہلِ بیتؑ کہا جاتا ہے۔

یاد رکھیے! علمِ اخلاق میں تین چیزیں ہوتی ہیں ایک لئیم ہے ایک بخیل اور ایک سخی کریم ان سب سے بلند ہے۔ لئیم وہ ہے جو نہ خود کھائے نہ دوسروں کو کھلائے، بخیل وہ ہے جو خود تو کھائے دوسروں کو نہ کھلائے اور سخی وہ ہے جو خود بھی کھائے دوسروں کو بھی کھلائے لیکن کریم اس سے بھی بلند ہوتا ہے۔ کریم وہ ہے جو خود تو بھوکا رہے لیکن دوسروں کو کھلائے اہلِ بیتؑ کریم ہیں سخی نہیں اور اگر اس کا ثبوت چاہیے تو سورۂ هَلْ اَتٰی پڑھ لو جوان کے کریم ہونے کا ثبوت ہے۔

حسنؑ سورۂ هل اتٰی کے مصداق کا نام ہے ایسا عابد کہ جس نے پا پیادہ پچیس حج کیے۔ آپؑ جب بھی مسجد جاتے دروازہ پر پہنچ کر کہتے:

يَامُحْسِنُ قَدْ اَتَاكَ الْمُسِيْئُ

"پروردگار! تیرا بندہ تیری بارگاہ میں آ گیا"۔

میں ان کی عظمت کیا بیان کروں جن کی امامت میں دس سال امام حسینؑ نے بسر کیے۔

ایسے صاحب حکمت کہ جس نے خوارج ،حمراء ، مذبذبین اور نہ جانے کیسے کیسے شرپسندوں سے شیعیت کو بچایا؟ کیسا پرآشوب دور تھا کہ مولاؑ نے اپنے ایک چاہنے والے سے فرمایا: اے کاش! اگر تم جیسے فقط تیس چاہنے والے مل جاتے تو میں ضرور قیام کرتا۔

کل میں ایرانیوں کے یہاں مجلس میں گیا تھا وہاں نوحہ میں ایک مصرع باربار دہرا رہے تھے جس کا مطلب تھا اے میرے آقا آپ امام حسینؑ سے زیادہ مظلوم ہیں کیونکہ امام حسینؑ کو کم از کم بہتر جانثار تو ملے لیکن امام حسنؑ کو تیس بھی نہ ملے جب مال کی بات تھی تو ہزاروں تھے اور جب جان دینے کی بات ہوئی تو تیس بھی نہیں۔

اسلام کو بیدار افراد کی ضرورت ہے اسلام کو ہوشیار افراد کی ضرورت ہے اسلام کو ہوشمند، بافہم اور زیرک افراد کی ضرورت ہے۔ امام حسنؑ کے دور میں جو لوگ گمراہ ہوئے وہ اپنی ناقص عقل کی وجہ سے گمراہ ہوئے کم فہم لوگوں کو بہت جلد گمراہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر ائمہ معصومینؑ کی تعلیمات ان کی حدیثوں اور ان کے عرفانی و ایمانی بیانات کو سمجھیں تو ہر دور کا آسانی سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ حسنؑ کے دسترخوان پر تو بہت موجود رہتے تھے لیکن نصرت کرنے والے تیس بھی نہیں، کون حسنؑ؟ وہ حسنؑ جس کے دسترخوان کی یہ

شان ہے کہ ایک بار ایک شخص آتا ہے پیٹ بھر کر کھاتا ہے اور کچھ کھانا اپنی تھیلی میں بچا کر رکھ لیتا ہے۔

امام علیہ السلام نے پوچھا یہ کس کے لیے لے جا رہے ہو اگر تمھیں اپنے اہل وعیال کے لیے چاہیے تو جتنا چاہو لے جاؤ۔ چھپا کر لے جانے کیا ضرورت ہے کہا میں نے کچھ دیر قبل مسجدِ کوفہ میں ایک شخص کو دیکھا ہے جس کے پاس کھانے کے لیے صرف جو کی روٹیاں تھیں اور وہ بھی اتنی سوکھی ہوئی کہ اسے وہ زانو سے توڑ رہا تھا۔

مولاؑ نے فرمایا: وہ کوئی اور نہیں میرے بابا علی مرتضیٰؑ ہیں۔

آپ نے غور فرمایا کیسا دستر خوان تھا خود بھی کھاؤ اور اگر اہل وعیال کے لیے ضرورت ہو تو ان کے لیے بھی لے جاؤ۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ جب مولاؑ لوگوں کو پکاریں تو کم از کم جو لوگ دستر خوان سے فیض یاب ہوتے تھے۔ وہ لبیک کہتے لیکن امامؑ نے جب عوام کے سامنے تقریر کی اور فرمایا کہ اگر تم میرا ساتھ دو تو میں جنگ کروں لیکن لوگوں نے کہا نہیں ہم جنگ نہیں کر سکتے اور نعرہ لگایا: صلح، صلح، صلح۔

دنیا کو سوچنا چاہیے تھا کہ کجا معاویہ کجا امام حسنؑ! ارے ایک جہل کا مجسمہ ایک علم کا پیکر، ایک سفیانیت کا نمونہ، اور ایک وارثِ کردارِ رسولؐ لیکن جیسا کہ میں نے کہا ایمان کی کمزوری نے لوگوں کی دنیا بھی برباد کی آخرت بھی برباد کی۔ کتنے ایسے مسائل ہیں جو معاویہ کے پاس آئے اور اس کا جواب دینے والا سوائے امامؑ کے کوئی نہ تھا انھیں سوالوں میں یہ بھی تھا کہ اے معاویہ تو خود کو رسولؐ کا خلیفہ کہتا ہے ذرا یہ تو بتا مشرق ومغرب کے درمیان کیا فاصلہ ہے؟ آسمان وزمین کے درمیان کیا فاصلہ ہے؟ حق وباطل کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ قوسِ قزح کیا ہے؟ وہ دس چیزیں کون ہیں جن میں کی ہر ایک دوسرے سے قوی تر ہے؟

معاویہ بولا: جاؤ علی ابن ابی طالبؑ سے جا کر پوچھ لو۔

سائل آیا بولا: میں کچھ سوال لے کر آیا ہوں۔

فرمایا: مجھے تمھارے سارے سوالات کا علم ہے۔ یاد رکھیے! امام کو لوگوں کی فکروں کا علم ہوا کرتا ہے امام لوگوں کے دلوں کی بات کو جانا کرتا ہے۔

وہ سوال کرتا ہے مولاؑ فرماتے ہیں: یہ بتاؤ تم جو سوالات لے کر آئے ہو ان کا جواب میں دوں یا میرے یہ دونوں بیٹے دیں؟

کہا کیا یہ ہمارے سوال کا جواب دے سکتے ہیں؟

فرمایا: جس سے چاہو پوچھ لو بولا میں بڑے شہزادہ حسنؑ سے سوال کروں گا۔

امامؑ نے فرمایا: بیٹے حسنؑ اس کے سوالوں کا جواب دیجیے۔

اس نے سوال کیا مشرق و مغرب میں کیا فاصلہ ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا: صرف ایک دن کا فاصلہ ہے۔ سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے صبح کے وقت اور مغرب میں غروب ہوتا ہے شام کے وقت۔

پوچھتا ہے: زمین و آسمان کا کیا فاصلہ ہے؟

فرمایا: ایک نظر کا فاصلہ ہے نظر کرو اوپر آسمان نظر آتا ہے۔

پوچھتا ہے: حق و باطل کے درمیان کیا فاصلہ ہے؟

فرمایا: چار انگلیوں کا فاصلہ ہے جو فقط کان سے سنا ہو وہ باطل ہے لیکن جو آنکھ سے دیکھا ہے وہ حق ہے۔

قوسِ قزح آسمان پر ظاہر ہونے والا ایک نشان ہے جو امن کی علامت ہے اور تم نے پوچھا کہ وہ کون سی دس چیزیں ہیں جن میں ہر ایک دوسرے سے قوی تر ہے تو سنو پتھر قوی ہوتا ہے لیکن اس سے مضبوط لوہا ہے۔ لوہا بہت قوی ہوتا ہے لیکن

اس سے قوی تر آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے آگ بہت قوی ہوتی ہے لیکن اس سے قوی تر پانی ہوتا ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے اور پانی سے زیادہ قوی تر بادل ہوتے ہیں جو پانی کو لیے پھرتے ہیں، بادل سے زیادہ قوی تر ہوا ہوتی ہے جو بادلوں کو اڑائے پھرتی ہے، ہوا سے زیادہ قوی تر وہ فرشتے ہیں جو پروردگار کے حکم سے ہواؤں کو ادھر سے ادھر کیا کرتے ہیں۔ ان فرشتوں سے زیادہ قوی تر ملک الموت ہے جو ان کی بھی روح قبض کرے گا اور ملک الموت سے زیادہ قوی تر موت ہے جو انھیں بھی نہیں چھوڑے گی اور موت سے زیادہ قوی تر امرِ الٰہی ہوا کرتا ہے۔

بس یہاں پر جی چاہتا ہے ایک جملہ عرض کروں جسے امرِ الٰہی سمجھ میں آ گیا اسے اَطِیعُوا اللّٰہَ بھی سمجھ میں آجائے گا اَطِیعُوا الرَّسُولَ بھی سمجھ میں آجائے گا اور اُولِی الامر بھی سمجھ میں آجائیں گے۔ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

ایران میں ایک شاعر تھے جو خطاط بھی تھے نام وصال شیرازی تھا۔ قرآن لکھا کرتے تھے جب ضعیف ہوئے تو ان کی آنکھوں نے جواب دے دیا اور ڈاکٹروں نے علاج کیا اور کہا کہ اب قرآن لکھنا بند کر دیجیے ورنہ اس کے بعد آپ کی روشنی واپس نہیں آسکتی۔ علاج ہوا جب روشنی آئی انھوں نے پھر قرآن لکھنا شروع کر دیا پھر آنکھ کی روشنی چلی گئی اب انھوں نے کچھ نہیں کیا۔ بارگاہِ سیّدہؑ میں توسل کیا

بی بیؑ! میں نے آپؑ کے لعل کے غم میں بہت سارے نوحے لکھے ہیں، بہت سارے مرثیے لکھے ہیں یکا یک دیکھا انوارِ پنجتن نمودار ہوئے۔ رسولؐ نے سیّدہؑ سے فرمایا اس کا توسل قبول کرلو، اس نے تمھارے لعل حسینؑ کے بہت سارے نوحے لکھے ہیں بہت سارے مرثیے لکھے ہیں۔

بی بیؑ نے کہا: وصال شیرازی! تم نے میرے لعل حسینؑ کے بہت سارے

نوحے لکھے بہت سارے مرثیے لکھے لیکن مجھے بتاؤ میرے لعل حسنؑ کا کوئی نوحہ کیوں نہیں لکھا؟ میرے لعل حسنؑ کے غم میں کوئی مرثیہ کیوں نہیں لکھا؟ پہلے تم میرے لعل حسنؑ کے غم میں کوئی نوحہ لکھو پھر آنکھیں ملیں گی۔ شیرازی نے امام حسنؑ کے غم میں ابھی پہلا شعر لکھا:

در تاب رفت طشت طلب کرد نالہ کرد
و آن طشت را ز خونِ جگر باغ لالہ کرد

"جب مولاؑ کو زہر دیا گیا تو اس کے اثر سے پورا جسم متزلزل ہونے لگا جب طشت منگوایا تو اس میں جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر آگئے"۔

جب روشنی واپس آگئی یہ شعر لکھا:

زینبؑ کشید معجر و آہ از جگر کشید
کلثومؑ سر بہ سینہ و از درد نالہ کرد

جنابِ زینبؑ نے جب بھائی کے جگر کے ٹکڑے دیکھے تو سر سے ردا اتار دی کلثومؑ نے سر پیٹا اور فریاد کی:

ہائے مولا حسینؑ نے سر سے عمامہ اتار دیا۔ اہلِ بیت کے گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ ہائے زینبؑ کیا کیا مصیبت دیکھے، ماں کا پہلو شکستہ دیکھے۔ بابا کا جنازہ دیکھے رسولؐ کا جنازہ دیکھے۔ بھائی کے جگر کے ٹکڑے دیکھے......

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى قَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

عظمتِ امیرالمومنین علیہ السلام

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْیَتِہٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِیْنَ وَعَجِزَتْ عَنْ نَعْتِہٖ اَوْھَامُ الْوَاصِفِیْنَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَیْرِ الْمُبَشِّرِیْنَ وَالْمُنْذِرِیْنَ الْمَکِّیِّ الْمَدَنِیِّ الْقُرَشِیِّ الْعَرَبِیِّ الْھَاشِمِیِّ وَعَلٰی خَلِیْفَتِہٖ سَیِّدِ الْوَصِیِّیْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰی شَمْسِ الضُّحٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلواۃ)

وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْمَظْلُوْمِیْنَ الْغُرِّ الْمَیَامِیْنَ سِیَّمَا بَقِیَّۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِیْنَ رُوْحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِیْنَ فِیْ مَقْدَمِہِ الْفِدَآءُ وَاللَّعْنَۃُ الدَّآئِمَۃُ عَلٰی اَعْدَآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰی قِیَامِ یَوْمِ الدِّیْنِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فَاطِمَۃَ وَاَبِیْھَا وَبَعْلِھَا وَبَنِیْھَا وَ سِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِیْھَا۔

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آبَائِهِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِي كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَّحَافِظاً وَّقَائِداً وَّنَاصِراً وَّدَلِيلاً وَّعَيْناً حَتّٰى تُسْكِنَهُ أَرْضَكَ طَوْعاً وَّتُمَتِّعَهُ فِيهَا طَوِيلاً

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ (مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۲۴؛ صواعق محرقہ ابن حجر، ص ۱۹۱ / ۱۹۴؛ تاریخ خلفاء سیوطی، ص ۱۷۳) (صلوٰۃ)

آج سے اگلے چند روز تک مجھے اس عظیم کردار والے کا تذکرہ کرنا ہے جن کا ہاتھ ید اللہ ہے، جن کی آنکھیں عین اللہ ہیں جن کی زبان لسان اللہ ہے اور جن کا نفس نفس اللہ ہے۔ (صلوٰۃ)

آج کی شب شبِ دعا ہے، شبِ مناجات ہے آج کی شب قرآنِ صامت کی شب بھی ہے قرآنِ ناطق کی شب بھی ہے اگر کوئی حقیقتِ قرآن کو سمجھا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ درِ اہلِ بیتؑ پر آئے اگر کوئی درِ اہلِ بیتؑ سے وابستہ ہے تو اسے اس مہینہ میں ہر آیت پر ختمِ قرآن کا ثواب ملے گا۔ یہ شبِ قدر ہے انسان کی تقدیر کی رات ہے انسان کے نصیب کی رات ہے جسے تقدیر سنوارنا ہو اس کے لیے شبِ قدر بہترین موقع ہے۔

پروردگارِ عالم نے جتنے بھی صحیفے نازل کیے روایتوں میں ہے کہ ایک سو چار صحیفہ نازل ہوئے ان سب کا خلاصہ چار کتابوں میں ہے۔ توراۃ، زبور، انجیل، اور

قرآن مجید۔قرآن وہ کتاب ہے جس میں ان تینوں کتابوں کا بھی خلاصہ ہے اور پورے قرآن کا خلاصہ سورۂ یٰس میں ہے اور سورۂ یٰس کا خلاصہ سورۂ حمد میں ہے،سورۂ حمد کا خلاصہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے،بسم اللہ کا خلاصہ بائے بسم اللہ میں ہے اور میرے مولاؑ فرماتے ہیں:

اَنَا نُقطَةُ تَحتَ البَاءِ

"بائے بسم اللہ کا نقطہ میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں"

(نعرۂ حیدری،نعرۂ صلواۃ)

باقی کتابیں بھی اللہ کی نازل کی ہوئی تھیں لیکن پروردگار نے اس کتاب سے تمام کتبِ ماسبق کو برتر کر دیا۔یہ کتاب قیامت تک باقی رہنے والی ہے،جس کے بارے میں پروردگار نے فرمایا:

اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (بقرہ: آیت ۲۳)

"ہم نے جو کچھ اپنے حبیب پر نازل کیا اگر تم کو اس کے بارے میں شک ہے تو کم از کم ایک سورہ کا ہی جواب لا کر دکھاؤ"۔

سب سے چھوٹا سورہ قرآن کا سورۂ کوثر ہے۔تین آیتوں کا سورہ دنیا اس کا بھی جواب نہیں لا سکی۔یہ چیلنج ہے قرآن کا۔جب پروردگار نے دیکھا کہ عرب جو خود کو سب سے بلند قوم سمجھتے تھے جو اپنی ہیبت کے آگے کسی کو کچھ سمجھتے ہی نہیں تھے ان کے سر جھک گئے تو پروردگار نے قرآن کی فتح مندی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

ظَهِيرًا ﴿۸۸﴾ (النحل: آیت ۸۸)

"اے گروہ عرب تم کیا اگر ساری دنیا کے جن و انس مل بھی چاہیں کہ اس کتاب کا جواب لائیں تو قیامت تک جواب نہیں لاسکتے، کیوں؟"

پروردگار نے کہا یہ کتاب اتنی عظیم ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۔ (الحشر: آیت ۲۱)

"اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کردیتے تو وہ خشیتِ پروردگار سے ریزہ ریزہ ہوجاتا"۔

کیوں ریزہ ریزہ ہوجاتا اس لیے کہ:

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ نُوْرًا مُّبِيْنًا

"ہم نے آپؐ پر نورِ مبین نازل کیا ہے"۔

اب نورِ مبین کی یہ خاصیت ہے کہ موسیٰ جیسے نبی پر پڑے تو وہ غش کھا جائیں تو پہاڑ اس کو برداشت کرنے کی تاب کہاں سے لائے گا۔ (صلوٰۃ)

اب اس پیغمبرؐ کی عظمت کو کیا کیا بیان کرے جس کے قلب پر یہ قرآن نازل کیا گیا؟ اس نبی کی ظرفیت کو کوئی کیا بیان کرے جس کے سینہ پر یہ کتاب نازل ہوئی؟ ارے! جس کے دل و دماغ کو پروردگار نے جائے قرآن بنایا اس سے نہ نسیان ہوسکتا ہے نہ ہذیان ہوسکتا ہے۔ نعرۂ حیدری۔ نعرۂ (صلوٰۃ)

امامِ ششم علیہ السلام سے ایک روایت ہے اور یہی روایت حضرت امام حسین علیہ السلام سے بھی ہے کہ قرآن چار چیزوں پر مشتمل ہے:

عَلَى الْعِبَارَةِ. عَلَى الْإِشَارَةِ. عَلَى الطَّائِفِ. عَلَى الْحَقَائِقِ

"قرآن میں عبارت ہے یعنی وہ تحریر جس سے قرآن لکھا گیا ہے دوسری چیز اشارہ ہے تیسری چیز وہ اسرار و رموز ہیں وہ لطائف ہیں جو ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے اور چوتھی چیزیں اس میں بیان کردہ حقائق ہیں"۔

پھر فرماتے ہیں:

فَالْعِبَارَةُ لِلْعَوَامِّ

"عام لوگوں کے لیے اس کی عبارت ہے"۔

وہ اس کو پڑھنا سیکھیں کیسے پڑھنا ہے کہاں وقف ہے کہاں وصل ہے۔

وَالْإِشَارَةُ لِلْخَوَاصِّ

"اور اس کے اشاروں کو ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا"۔

وہی سمجھ سکتے ہیں جو ایک طرف قرآن صامت کو رکھیں اور ایک طرف قرآن ناطق کو رکھیں۔

فَالطَّائِفُ لِلْأَوْلِيَاءِ

"اور قرآن کے اسرار و رموز خاص لوگ بھی نہیں جانا کرتے ہیں اولیاء خدا جانا کرتے ہیں"۔

وَالْحَقَائِقُ لِلْأَنْبِيَاءِ

"اور قرآن کی اصل حقیقت تک انبیاء خدا پہنچ سکتے ہیں"۔

دنیا نے بہت کوشش کی لیکن آج تک نہ قرآن صامت کا جواب لا سکی نہ قرآن ناطق کا جواب لا سکی کیونکہ جس طرح قرآن صامت بے عیب ہے اسی طرح

قرآن ناطق بھی بے عیب ہے۔ (صلوات)

ورنہ کیا وجہ ہے کہ بنوامیہ نے پانچ سو سال تک ہمارے مولاؑ کے خلاف اپنی پوری طاقت صرف کر دی لیکن وہ کل بھی علیؑ تھے آج بھی علیؑ ہیں اور قیامت تک علیؑ ہی رہیں گے۔

پابندیاں لگائی گئیں کوئی ان کے گھر پہ نہ جائے کوئی ان کے در پر نہ جائے لیکن پروانوں کو شمع تک جانے سے کون روک پایا ہے مولاؑ کے چاہنے والوں نے اپنا گھر چھوڑ دیا لیکن مولاؑ کا گھر نہیں چھوڑا۔

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی جو اہل سنت کے معتزلہ فرقہ کے جلیل القدر عالم ہیں شرح نہج البلاغہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"علیؑ وہ مظلومِ تاریخ ہیں جن کے فضائل اپنوں نے بھی چھپائے، غیروں نے بھی چھپائے، اپنوں نے خوف کی وجہ سے چھپائے، ڈر کی وجہ سے چھپائے اور غیروں نے بغض وحسد کی وجہ سے چھپائے کینہ کی وجہ سے چھپائے"۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

"علیؑ جمالِ رسالت کے آفتاب کا نام ہے جیسے آفتاب کی روشنی چھپ نہیں سکتی ویسے ہی علیؑ کا نور دنیا سے اوجھل نہیں ہو سکتا"۔

پھر لکھتے ہیں:

"علیؑ خوشبوئے رسالت کا نام ہے جس طرح مشک وعنبر کو لاکھ چھپایا جائے لیکن اس کی خوشبو لوگوں کو اپنا بتا دیتی ہے اسی طرح علیؑ کی فضیلتیں علیؑ کا پتہ بتا دیتی ہیں"۔ (نعرۂ حیدری)

مولاؑ کی زندگی پڑھئے تو معلوم ہو گا کہ آپ نے انسانیت کا پورا قانون پڑھ لیا کن کن فضیلتوں کو بیان کیا جائے ایسا آقا جو اپنے غلاموں پر خود اس کے نفس سے زیادہ مہربان ہو بازار گئے ہوئے ہیں خود معمولی لباس خریدتے ہیں غلام قنبرؓ کے لیے قیمتی لباس لیتے ہیں اچھا لباس لیتے ہیں۔

قنبرؓ کہتے ہیں: مولاؑ! یہ اچھا لباس آپؑ لیجیے آپ منبر پر جاتے ہیں لوگ دُور دُور سے آپؑ کے پاس مشکلات لے کر آتے ہیں۔ آپؑ کا لباس اچھا ہونا چاہیے۔

مولاؑ فرماتے ہیں: نہیں قنبرؓ! مجھے خدا سے شرم آتی ہے میرا لباس تم سے اچھا ہو تمھیں اچھا لباس پہننا چاہیے اس لیے کہ تم ابھی جوان ہو میں تو بوڑھا ہو رہا ہوں۔

جس کا کردار ایسا ہو اس کے چاہنے والے سلمانؓ و بوذرؓ میثمؓ و قنبرؓ جیسے کیوں نہ ہوں؟ یہ کردار ہی کا اثر تھا کہ چاہنے والے سولی پر چڑھے لیکن علیؑ کی عظمت کا قصیدہ پڑھتے رہے جنابِ میثمؓ کیا عاشقِ علیؑ تھے مولاؑ نے ان سے فرمایا تھا:

اے میثمؓ میری محبت کے جرم میں تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے تمھیں سولی پر چڑھایا جائے گا اور تمھیں اس کھجور کے درخت پر سولی دی جائے گی۔

کہتے ہیں: جنابِ میثمؓ روز اس درخت کو پانی دیا کرتے تھے تاکہ وہ سوکھنے نہ پائے وہ دن بھی آیا جب ابنِ زیاد ملعون نے دربار میں طلب کیا اور کہا اگر تم علیؑ کی محبت سے باز نہیں آتے تو میں تمھیں سولی پر چڑھا دوں گا۔

فرمایا: میرے مولاؑ مجھ سے بہت پہلے فرما چکے ہیں کہ تمھیں فلاں کھجور کے درخت پر سولی دی جائے گی۔ تمھارے ہاتھ پیر کاٹے جائیں گے تمھاری زبان کاٹی جائے گی۔

ابنِ زیاد ملعون کہتا ہے ہم تمھارے ہاتھ پیر تو کاٹیں گے تمھارے جسم میں

میخیں گاڑیں گے لیکن تمھاری زبان نہیں کاٹیں گے کیونکہ مجھے علیؑ کی پیشگوئی کو جھوٹا ثابت کرنا ہے لیکن سلام ہو میثمؓ پر کہتے ہیں اے ظالم یہ زمین آسمان بن سکتی ہے لیکن میرے مولا کا قول جھوٹا نہیں ہو سکتا ہے۔

میثمؓ کو درخت پر لٹکایا گیا ہاتھوں کو کاٹا جا رہا ہے پیروں کو کاٹا جا رہا ہے لیکن زبان سلامت ہے اس لیے زبان سے فضائلِ علیؑ کے چشمے ابل رہے ہیں اور ابنِ زیاد کے کالے کرتوت اجاگر کیے جا رہے ہیں یہاں تک کہ ابنِ زیاد کے درباریوں نے اسے آکر خبر دی جن باتوں کو تو چھپایا کرتا تھا میثمؓ انھیں اجاگر کر رہے ہیں۔ ابنِ زیاد طیش میں آکر کہتا ہے: جاؤ میثمؓ کی زبان قلم کر دو۔

جب ایک ملعون زبان قلم کرنے کے لیے آیا تو جنابِ میثمؓ نے اس سے کہا میری زبان کاٹنے کے بعد ابنِ زیاد سے جاکر کہہ دینا کہ میں نے کہا تھا تا کہ میرے مولا کا قول جھوٹا نہیں ہو سکتا۔(صلوٰۃ)

علیؑ اس باکمال کا نام ہے جس کے بارے میں رسولؐ نے فرمایا: اے علیؑ! تمھیں میرے اور خدا کے علاوہ کسی نے نہیں پہچانا۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں: ایک روز میرے بابا مجھ سے بات میں مصروف تھے لیکن نظر مسلسل علیؑ کے چہرے کی طرف تھی میں نے پوچھا: بابا جان! آپ مجھ سے بات میں مصروف ہیں مگر مسلسل علیؑ کے چہرہ کی طرف کیوں دیکھے جا رہے ہیں؟

کہا: اس لیے کہ! رسولؐ نے فرمایا: علیؑ کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے۔

جیسے قرآن پر نظر کرنا عبادت اسی طرح علیؑ کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے اس لیے کہ علیؑ مظہرِ جمالِ انبیاء ہیں اللہ نے اپنے صفات انبیاء کو عطا کیے لیکن ہر نبی کو ہر صفت نہیں عطا کی کسی کو اپنے علم کا خاص مظہر بنایا تو کسی کو حلم کا، کسی کو ہیبت کا تو

کسی کو شجاعت کا۔

اب رسولؐ سے آپؐ کے اصحاب سوال کرتے ہیں: یا رسولؐ اللہ! ہم نے نہ آدمؑ کو دیکھا نہ نوحؑ کو نہ ابراہیمؑ کو دیکھا نہ موسیٰؑ کو نہ عیسیٰؑ کو دیکھا نہ یعقوبؑ و یوسفؑ کو اگر ہم چاہیں کہ آدمؑ سے لے کر آپؐ تک کے صفات کا مظہر دیکھ لیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

رسولِؐ خدا نے فرمایا: تمھیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

مَن اَرَادَ اَن یَنظُرَ آدَمَ فِي عِلمِهٖ وَاِلیٰ نُوحٍ فِي حِلمِهٖ وَ اِلیٰ مُوسٰی فِي هَیبَتِهٖ وَ اِلیٰ عِیسٰی فِي حِکمَتِهٖ وَاِلیٰ اِبرَاهِیمَ فِي خُلَّتِهٖ فَلیَنظُر اِلیٰ وَجهِ عَلِيِّ ابنِ اَبِي طَالِبٍ

"جو بھی چاہتا ہے آدمؑ کو ان کے علم کے ساتھ دیکھے نوحؑ کو ان کے حلم کے ساتھ دیکھے موسیٰؑ کو ان کی ہیبت کے ساتھ دیکھے، عیسیٰؑ کو ان کی حکمت کے ساتھ دیکھے، اور ابراہیمؑ کو ان کی خلت کے ساتھ دیکھے تو اسے چاہیے کہ میرے بھائی علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھے اسے تمام انبیاءؑ کی زیارت ہو جائے گی"۔

اور حدیث ابھی جاری ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

فَاِنَّ فِیهِ تِسعَةً وَتِسعِینَ خَصلَةً مِن خِصَالِ الاَنبِیَاءِ

پروردگار کی وہ ننانوے صفتیں جو تمام انبیاءؑ میں بکھر بکھر کر آئیں میرے علیؑ میں سمٹ سمٹ کر آئیں۔ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

دوسری روایت میں آنحضرت گرامی اسلام ﷺ فرماتے ہیں:

يَا عِبَادَ اللهِ! مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى آدَمَ فِي جَلَالَتِهٖ وَاِلٰى شِيْثٍ فِي حِكْمَتِهٖ وَ اِلٰى اِدْرِيْسَ فِي نَبَاهَتِهٖ وَمَهَابَتِهٖ وَ اِلٰى نُوْحٍ فِي شُكْرِهٖ لِرَبِّهٖ وَ عِبَادَتِهٖ وَ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ فِي وَفَائِهٖ وَ خُلَّتِهٖ وَاِلٰى مُوْسٰى فِي بُغْضِ كُلِّ عَدُوٍّ لِلّٰهِ وَ مُنَابَذَتِهٖ وَ اِلٰى عِيْسٰى فِي حُبِّ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُعَاشَرَتِهٖ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ

"اے خدا کے بندو! جو شخص حضرت آدمؑ کو اپنے جلال کے اعتبار سے دیکھنا چاہتا ہے، شیثؑ کو ان کی حکمت کے لحاظ سے نظارہ کرنا چاہتا ہے۔ ادریسؑ کو ان کی عظمت و بزرگی کے اعتبار سے مشاہدہ کرنا چاہتا ہے۔ نوحؑ کو شکرِ الٰہی اور عبادتِ پروردگار کے لحاظ سے دیکھنا چاہتا ہے۔ ابراہیمؑ کو ان کی وفاداری اور خلت کے اعتبار سے مشاہدہ کرنا چاہتا ہے۔ موسیٰؑ کو ان کی خدا کے دشمنوں سے دشمنی اور مومنوں سے محبت کو دیکھنا چاہتا ہے اور عیسیٰؑ کو ان کی ہر مومن سے محبت اور ان کے ساتھ حسنِ معاشرت کا نظارہ کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے علیؑ ابن ابی طالبؑ کی طرف نگاہ کرے اسے یہ سارے جلوے نصیب ہو جائیں گے"۔

(بحار، جلد ۱۷ صفحہ ۳۱۹)

اب مجھے جملہ عرض کرنے دیجئے کہ پروردگار کے اوصاف کو اگر بکھیر دو تو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بنتے ہیں اور اگر سمیٹو تو علیؑ بنتے ہیں۔

آج کی شب شبِ قدر ہے عبادت کی شب ہے اے مولاؑ کے چاہنے والو ذرا

اپنے مولاؑ کی عبادت تو دیکھو نظروں میں صرف جمالِ پروردگار بسا ہوا ہے دنیا تو علیؑ کے قریب بھی نہیں آسکتی۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: علیؑ کے لیے یہ عزت کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں اور یہ فخر کافی ہے کہ تو میرا پروردگار ہے۔

ایسا عابد جس نے عبادت کا معیار، بتایا فرمایا: ”پروردگارا! میں تیری عبادت نہ جہنم کے خوف سے کر رہا ہوں اور نہ جنت کی لالچ میں بلکہ چونکہ تجھے لائقِ عبادت پایا اس لیے تیری عبادت کر رہا ہوں“۔

علیؑ کی محبت جس دل میں بس جائے وہ زمانہ کی طاقت سے ڈرتا نہیں۔ وہ کسی ظالم سے گھبراتے نہیں۔ عدی بن حاتمؓ مولاؑ کے سچے چاہنے والے تھے ایک روز معاویہ آپ سے سوال کرتا ہے عدی تمھارے بیٹے کیا ہوئے؟ اس کا یہ سوال مکر و فریب سے بھرا ہوا تھا۔ عدیؓ کے بیٹے جنگِ صفین میں شہید ہو چکے تھے۔ اس نے یہ سوال عدیؓ کے دل پر چوٹ کے ارادے سے کیا تھا لیکن مولاؑ کے چاہنے والے بڑے سمجھدار ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے ہر معاویہ کو شرمسار ہونا پڑتا ہے چاہے کل کا معاویہ ہو یا آج کا معاویہ ہو۔

مولاؑ کا محب شریعت سے بھی واقف ہوتا ہے اور دنیا کے حربوں سے بھی واقف ہوتا ہے وہ دنیا کے فریب میں نہیں آسکتا۔

کہا: معاویہ میں تیرے سارے حربوں سے واقف ہوں۔ معاویہ میں اپنے آپ کو بڑا بدنصیب سمجھتا ہوں کیونکہ میرے بیٹے تو جنگِ صفین میں مولاؑ کی ہمرکابی میں شہید ہو گئے لیکن مجھے شرفِ شہادت اب تک نصیب نہ ہو سکا۔

بولا جی چاہتا ہے آج تم سے علیؑ کے فضائل سنوں۔

عزیزو!

یہاں پر ایک بات عرض کر دینا ضروری ہے مولاؑ کی شہادت کے دو سبب ہیں:
ایک یہ کے مولاؑ نفاق کی نقاب کشائی کرتے تھے۔ مولاؑ نے منافقین کو تسلیم نہیں کیا۔
دوسرا سبب یہ کہ مولاؑ عدالتی معاملات میں کوئی نرمی نہیں کرتے تھے چاہے کوئی ہو۔

مولاؑ کی شہادت کا سبب یہی دو چیزیں ہیں۔ منافقین کو قریب نہیں آنے دیا۔ اگر چہ جنگِ جمل ہوئی، منافقین کو قریب نہیں آنے دیا اگر چہ صفین و نہروان ہوئی اور مولاؑ نے واضح کر دیا کہ منافقین اسلام کی نقاب ڈال کر اور خود کو بڑا مقدس دکھا کر اسلام کی بنیادوں کو کمزور کرنا چاہتے ہیں اور ان کا پہلا شکار وہ سیدھے سادے لوگ ہوا کرتے ہیں جو صرف اسلام کا نام دیکھتے ہیں۔ مولاؑ نے دنیا کی دشمنی کی پرواہ نہیں کی ہمیشہ رضائے الٰہی کے لیے جیتے رہے۔

منافقین کچھ بھی کر لیں وہ مولاؑ کے چاہنے والوں کو گمراہ نہیں کر سکتے اس لیے کہ مولاؑ کے چاہنے والے یہ جانتے ہیں کہ جس مناجات میں مولاؑ کی معرفت شامل نہیں ہوتی پروردگار اسے قبول نہیں کرتا جس عبادت میں شعورِ عبادت نہیں ہوتا اللہ اسے منھ پر مار دیا کرتا ہے۔ پیغمبرؐ نے صاف لفظوں میں فرما دیا:

مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً

"جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے بغیر مر جائے اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے"۔

معاویہ عدیؓ سے کہتا ہے: میں علیؑ کے فضائل سننا چاہتا ہوں۔
فرمایا: تجھ میں اتنی سکت کہاں کہ تو میرے مولاؑ کے فضائل سن سکے۔

بولا: نہیں آج میرا جی چاہ رہا ہے۔

کہا: اچھا تو سن میرے مولاؑ وہ تھے کہ جن کے چہرہ پر اس قدر رعب تھا کہ ہم ان کے دوست ہوتے ہوئے بھی ان کے سامنے بولنے سے گھبراتے تھے۔ جب مولاؑ مسکراتے تو ان کے دندانِ مبارک موتیوں کی طرح چمکتے تھے۔

اے معاویہ! میرے مولاؑ وہ تھے جن سے زمانہ کا ہر ظالم خوف محسوس کرتا تھا اور ہر مظلوم امان میں رہتا تھا۔

آپ غور فرما رہے ہیں معاویہ کے سامنے مولاؑ کے فضائل بیان ہو رہے ہیں۔

پھر کہتے ہیں میرے مولاؑ کی عبادت کی یہ شان تھی کہ نصفِ شب کو دارالامارہ کی دیوار کے سہارے مسجد میں آتے تھے اور اس طرح گریہ کرتے تھے جس طرح سانپ کا ڈسا ہوا گریہ کرتا ہے اور فرمایا کرتے تھے:

آہ مِن قِلَّةِ الزَّادِ وَبُعْدِ السَّفَرِ

"ہائے سفر کتنا طولانی ہے اور علیؑ کے پاس زادِ راہ کتنا کم ہے۔

اے دنیا مجھ سے دور ہو جا، میں تجھ کو تین بار طلاق دے چکا ہوں جس کے بعد رجوع کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی"۔

عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں: میں جب اس مقام پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ معاویہ روتا جا رہا ہے اور آستین سے اپنے آنسو پونچھتا جا رہا ہے اور کہتا جاتا ہے: واللہ علیؑ انہی صفات کے حامل تھے۔

وَ مَنَاقِبُ شَهِدَ الْعَدُوُّ بِفَضْلِهِ
وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

عزیزو!

سچی تعریف وہ ہے جو دشمن کی زبان سے نکلے۔

پھر معاویہ کہتا ہے: یہ بتاؤ علیؑ کے جانے کے بعد تمھارے احساسات کیا ہیں؟

کہا: ایک بوڑھی ماں جوان بیٹے کے مرجانے کے بعد کیسا محسوس کرتی ہے۔ علیؑ کے جانے سے میں ویسا ہی محسوس کر رہا ہوں۔

بس میں اپنی منزل پر آ گیا۔ اب میں مجلس تمام کرنے جا رہا ہوں سوچیے ضربت کے لیے اسی شب کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ اس لیے کیا گیا کیونکہ یہ شبِ قدر ہے یہ شب بڑی برکت والا ہے شبِ عبادت ہے اور علیؑ کو قتل کرنا عبادت ہے۔ اور پھر حالتِ عبادت میں، حالتِ نماز میں قتل کرنا بہت آسان ہے۔

دیکھیے مولاؑ کی دشمنی انسان کو کس تاریکی میں پہنچا دیتی ہے کہ جو عبادتوں کا شعور دینے والا ہے جس کی محبت عبادتوں کی روح ہے اس کے قتل کا ارادہ کیا جا رہا ہے اور وہ بھی حالت عبادت میں۔

ہاں عزادارو! اس رمضان میں مولاؑ کا انداز بدلا ہوا ہے کبھی کسی بیٹے کے یہاں افطار ہے کبھی کسی بیٹے کے یہاں انیسویں کی رات مولاؑ کا افطار اُمِ کلثومؑ کے یہاں تھا۔

جب دسترخوان بچھا گیا تو مولاؑ اُمِ کلثومؑ سے فرماتے ہیں:

تم نے کبھی علیؑ کو کھانے میں دو چیز استعمال کرتے دیکھا ہے؟

اُمِ کلثومؑ کہتی ہیں: بابا! آپ کچھ کھاتے کیوں نہیں کچھ پیتے، کیوں نہیں؟

فرماتے ہیں: تیرا بابا اللہ کے حضور شکم سیر ہو کر جانا نہیں چاہتا ہے۔

ہائے شب گزر رہی ہے۔ مولاؑ کا عالم یہ ہے کہ کبھی مصلیٰ پر آتے ہیں کبھی صحن

خانہ میں اور کبھی ستاروں سے خطاب کر کے فرماتے ہیں:
اے ستارو! تم نے کبھی دیکھا ہے کہ تمھارے غروب کا وقت آ گیا ہو اور علیؑ سویا ہوا ہے؟

جنابِ اُم کلثومؑ نے جب یہ حال دیکھا تو تڑپ کر کہتی ہیں بابا ہم آپ کا کیا حال دیکھ رہے ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

فرمایا: بیٹی! میں نے رسولؐ کو خواب میں دیکھا ہے وہ فرما رہے تھے علیؑ تم عنقریب مجھ سے ملاقات کرنے والے ہو میں تمھارا انتظار کر رہا ہوں، رسولؐ نے فرمایا: علیؑ! میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے فرق سے خون جاری ہے۔ اے میری بیٹی! اب علیؑ بہت جلد اپنے پروردگار کی بارگاہ میں جانے والا ہے۔

ساری رات مناجاتِ پروردگار میں بسر کی صبح کو اشعار پڑھتے ہیں:

اُشْدُد حَیَازِیمُكَ لِلْمَوتِ فَإِنَّ المَوتَ لَاقِیكَا
وَلَا تَجْزَعْ مِنَ المَوتِ إِذَا حَلَّ بِوَادِیكَا

"علیؑ اب سفر کے لیے کمر کس لو چونکہ موت تیرا دیدار کرنے والی ہے اور موت سے خوف کیا جب وہ گھر میں آجائے"۔

اور دعا کرتے ہیں: پروردگار! میری موت کو بابرکت بنا دے۔

عزادارو!

لوگ اپنی زندگی کو بابرکت بنانے کی دعا کرتے ہیں مولاؑ موت کو بابرکت بنانے کی دعا کر رہے ہیں۔

جب گھر سے نکلنے لگے تو مرغابیوں نے شور کرتے ہوئے دامن تھام لیا۔

جنابِ اُمِ کلثومؑ جب مرغابیوں کو الگ کرنا چاہتی ہیں تو فرمایا بیٹی انھیں مت روکو یہ اپنے مولاؑ کا نوحہ پڑھ رہی ہیں اور پھر فرماتے ہیں: بیٹی! میرے بعد اگر تم ان کو ٹھیک سے پال سکتی ہو تو پالنا ورنہ انھیں آزاد کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے آب و دانہ میں کمی ہو جائے۔

مولاؑ یہ بتانا چاہتے ہیں: ارے دنیا والو! ہم تو جانوروں کا بھی اتنا خیال رکھے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ہمارے لعل حسینؑ کو کربلا میں تین روز کا بھوکا پیاسہ ذبح کر ڈالو۔

مولاؑ بیت الشرف سے باہر نکلے، مسجد میں تشریف لائے، اذان کہی۔

عزادرو!

دنیا میں چار اذانیں ایسی ہیں جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ایک بلالؓ کی اذان جس کی فرمائش سیدہؑ نے کی تھی۔ بلالؓ گلدستۂ اذان پر گئے جیسے ہی کہا: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ۔

لوگوں نے بلالؓ سے کہا: اذان روک دو۔ سیدہؑ کو غش آ گیا ہے۔

ہائے جس کی رسالت کی گلدستہ اذان سے گواہی دی جا رہی اس کی بیٹی کے دروازہ پر آگ اور لکڑیاں۔

دوسری اذان علی اکبرؑ کی اذان جب صبح عاشور حسینؑ نے بیٹے سے کہا بیٹا تم اذان کہو تا کہ میں آخری بار رسولؐ کا لہجہ سن لوں۔

تیسری اذان وہ جب دربارِ شام میں خطبۂ سیدِ سجادؑ فرما رہے تھے:

اَنَا اِبْنُ مَكَّةَ وَمِنىٰ اَنَا اِبْنُ زَمْزَمَ وَصَفَا......

''لوگو! پہچانو میں فرزندِ مکہ و منیٰ ہوں میں فرزندِ زم زم و صفا ہوں

میں فاطمہؑ کا بیٹا ہوں میں علیؑ کا بیٹا ہوں میں رسولؐ کا نواسہ ہوں"۔

خطبہ سے کہرام برپا ہوا ایک انقلاب آیا تو یزید ملعون نے امامؑ کے خطبہ کو روکنے کے لیے موذن سے کہا اذان کہے جیسے ہی موذن نے کہا:

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ایک بار کہا: اے یزید! یہ بتا اگر اس وقت رسولؐ آجائیں اور اپنی بیٹیوں کو بے ردا، رسن بستہ بھرے دربار میں دیکھیں تو تو انھیں کیا منہ دکھائے گا۔

اور ایک اذان انیسویں کی شب علی مرتضیٰؑ کی اذان ہے۔ اذان کہی مسجد میں آئے ابن ملجم ملعون پیٹ کے بل سو رہا تھا اٹھایا اور کہا مجھے معلوم ہے تو کس لیے آیا ہے۔ مجھے معلوم ہے تو کیا چھپائے ہوا ہے۔ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تکبیر کہی قیام کیا رکوع میں گئے جیسے ہی سجدہ میں سر رکھا ابن ملجم ملعون کی تلوار فرق مبارک پر لگی آواز دی:

فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ

"ربِّ کعبہ کی قسم آج علیؑ کامیاب ہو گیا"۔

جبرئیلؑ نے مرثیہ پڑھا:

تَهَدَّمَتْ اَرْكَانُ الْهُدٰى. قُتِلَ ابْنُ عَمِّ الْمُصْطَفٰى

"ہائے ارکانِ دین منہدم ہو گئے رسولؐ کے بھائی قتل کر دیے گئے"۔

امامؑ نے اپنے لعل حسنؑ سے کہا: بیٹا جماعت پوری کراؤ۔

امام حسنؑ نے نماز پڑھائی۔ مولاؑ کو گھر لایا گیا۔ اب تمام نمازی مولاؑ کے گھر

کی طرف چلے۔ تمام کوفہ والے مولاؑ کے بیت الشرف کی طرف دوڑے۔

مولاؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا: بیٹا میرے چاہنے والوں سے کہہ دو کہ ابھی گھر سے دور چلے جائیں مجھے یہ گوارا نہیں کہ زینبؑ و امّ کلثومؑ کے رونے کی آواز نامحرموں کے کانوں میں جائے۔

میں کہوں گا: مولاؑ! اس وقت کیا عالم ہوگا جب آپؑ کی بیٹیوں کو بے ردا رسیوں میں، ہائے رسن بستہ کربلا سے کوفہ، کوفہ سے شام دیار بہ دیار کوچہ بہ کوچہ پھرایا جائے گا۔

اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى قَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ

عظمتِ امیرالمومنین علیہ السلام

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْیَتِہٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِیْنَ وَعَجَزَتْ عَنْ نَعْتِہٖ اَوْھَامُ الْوَاصِفِیْنَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَیْرِ الْمُبَشِّرِیْنَ وَالْمُنْذِرِیْنَ الْمَکِّیِ الْمَدَنِیِ الْقُرَشِیِ الْعَرَبِیِ الْھَاشِمِیِ وَعَلٰی خَلِیْفَتِہٖ سَیِّدِالْوَصِیِّیْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰی شَمْسِ الضُّحٰی اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلوات)

وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْمَظْلُوْمِیْنَ اَلْغُرِّ الْمَیَامِیْنَ سِیَّمَا بَقِیَّۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرَضِیْنَ رُوْحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِیْنَ فِیْ مَقْدَمِہِ الْفِدَآءِ وَاللَّعْنَۃُ الدَّآئِمَۃُ عَلٰی اَعْدَآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰی قِیَامِ یَوْمِ الدِّیْنِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فَاطِمَۃَ وَاَبِیْھَا وَبَعْلِھَا وَبَنِیْھَا وَ سِرِّ الْمُسْتَوْدِعِ فِیْھَا.

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰبَائِهٖ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِيْ كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَّحَافِظاً وَّقَائِداً وَّنَاصِراً وَّدَلِيْلًا وَّعَيْنًا حَتّٰى تُسْكِنَهٗ اَرْضَكَ طَوْعاً وَّتُمَتِّعَهٗ فِيْهَا طَوِيْلًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِيٍّ (مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۲۴؛ صواعق محرقہ ابن حجر، ص ۱۹۱ر ۱۹۴؛ تاریخ خلفاء سیوطی، ص ۱۷۳)

(صلوات)

ارشادِ رسولِ اسلامؐ ہو رہا ہے:

"قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں"۔

ہمارے یہ ایام غم میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ان دنوں ہماری ساری توجہ نجفِ اشرف کی طرف ہے ہم اس کا غم منا رہے ہیں جس کی شجاعت معجزہ، جس کی کرامت معجزہ، جسکی شہامت معجزہ، جس کی عبادت معجزہ، جس کا جاگنا معجزہ، جس کا سونا معجزہ، جس کا اٹھنا معجزہ، جس کا بیٹھنا معجزہ بلکہ جس کی ساری زندگی معجزہ تھی یعنی جس کی مثال ممکن نہیں۔

قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں گویا رسولؐ فرما رہے ہیں تم چاہے جس کو اپنا ساتھی بناؤ یا تمھیں چاہے جو اپنا ساتھی بنائے لیکن اللہ کی کتاب علیؑ کے ساتھ ہے حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ اس رسولؐ نے فرمایا جو اتنا معتبر ہے کہ جس کو اس نے اللہ کا کلام بتایا ہم نے اس کو قرآن مان لیا اور جس کو اس نے اپنا کلام

بتایا ہم نے اس کو حدیث مان لیا۔ یہ تو اس وقت تک کوئی کلام ہی نہیں کرتے جب اللہ کی طرف سے وحی نازل نہ ہو جائے۔ اب اللہ کے رسولؐ نے جو بھی فرمایا وہ باتیں محفوظ ہیں۔ اگر سُنی حضرات سے پوچھا جائے تو وہ کہیں گے صحاح ستہ کی شکل میں اور دوسری کتابوں کا نام لیں گے ہم سے پوچھا جائے تو ہم اپنی کتب اربعہ کا نام بتائیں گے۔ اُصول کافی، استبصار، تہذیب، من لا یحضرہ الفقیہ، اور دیگر کتب احادیث غرر الحکم، بحار الانوار وغیرہ لیکن اگر کوئی پوچھے کہ آپ کے پاس رسولؐ کے اقوال تو محفوظ ہیں رسولؐ کے افعال کہاں محفوظ ہیں تو کیا جواب ہوگا؟

اقوال تو محفوظ ہیں افعال کہاں محفوظ ہیں؟ کیا کوئی ویڈیو ہے کیا کوئی ٹیپ ہے اور یاد رکھئے! ویڈیو تصویر اور آواز کو تو پیش کر سکتا ہے ذہنی تأثرات وتحرکات کو نہیں پیش کر سکتا، لہٰذا ہمیں ایسا آئینہ چاہیے جو ہر لحاظ سے رسولؐ کی تصویر پیش کر سکے یعنی ہمیں ایسا آئینہ چاہیے جس سے ہمیں رسولؐ کے قول کے ساتھ رسولؐ کے عمل کا بھی پتہ ملے اور صرف یہی نہیں بلکہ رسولؐ کی رضا اور ناراضگی کا بھی پتہ ملے۔ رسولؐ کہیں گے:

> ''میں ایک نہیں بارہ آئینہ چھوڑ کر جا رہے ہیں ان کا قول میرا قول، ان کا عمل میرا عمل، ان کی خوشی میری خوشی ان کا غضب میرا غضب ہے''۔ (نعرۂ حیدری، صلوٰۃ)

''علیؑ مجھ سے ہیں مَیں علیؑ سے ہوں'' اس کا یہی تو مطلب ہے علیؑ کی منزلت میرے لیے ویسی ہی ہے جو ہارونؑ کی منزلت موسیٰؑ کے لیے تھی اس کا کیا مطلب ہے یہی تو ہے کہ رسولؐ کا کردار علیؑ سے ملے گا رسولؐ کی رضا علیؑ کی رضا سے ملے گی۔

نیابتِ رسولؐ اور خلافتِ رسولؐ شوریٰ اور الیکشن سے حاصل نہیں ہوتی یہ عہدہ

پروردگار کی طرف سے عطا ہونا چاہیے۔ دنیا اسے مانے یا نہ مانے آدمؑ کو کسی نے مقرر نہیں کیا سوائے خدا کے، نوحؑ کو کسی نے مقرر نہیں کیا سوائے خدا کے، جنابِ موسیٰ کے وزیر جنابِ ہارونؑ تھے لیکن انھیں حضرت موسیٰؑ نے خود وصی نہیں بنایا پروردگار سے دعا کی:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝ (سورۂ طٰہٰ: آیت ۲۵ تا ۲۹)

جنابِ موسیٰؑ دعا کر رہے ہیں: "پروردگارا میرے سینہ کو کشادہ کر دے میرے امور کو آسان کر دے میری زبان کی گرہوں کو کھول دے اور لوگوں کو میری بات کی فہم دے اور میرے لیے ایسا وزیر عطا کر جو میرے اہل میں سے ہو"۔

جنابِ موسیٰؑ بتا رہے ہیں کہ جس طرح سے نبوت و رسالت الیکشن، شوریٰ اور اجماع سے نہیں حاصل ہو سکتی اسی طرح خلافت و نیابت بھی نہیں حاصل ہوتی۔ خدا ہی نبی بناتا ہے خدا ہی وصی بناتا ہے۔ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

رسولؐ خدا نے خود بتا دیا کہ میرے بعد خلافت کے مسئلہ کو لے کر الجھنا نہیں:

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي وَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ

"میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم ان دونوں کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو میرے بعد کبھی گمراہ

نہیں ہوگے اور یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے"۔

یعنی پیغمبرؐ کے دو معجزے قیامت تک موجود رہیں گے: ایک قرآنِ صامت، دوسرے قرآنِ ناطق۔

اچھے قانون کے لیے اچھے قانون دان کا ہونا بھی ضروری ہے۔ کائنات میں قرآن سے اچھا کوئی قانون نہیں اور اہلِ بیتؑ سے اچھے کوئی قانون دان نہیں۔

ادھر قرآن نے کہا: اگر سارے جن و انس مل کر کلماتِ رب کا شمار کرنا چاہیں اور تمام سمندروں کو روشنائی بنا لیں تو یہ سمندر خشک ہو جائیں گے لیکن کلماتِ پروردگار کا احاطہ نہیں ہو سکتا"۔

ادھر پیغمبرِؐ خدا علیؑ کے بارے میں فرما رہے ہیں: "اگر تمام آسمان و زمین کاغذ بن جائیں تمام سمندر روشنائی بن جائیں تمام اشجار درخت بن جائیں اور تمام جن و انس مل کر علیؑ کے فضائل کو شمار کرنا چاہیں تو قیامت تک علیؑ کے فضائل کا شمار نہیں کر سکتے"۔ (صلواۃ، نعرۂ حیدری)

اور بعض روایتوں میں ہے کہ علیؑ کے تمام فضائل نہیں یہ سارے جن و انس مل کر علیؑ کی ایک فضیلت کو بھی نہیں لکھ سکتے۔

عزیزو!

کثرتِ عمل اور بات ہے کثرت تو صرف ایک ہی عمل کے تکرار سے بھی ہو سکتی ہے لیکن علیؑ کی شان الگ ہے۔ علیؑ اس کا نام ہے جس کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت پر بھاری ہوتی ہے۔ (نعرۂ حیدری)

علیؑ بندگی کے معیار کا نام ہے۔ علیؑ زندگی کے معیار کا نام ہے۔ علیؑ ایک ڈائریکشن کا نام ہے جو انسان کو خدا سے قریب کرتا ہے۔ سفر کے لیے ڈائریکشن کی بڑی اہمیت ہوتی ہے ورنہ انسان کو جانا کہیں ہے پہنچ کہیں جاتا ہے سفر چاہے کتنا ہی تیز ہو سواری چاہے کتنی ہی اچھی ہو اگر ڈائریکشن نہیں تو انسان سفر کرتا جائے گا اور اپنی منزلِ مقصود سے دور تر ہوتا جائے گا۔

اسی لیے تو رسولؐ خدا نے فرمایا: عمارؓ!

فَاِن سَلَكَ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَادِيًا وَ سَلَكَ عَلِيُّ ابنِ اَبِي طَالِبٍ وَادِيًا

"اگر ساری دنیا کسی ایک راہ پر چلے اور علیؑ کسی اور راہ پر چلیں"۔

فَاسلُكْ وَادِيَ عَلِيِّ ابنِ اَبِي طَالِبٍ خَلِّ النَّاسَ

"تو تم علیؑ کی راہ کو اختیار کرو ساری دنیا کو چھوڑ دو"۔ (صلواۃ)

علیؑ ڈائریکشن (direction) کا نام ہے، علیؑ صراطِ مستقیم کا نام ہے، علیؑ نبأِ عظیم کا نام ہے علیؑ چراغِ ہدایت کا نام ہے، علیؑ باب اللہ کا نام ہے، جس نے علیؑ کو چھوڑا نہ اسے توحید مل سکتی ہے نہ نبوت مل سکتی ہے۔ درِ علیؑ کو چھوڑنے والوں کی توحید الٹی ہو جاتی ہے درِ علیؑ کو چھوڑنے والوں کو پیغمبرؐ اپنے جیسے دکھائی دیتے ہیں۔

شاعر نے کیا خوب بات کہی ہے:

شد فیضیاب ہر دوسرا از درِ علیؑ
بے بہرہ آن کہ گشت جدا از درِ علیؑ
بکشود مصطفیٰؐ درِ حیدرؑ بہ مسجدش
یعنی کہ میرسی بہ خدا از درِ علیؑ

"دیکھو دونوں جہان علیؑ کے کرم سے فیضیاب ہو رہے ہیں چاند، سورج، دریا، سمندر، چرند، پرند بھی علیؑ مولا کے کرم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اب وہ کتنا بڑا بدنصیب ہے جو علیؑ کے در کو چھوڑ دے"۔

بگشود مصطفیٰ درِ حیدرؑ بہ مسجدش
یعنی کہ میری بہ خدا از درِ علیؑ

"پیغمبرؐ خدا نے جتنے لوگوں کے گھر کے دروازہ مسجد میں کھل رہے تھے سب کو بند کرا دیا سوائے علیؑ کے"۔

کیونکہ اللہ تک پہنچنے کا جو در ہے وہ علیؑ ہے علیؑ کو چھوڑ کر کوئی اللہ تک پہنچے گا کیسے۔ (نعرۂ حیدری، نعرۂ صلوٰۃ)

حضورؐ نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ أَنتَ بَابُ اللهِ. أَنتَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ. أَنتَ نَبَأُ الْعَظِيمُ. حِزْبُكَ حِزْبِي وَ حِزْبُ أَعدَائِكَ حِزْبُ الشَّيطَانِ

"اے علیؑ تم بابِ خدا ہو تم صراطِ مستقیم ہو تم ہی سب سے بڑی خبر ہو تمہارا گروہ میرا گروہ ہے اور تمہارے دشمن کا گروہ شیطان کا گروہ ہے"۔

حزب اللہ اور اور اس کے مقابل کی جنگ سے یہ واضح ہو گیا کہ فتح ہر حال میں حزب اللہ کے ساتھ ہے۔ (نعرۂ حیدری، صلوٰۃ)

إِنَّ حِزبَكَ حِزبِي وَحِزبِي حِزبُ اللهِ

"اے علیؑ! تمہارا گروہ میرا گروہ اور میرا گروہ اللہ کا گروہ ہے"۔

اور قرآن کہہ رہا ہے:

أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (مجادلہ: ۲۲)

"آگاہ ہو جاؤ کامیابی حزب اللہ کے ساتھ ہے"۔

وہ شجاع کیوں نہ ہوں جو علیؑ کے ساتھ ہیں اس لیے کہ علیؑ سب سے بڑے شجاع کا نام ہے۔ علیؑ کے در پہ آؤ کامیابی ملے گی۔ علیؑ کے در پہ آؤ توحید ملے گی۔ اگر تم نے علیؑ کے دامن کو تھامے رکھا تو علیؑ تمھیں نجات کی طرف لے جائیں گے، ہدایت کی طرف لے جائیں گے، عدالت کی طرف لے جائیں گے، خدا کی طرف لے جائیں گے، رسولؐ کی طرف لے کر جائیں گے، سعادت کی طرف لے جائیں گے، علیؑ تمھیں دنیا و آخرت کی کامیابی عطا کریں گے، علیؑ تمھیں حوضِ کوثر سے سیراب کریں گے، جو بھی علیؑ کے ساتھ ہے کامیابی اس کے ساتھ ہے جو کل علیؑ کے ساتھ تھے وہ بھی کامیاب جو آج علیؑ کے ساتھ ہیں وہ بھی کامیاب کل بھی شکرِ خدا کا مقام تھا آج بھی شکرِ خدا کا مقام ہے۔ (صلواۃ)

اور فرمایا:

إِنَّ حِزْبَ أَعْدَائِكَ هُوَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ

"اے علیؑ! تمھارے دشمنوں کا گروہ شیطان کا گروہ ہے"۔

جو علیؑ کے ساتھ ہے اس کے ساتھ رحمٰن ہے جو علیؑ کا دشمن ہے اس کے ساتھ شیطان ہے۔ علیؑ نے اسلام کو سربلند کیا ہے علیؑ نے دین کو سربلند کیا ہے دنیا نے علیؑ کے چاہنے والوں کو مٹانے کی بہت کوشش کی لیکن:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جو علیؑ اور علیؑ کے چاہنے والوں کے دشمن ہیں وہ خدا کے دشمن ہیں کیونکہ علیؑ انسانیت کا درس دینے والے کا نام ہے۔ مظلوموں کو امان دینے والے کا نام ہے۔ مستضعفین کی مدد کرنے والے کا نام ہے۔ امام علیہ السلام نے اپنی وصیت میں فرمایا:

كُنْ لِظَّالِمِ خَصْماً وَلِلْمَظْلُومِ عَوناً

"ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بن کر رہنا"۔

یہ وصیت امام حسنؑ وحسینؑ سے ہے اور ان ان لوگوں سے ہے جن تک امامؑ کی وصیت پہنچے۔ آج امامؑ کی آواز یہاں پہنچی تو اب ہم پر واجب ہے کہ اس پر عمل کریں مولاؑ نے ہمیں محروم نہیں رکھا بلکہ فرمایا:

مَن بَلَغَ کِتَابِي یہ وصیت ان کے لیے بھی ہے جن تک میرا وصیت نامہ پہنچے جہاں جہاں تک کوئی مظلوم ہو وہاں وہاں تم حمایت کرتے رہنا اور جہاں جہاں کوئی ظالم ہو اس کی مخالفت کرتے رہنا۔

مولاؑ نے مذہب کی قید نہیں لگائی ہے اگر کوئی یہودی مظلوم ہے۔

مولاؑ فرماتے ہیں: اس کی بھی مدد کرو اگر کوئی عیسائی مظلوم ہے تو اس کی بھی مدد کرو، جگہ کی بھی کوئی قید نہیں ہے۔ جہاں جہاں ظلم ہو رہا ہو وہاں وہاں مدد کرو۔ اگر کشمیر میں ظلم ہو رہا ہے وہاں مدد کرو فلسطین میں ظلم ہو رہا ہے وہاں مدد کرو عراق میں ظلم ہو وہاں مدد کرو جہاں بھی ظلم ہو وہاں مدد کرو۔

یہ مہینہ ماہِ جہاد ہے ماہِ مبارزہ ہے ماہِ عبادت ہے ماہِ ولایت ہے ماہِ امامت ہے یہ خود کو کامل بنانے کا مہینہ ہے۔ مولاؑ فرماتے ہیں: "جو اس حالت میں صبح کرے کہ وہ فقط اپنا خیال کرے مسلمانوں کے امور کے بارے میں کچھ نہ سوچے پس وہ مسلمان نہیں"۔

مسلمان مسلمان ایک ہوتے ہیں مختلف جسم مگر ایک دل ہوتے ہیں یہ نہیں کہ دنیا کے ایک حصّہ میں مسلمانوں پر ظلم ہوتا رہے اور دوسرے حصّہ کے مسلمان خاموش رہیں۔ عدی بن حاتم نے معاویہ سے مولاؑ کی صفتوں میں سے ایک صفت یہ بیان کی تھی کہ دنیا کا ہر ظالم ان سے خوف محسوس کرتا تھا اور ہر مظلوم ان سے امان محسوس کرتا تھا۔

دنیا نے بہت حربے اختیار کیے مولاؑ سے یہ بھی کہا گیا کہ کہ آپ اپنے طریقہ میں تھوڑی سی تبدیلی کریں تو بہت سارے قبیلہ والے آپ کے ساتھ ہو جائیں گے۔

مولاؑ نے فرمایا: علیؑ مرضیِ پروردگار کی خاطر کام کرتا رہے گا مارقین آتے ہیں تو آتے رہیں قاسطین آتے ہیں تو آتے رہیں خوارج آتے ہیں تو آتے رہیں علیؑ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آسکتی علیؑ حق کا ساتھ دیتا رہے گا اور باطل کی مخالفت کرتا رہے گا۔

ذرا مولا علیؑ کی شخصیت کے بارے میں سوچیے کتنی عظیم شخصیت ہے؟ اگر دنیا میں کوئی حاکم بن جاتا ہے تو اس کا انداز بہت بدل جاتا ہے۔ لباس بدل جاتے ہیں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ بدل جاتا ہے، بات کرنے کا طریقہ بدل جاتا ہے لیکن علیؑ وہ ہیں کہ جو حاکم ہوتے ہوئے اپنا جوتا خود سے سل رہے ہیں اور ابن عباسؓ سے پوچھتے ہیں ان جوتیوں کی کیا قیمت ہے؟ کہا: اس کی کوئی قیمت نہیں اس میں تو اتنے پیوند لگ چکے ہیں کہ اس کی کوئی قیمت ہی نہیں۔

مولاؑ فرماتے ہیں: ابن عباسؓ! تمھیں خبر نہیں میری یہ جوتیاں تمھاری اس حکومت سے زیادہ قیمتی ہے۔

میں پوچھوں گا: مولاؑ! جب یہ حکومت اتنی بے قیمت ہے تو پھر آپؑ نے حکومت کیوں قبول کی؟

عجب نہیں مولاؑ جواب دیں: چونکہ مظلوموں کا حق ظالموں سے بغیر حکومت کے نہیں لیا جا سکتا اس لیے حکومت لی ہے۔

صعصعہ بن صوحانؓ نے مولاؑ کے ہاتھ میں زمامِ حکومت آنے پر کیا خوب صورت جملہ ارشاد فرمایا ہے:

"یا علیؑ! اس حکومت نے آپؑ کو زینت نہیں دی ہے بلکہ آپؑ نے حکومت کو زینت دی ہے"۔ (صلوٰۃ)

آئینِ زندگی کیا ہے؟ آئینِ حکومت کیا ہے؟ اگر اس کو جاننا ہے تو نہج البلاغہ پڑھیے صحیفۂ سجادیہ پڑھیے اُصولِ کافی پڑھیے یہ ساری کتابیں پروردگار کی نعمتیں ہیں ان نعمتوں پر پروردگار کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

آپ دیکھیے جب لوگوں نے دیکھا کہ شوریٰ سے آئی ہوئی حکومتوں کے پاس سوائے من مانی کے کچھ نہیں ہے تو مولاؑ کے دَر پر آئے دیر سے آئے لیکن آئے اور آکر نعرے لگاتے ہیں مولا ہے تو علیؑ ہے، حاکم ہے تو علیؑ ہے۔ پچیس سال کے بعد جب مولاؑ کو حکومت ملی تو فرماتے ہیں:

"آگاہ ہو جاؤ حق اپنی جگہ پر آگیا ہے" اور پھر اپنے گزرے دنوں کو یاد کر کے فرماتے ہیں: "میری آنکھوں میں خس و خاشاک تھے میرے گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی تھی۔ یاد رکھو! بہت سارے حق مارے گئے لیکن میں اپنا حق مارنے والوں کو تو معاف کر سکتا ہوں خدا کا حق مارنے والوں کو معاف نہیں کر سکتا"۔

لوگ مولاؑ کے دَر پر حاضر ہوئے نعرے لگاتے رہے مولاؑ نے کئی بار انکار کیا لیکن آخر میں فرمایا: لَوْلَا حُضُورُ الْحَاضِرِ ۔ "اگر لوگ میرے پاس آتے نہیں اور حجت تمام نہیں کرتے تو میں حکومت قبول نہیں کرتا لیکن اب خدا کی مرضی ہی ہے کہ

میں لوگوں کے مطالبہ کو پورا کروں حکومت قبول کر لوں"۔

اب حکومت قبول کر لی تو کچھ لوگوں نے کہا فلاں کے وقت میں تو ہمیں اتنا وظیفہ ملتا تھا۔ آپؑ نے تو آدھا کر دیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ اور وقت تھا یہ اور وقت ہے۔ اور فرمایا: جن جن لوگوں نے بیت المال کے پیسہ سے گھوڑے خریدے ہیں گھر بنائے ہیں تجارت بڑھائی ہے وہ آ کر بیت المال کا پیسہ واپس کریں اور اگر وہ واپس کرنے نہیں آتے تو میں خود ان کے گھر پہنچ جاؤں گا"۔ اور فرماتے ہیں: "جن لوگوں نے کلہاڑیوں سے کاٹ کاٹ کر بیت المال سے سونا لیا ہے وہ سب واپس کیا جائے کیونکہ حق قدیم ہو جانے سے ساقط نہیں ہوتا"۔

اب کچھ لوگوں کی پریشانی بڑھی یہ کیا ہو رہا ہے اب تک تو کوئی مسئلہ نہیں تھا تقسیم کا کوئی مسئلہ نہیں تھا حق و ناحق کی کوئی بات نہیں تھی پہلے تو کسی کو بھی کہیں کا گورنر بنا دیا جاتا تھا لیکن مولاؑ نے کہا: نہیں اب حکومت حق پر چلے گی اب تقسیم انصاف سے ہوگی اب گورنر وہی بنے گا جس میں اس عہدہ کی صلاحیت پائی جاتی ہو۔ جس میں اس عہدہ کے لیے لیاقت پائی جاتی ہو۔ علیؑ کا بنایا ہوا گورنر کوئی ایسا نہیں ہوگا جو غریبوں کا خیال نہ رکھے۔ علیؑ کا گورنر ایسا نہیں ہو سکتا وہ ایسی دعوتوں میں جائے جہاں صرف رئیسوں کو مدعو کیا گیا ہو اور اگر کسی گورنر نے ایسا کیا تو اس کی سخت تنبیہ کی جائے گی اس سے سخت باز پرس ہوگی۔

عثمان ابن حنیف انصاری کو مولاؑ نے خط میں کتنی سخت تنبیہ کی ہے۔ مجھے خبر ملی ہے مولاؑ کی سیکورٹی بہت سخت تھی کوئی سلمانؓ کی شکل میں تھا، کوئی مقدادؓ کی شکل میں تھا، کوئی عمارؓ کی شکل میں تھا، کوئی میثمؓ کی شکل میں تھا۔ مولاؑ کو اپنے تمام گورنروں

کی خبر ملتی رہتی تھی۔

مولاؑ نے عثمان ابنِ حنیف انصاری کو لکھا: مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے ایک ایسی دعوت میں شرکت کی ہے جس میں فقرا اور مساکین کو پوچھا نہیں گیا صرف رئیسوں کو بلایا گیا۔ پھر تم علیؑ کے گورنر ہوتے ہوئے ایسی دعوت میں کیوں گئے؟

مولاؑ فرماتے ہیں: ہر ماموم کے لیے ایک امام کا ہونا ضروری ہے۔ یاد رکھو تمھارا امام وہ ہے جس نے دو روٹیوں اور دو لباس پر زندگی گزار دی تم میری طرح زندگی نہیں بسر کر سکتے لیکن سیدھا راستہ اختیار کر کے زہد و تقویٰ اختیار کر کے علیؑ کی مدد تو کر سکتے ہو۔

یا علیؑ مدد کا مطلب کیا ہے؟ مطلب ہے مولاؑ میری تقویٰ میں مدد کیجیے زہد میں مدد کیجیے شناختِ دین میں مدد کیجیے، دین پر عمل میں مدد کیجیے، علم میں مدد کیجیے حلم میں مدد کیجیے توحید میں مدد کیجیے اخلاق میں مدد کیجیے سخاوت میں مدد کیجیے ایثار میں مدد کیجیے شجاعت میں مدد کیجیے نفس کی طہارت میں مدد کیجیے۔ بر جمالِ محمدؐ و کمالِ علیؑ (صلواۃ)

مولاؑ فرماتے ہیں: میں تمھاری مدد کرتا ہی ہوں تم بھی میری مدد کر سکتے ہو۔ کس طرح تقویٰ کے ذریعہ سے جہادِ نفس کے ذریعہ سے، حق پر عمل کے ذریعہ سے باطل کی مخالفت کے ذریعہ سے عفت و پاک دامنی کے ذریعہ سے۔

اب میں کہنا چاہتا ہوں جو بھی ان طریقوں پر عمل کرتا ہے وہ میرے مولاؑ کا مددگار ہو جاتا ہے اور پھر وہ رسولؐ کی اس دعا کا مصداق ہو جاتا ہے جو رسولؐ نے غدیر میں کی تھی: پروردگارا تو اس کی مدد کر جو میرے علیؑ کی مدد کرے۔ (نعرۂ حیدری، نعرۂ رسالت، صلواۃ)

عزیزو! نہ اللہ کو کسی کی مدد کی ضرورت ہے نہ رسولؐ کو کسی کی مدد کی ضرورت

ہے ارشادِ پروردگار ہوا:

إِن تَنصُرُوا اللهَ يَنصُرْكُمْ

"اگر تم اللہ کی مدد کرو گے اللہ تمھاری مدد کرے گا"۔

اب واضح ہو گیا مولا علیؑ ہم سے مدد مانگ رہے ہیں وہ اس لیے نہیں کہ انھیں مدد کی ضرورت ہے بلکہ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کر رہے ہیں یعنی اس مدد کی انھیں ضرورت نہیں ہمیں ضرورت ہے۔ (صلواۃ)

مولاؑ نے بہت صبر کیا۔ ایک صحابی نے کہا مولاؑ قیام کیجیے فرمایا: اگر تمھاری طرح چالیس چاہنے والے مل جائیں تو میں قیام کرتا۔ مولاؑ نے بہت مصیبتیں دیکھیں گھر میں لوگوں کو آگ لگاتے ہوئے دیکھا۔ سیدہؑ پر ہونے والے مصائب دیکھے، محسنؑ کی شہادت دیکھی۔ آپ زیارت میں پڑھتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَصْبَرَ الصَّابِرِينَ!

"سلام ہو آپ پر اے سب سے زیادہ صبر کرنے والے"۔

عزادارو! علیؑ کے صبر کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ علیؑ کتنے بڑے صابر کا نام ہے۔ ایک مرتبہ سیدہؑ پوچھتی ہیں: یا علیؑ! میں نے سنا ہے لوگوں نے آپ کو سلام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ فرمایا: بی بی اب تو اس سے بھی برا وقت آگیا ہے اب تو میں جس کو سلام کرتا ہوں وہ مجھے جواب بھی نہیں دیتا ہے۔

ہاں وہی مظلوم وہی صابر جس کی زندگی میں سیدہؑ کے پہلو پر دروازہ گرا دیا گیا جب جلتا ہوا دروازہ گرا بی بیؑ نے آواز دی: یا اباالحسنؑ جلدی آیئے میرا محسنؑ شہید کر دیا گیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَصْبَرَ الصَّابِرِينَ!

اے مولاؑ ہم آپ کے کس کس صبر کو یاد کر کے سلام کریں کیا اس وقت کو یاد کر کے سلام کریں جب بی بیؑ در و دیوار کے درمیان پس گئیں یا اس صبر کو یاد کر کے سلام کریں جب بی بیؑ آپ کے کمر کے پٹکے کو تھامے ہوئی تھیں اور لوگوں سے کہہ رہی تھیں:

ابوالحسنؑ کو چھوڑ دو ابوالحسنؑ کو چھوڑ دو یہاں تک کے ایک ظالم نے نیامِ شمشیر سے بی بیؑ کے دستِ مبارک پر اتنی ضربیں لگائیں کہ ہاتھ سے پٹکا چھوٹ گیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَصْبَرَ الصَّابِرِينَ!

مولاؑ ہم آپ کے کس کس صبر کو یاد کر کے سلام کریں۔ کیا اس صبر کو یاد کریں جب آپ بی بیؑ کو غسل دے رہے تھے اور شکستہ پہلو کی خبر ملی یا اس صبر کو یاد کر کے سلام کریں جب آپؑ نے بی بیؑ کو قبر میں اتارتے ہوئے مدینہ کا رخ کر کے کہتے ہیں:

یا رسول اللہؐ! میں آپؐ سے بہت شرمندہ ہوں میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں اس لیے کے فاطمہؑ شہید ہو گئیں اور میں زندہ ہوں اس لیے کہ فاطمہؑ مر گئیں اور میں زندہ ہوں۔

میں آپؐ کی امانت لٹا رہا ہوں پہلو شکستہ ہے......

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى قَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

عظمتِ امیرالمومنین علیہ السلام

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْيَتِهٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِيْنَ وَعَجَزَتْ عَنْ نَعْتِهٖ اَوْهَامُ الْوَاصِفِيْنَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ كَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَيْرِ الْمُبَشِّرِيْنَ وَالْمُنْذِرِيْنَ الْمَكِّيِّ الْمَدَنِيِّ الْقَرَشِيِّ الْعَرَبِيِّ الْهَاشِمِيِّ وَعَلٰى خَلِيْفَتِهٖ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰى شَمْسِ الضُّحٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلواۃ)

وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ الْمَظْلُوْمِيْنَ الْغُرِّ الْمَيَامِيْنِ سِيَّمَا بَقِيَّةُ اللّٰهِ فِی الْاَرَضِيْنَ رُوْحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِيْنَ فِیْ مَقْدَمِهِ الْفِدَآءُ وَاللَّعْنَةُ الدَّآئِمَةُ عَلٰى اَعْدَآئِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فَاطِمَةَ وَاَبِيْهَا وَبَعْلِهَا وَبَنِيْهَا وَسِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِيْهَا.

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰبَائِهٖ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِيْ كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَّحَافِظًا وَّقَائِدًا وَّنَاصِرًا وَّدَلِيْلًا وَّعَيْنًا حَتّٰى تُسْكِنَهٗ اَرْضَكَ طَوْعًا وَّتُمَتِّعَهٗ فِيْهَا طَوِيْلًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِيٍّ (مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۲۴؛ صواعق محرقہ ابن حجر، ص ۱۹۱ ر ۱۹۳؛ تاریخ خلفاء سیوطی، ص ۱۷۳)

پروردگار! آپ کی عبادات، اعمال مناجات اور عزاداری و سوگواری کو قبول فرمائے (آمین!) آپ کو اور تمام مومنین و مومنات کو ہر قسم کی آفت و بلا سے محفوظ رکھے (آمین) اور ہمارے آخری امامؑ کے ظہور میں تعجیل فرمائے (آمین!)

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا:

"قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے"۔

یعنی جس کے ساتھ قرآن ہے سمجھو اس کے ساتھ علیؑ بھی ہیں اور جس کے ساتھ علیؑ ہیں سمجھو اس کے ساتھ قرآن بھی ہے جہاں جہاں پر قرآن کا فیض ہے وہاں وہاں پر علیؑ کا بھی فیض ہے۔ قرآن کبھی ظالم کا ساتھ نہیں دیتا علیؑ بھی کبھی ظالم کا ساتھ نہیں دیتے اسی لیے جہاں جہاں سے مظلوموں کی آواز مدد کے لیے بلند ہوتی ہے یا علیؑ یا علیؑ کی صورت میں بلند ہوتی ہے کیونکہ ظلم کو رسوا کرنے کے لیے علیؑ کی مدد لینا ضروری ہے۔ (صلواۃ)

مولاؑ کی تعلیمات کو کسی خاص مذہب، کسی خاص مسلک، کسی خاص دین، کسی

خاص فرقہ کے ساتھ محدود نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ جسے اللہ نے لا محدود صفات دیے ہیں انھیں کوئی کیسے محدود کر سکتا ہے؟

سورۂ ھَل اتٰی پر غور کیجیے قرآن کہہ رہا ہے: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔ قرآن کے متعلق غور و فکر کیوں نہیں کرتے ہیں؟ قرآن خوانی اور ہے قرآن فہمی اور ہے امامؑ کو جاننا اور ہے امامؑ کو پہچاننا اور ہے۔

اگر دنیا قرآن کو سمجھ کر پڑھے تو پھر یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوگی کہ ہم اہلِ بیتؑ سے کیوں محبت کریں؟ یاد کیجیے! شام میں جب ایک پیر مرد نے اس لٹے ہوئے قافلہ کے بارے میں ناروا کلمات کہے تو مولا امام زین العابدین علیہ السلام نے اس سے یہی فرمایا: اے شخص! کیا تو قرآن پڑھتا ہے؟

کہا: ہاں میں قرآن پڑھتا ہوں۔

فرمایا: کیا تو نے یہ آیت پڑھی ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۝ (احزاب: آیت ۳۳)

کہا: ہاں پڑھی ہے۔

فرمایا: کیا تو نے یہ آیت پڑھی ہے:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔

کیا تو نے آیتِ مباہلہ پڑھی ہے؟

کہا: ہاں ہم نے کیوں نے پڑھی ہے یہ آیتِ تطہیر، آیتِ مودۃ، آیتِ مباہلہ ہمارے رسولؐ اور ان کے اہلِ بیتؑ کی شان میں ہیں۔

فرمایا: اے شخص! ہم کوئی اور نہیں اہلِ بیتِ رسولؐ ہیں۔ قدموں پر گر پڑا اور

کہتا ہے: خدارا میری گستاخی معاف کریں۔

آپ نے غور فرمایا قرآن فہمی کتنا بڑا انقلاب پیدا کردیتی۔ قرآن سے وابستگی پیدا کیجیے اس کتاب کا کرم شامل ہوگا کیونکہ یہ کتاب بھی کریم ہے اس کو جس نے نازل کیا وہ بھی کریم ہے اور جس رسولؐ کے سینہ پر نازل کیا وہ بھی کریم ہے اور رسولؐ کے بعد جس کے پاس اس کتاب کا پورا علم ہے وہ بھی امامِ کریم ہے۔

اتنا کریم کہ ایک بار دیکھا ایک بوڑھا شخص نصرانی ہے گھر گھر جا کر مانگ رہا ہے مولاؑ اصحاب سے پوچھتے ہیں یہ کیوں مانگ رہا ہے؟ کہا: اس کی کوئی اولاد نہیں ہے جو اس کو کما کر کھلائے اور یہ کوئی کام نہیں کر پاتا اس لیے مانگ رہا ہے۔

فرمایا جب تک یہ جوان تھا تم اس سے کام لیتے رہے اور جب یہ بوڑھا ہو گیا تو تم نے اس کو ایسے ہی چھوڑ دیا؟ آج سے اس کا خرچ بیت المال سے دیا جائے گا۔

اصحاب نے کہا: مولاؑ یہ غیر مسلم ہے۔

فرمایا: اس سے کیا ہوا انسان تو ہے سب سے پہلی پینشن ہمارے مولا علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جاری کی۔ (نعرۂ حیدری، نعرۂ صلوٰۃ)

دیکھا آپ نے مولاؑ کا کرم اس سے پہلے پینشن کا کوئی نظام نہیں تھا۔ یہ نظام میرے مولاؑ نے جاری کیا اور وہ بھی ایک غیر مسلم سے۔ علیؑ کی حکومت انسانی اُصولوں پر قائم تھی کیا دنیا میں کوئی حاکم ہے جو یہ کہہ سکے کہ میری حکومت میں کوئی بھوکا نہیں یہ فقط امیر المومنینؑ کی حکومت ہے جس میں کبھی کوئی بھوکا نہیں سویا اور جب اسی علیؑ کے لعل کا ظہور ہوگا تو ان کی حکومت کی شان بھی ایسی ہوگی کہ کوئی بھوکا نہیں رہے گا۔ خوشحالی کا یہ عالم ہوگا کہ خزانہ دار آوازیں لگاتے پھریں گے آجاؤ جس کو ضرورت ہو لے جاؤ لیکن کوئی نہیں آئے گا نہ کوئی خمس لینے والا ہوگا نہ کوئی زکوٰۃ لینے والا ہوگا نہ

کوئی خیرات لینے والا ہوگا اگر آج دنیا علیؑ کی تعلیمات پر عمل کرتی تو دنیا میں نہ غربت ہوتی نہ محتاجی ہوتی نہ جہالت ہوتی نہ کسالت ہوتی۔ (صلواۃ)

جب انسان قطب عالم سے انحراف کرتا ہے تو مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ کبھی انسان کو سامراج کا سامنا کرنا پڑتا ہے کبھی استکبار کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ایسا عادل کہ جناب عقیلؑ سگے بھائی ہیں اور مولاؑ ان کے بچوں کا حال بھی جان رہے ہیں کہ ان کی رنگت بھوک کی وجہ سے زرد ہو چکی ہے وہ عقیلؑ کہتے ہیں کہ یا علیؑ اس سے پہلے جو حکومتیں تھیں ان سے تو وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ ملتا رہتا تھا آپ تو میرے بھائی ہیں آپ بھی کچھ دیجئے؟ فرمایا: جب یہ مہینہ ختم ہو جائے تو میری پورے ماہ کی تنخواہ تم لے لینا......

کہا: نہیں آپ اپنی تنخواہ کیوں دیجئے گا آپ کے ہاتھ میں پورا خزانہ ہے حکومت آپ کی ہے بیت المال آپ کے اختیار میں ہے بیت المال سے پیسہ دے دیجئے۔

فرمایا: اچھا اگر تم میری تنخواہ لینا نہیں چاہتے تو ایک کام کرو جب رات ہو جائے تو یہ سارے تاجر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں اس وقت کسی بڑے تاجر کی دوکان کا تالا توڑا جائے گا کام ہو جائے گا۔

کہا: نہیں میں چوری نہیں کروں گا

فرمایا: تو بیٹھو میں انتظام کرتا ہوں اس کے بعد لوہے کی ایک سلاخ کو گرم کرتے ہیں جب وہ لال ہوگئی تو عقیلؑ کی طرف بڑھائی عقیلؑ چیخے یا علیؑ یہ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا: ''تم اس دنیا کی آگ سے اتنا خوف زدہ ہو تو میں اس جہنم کی آگ سے کیوں نہ خوف زدہ ہوں جو اس سے کہیں شدید ہے''۔

علیؑ ایسا عادل ہے جو سب کو برابر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جس کا جتنا حق ہوگا اتنا ملے گا خواہ وہ سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ معاویہ نے ایک دفعہ ایک بوڑھی خاتون کو ستر سرخ بالوں والے اونٹ دیئے۔ سرخ بالوں والے اونٹ کافی قیمتی ہوا کرتے ہیں ستر ایسے اونٹ دے کر معاویہ کہتا ہے: تم نے میری تعریف نہیں کی۔ علیؑ نے تو تمہیں ایک اونٹ بھی نہیں دیا تم انہیں کی تعریفیں کیا کرتے ہو۔

کہا: تیری تعریف اس لیے نہیں کروں گا کیونکہ تیرے پاس مال تو ہے عدالت نہیں اور علیؑ کی تعریف اس لیے کروں گا کیونکہ ان کے پاس عدالت ہے۔ (صلواۃ)

عمرو عاص جو مولاؑ کی دشمنی میں مشہور ہے اس نے مولاؑ کی مدحت میں اشعار کہے ہیں۔

عزیزو!

مدحتِ معصومینؑ کی بڑی اہمیت ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو ہم اہلِ بیتؑ کی مدح میں ایک بیت لکھے گا خدا اسے جنت میں ایک بیت دے گا"۔

امامؑ شعرائے اہلِ بیتؑ کو بہت سراہتے تھے انہیں کافی انعام و اکرام سے نوازا ہے مولاؑ نے بھی کسی کو دو ہزار دینار دیئے کبھی کسی کو بیس ہزار اور کبھی کسی کو لاکھ دو لاکھ درہم سے بھی نوازا ہے لوگ اہلِ بیتؑ کے قصیدے لکھتے گویا اپنی انشورنس کرا لیتے تھے۔ لیکن ابھی میں جس شخص کے اشعار سنانے جا رہا ہوں وہ کوئی عاشقِ اہلِ بیتؑ نہیں ہے بلکہ اس کا شمار بدترین دشمنانِ علیؑ میں ہے۔ یہ معاویہ کا مشیر خاص ہے یہی ہے جو مولاؑ سے لوگوں کو دور کرنے کے لیے طرح طرح کی مکاریاں کرتا تھا یہی ہے

صفین میں نیزوں پر قرآن بلند کرائے ایسا بدترین دشمن اہلِ بیتؑ کہتا ہے:

بِآلِ مُحَمَّدٍ عُرِفَ ثَوَابٌ
وَفِي أَبْيَاتِهِم نَزَلَ الْكِتَابُ

کہتا ہے: "اگر راہِ ثواب کو دیکھنا ہے آلِ محمدؐ کی راہ کو دیکھو انھیں کے ذریعہ راہِ ثواب پہچانی جاتی ہے"۔

وَفِي أَبْيَاتِهِم نَزَلَ الْكِتَابُ

"آلِ محمدؐ وہ ہیں کہ جن کے گھروں میں پروردگار نے قرآنِ مجید نازل کیا"۔

هُم حُجَجُ الالهِ عَلَى الْبَرَايَا
بِهِم وَ بِجَدِّهِم مَا يُسْتَرَابُ

"آلِ محمدؐ تمام مخلوقات پر اللہ کی طرف سے حجت ہیں نہ تو ان پر شک کیا جا سکتا ہے نہ ان کی آل پر شک کیا جا سکتا ہے"۔

لَا سِيَّمَا أَبِي الْحَسَنِ عَلِي......

کہتا ہے: "آلِ محمدؐ میں سب سے زیادہ پرعظمت ابوالحسن علی ابن ابی طالبؑ ہیں جو باب اللہ ہیں"۔

یہ عمرو عاص کہہ رہا ہے کہ اگر کشتیِ نجات کو دیکھنا ہے تو علیؑ کو دیکھ لو اگر باب اللہ کو دیکھنا ہے تو علیؑ کو دیکھ لو۔

عزیزو!

جس کی عظمت کا قصیدہ عمرو عاص جیسے دشمن کو بھی پڑھنا پڑے اس کی عظمت حقانیت کا اب اور کیا ثبوت دوں کیونکہ یہ بات تو سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ حق وہ ہے جو

دشمن کے بھی سر چڑھ کر بولے۔ (صلوات)

علیؑ وہ باکمال ہے جو تمام بلندیوں کا معیار ہے جو تمام نیکیوں کا معیار ہے جو تمام عبادتوں کا معیار ہے اسی لیے تو رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا:

اے علیؑ! اگر کوئی شخص حضرت نوحؑ کی عمر پائے خدا اسے اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا دے اور وہ اسے راہِ خدا میں انفاق کر دے اور پھر خدا اس کی عمر کو اتنا دراز کرے کہ وہ پاپیادہ ایک ہزار حج کرے۔

وَقُتِلَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مَظْلُوْمًا

"اور وہ صفا اور مروہ کے درمیان مظلومیت سے مارا جائے لیکن اگر وہ تیری ولایت کا دم نہیں بھرتا ہے"۔

لَمْ يَشَمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ

"تو جنت میں جانا تو کجا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا ہے"۔

حبِ علیؑ کی ہے نہیں جس دل کے جام میں
جنت کی بو نہ آئے گی اس کے مشام میں

(نعرۂ حیدری)

رسولؐ خدا نے فرمایا:

"دیکھو میرے بعد فتنہ کی آگ بھڑکے گی جب یہ آگ بھڑکے تو تم دو چیزوں سے وابستہ رہنا: ایک قرآن سے دوسرے علیؑ سے"۔

یہ حدیث دونوں فرقوں کی کتابوں میں ہے کہ رسولؐ نے پہلے ہی فتنہ سے خبردار کر دیا تھا اور مسلمانوں کو ان کی ذمہ داریوں سے بھی آگاہ کر دیا تھا۔

دیکھو! میرے بعد جہالت کا فتنہ اٹھے گا نفاق کا فتنہ اٹھے گا تکبر کا فتنہ اٹھے گا

پامالیِ حقوق کا فتنہ اٹھے گا جب یہ فتنہ اٹھے تو علیؑ کے دامن کو مضبوطی سے تھام لینا علیؑ تمھیں ہر فتنہ سے محفوظ کر دے گا تم دنیا میں بھی کامیاب رہو گے اور آخرت میں بھی کامیاب رہو گے۔(صلوٰۃ)

عزیزو!

مولاؑ کی سچی محبت کرنے والا وہی ہے جو مولاؑ کی وصیتوں پر عمل کرے وصیت انسان اس لیے کرتا ہے تاکہ اس پر عمل ہو اور وصیت پر عمل محبت کا ثبوت ہوا کرتا ہے۔

مولاؑ فرماتے ہیں:

كُنْ لِلظَّالِمِ خَصْمًا وَلِلْمَظْلُومِ عَوْنًا

"دیکھو ہمیشہ ظالم کی مخالفت کرتے رہنا اور مظلوم کی مدد کرتے رہنا"۔

پھر فرمایا: ہمیشہ تقویٰ اختیار کیے رہنا۔

وَنَظْمِ اَمْرِكُمْ

"اور ہمیشہ اپنے امور کو منظم کرنے کی کوشش کرنا"۔

اپنی زندگی کو منظم کرو کس وقت کام کرنا ہے کس وقت مطالعہ کرنا ہے بیوی بچوں کے لیے کون سا وقت ہے لوگوں سے ملاقات کا کون سا وقت ہے یہ نہیں کہ سب چلتا ہے آپ امیرالمومنینؑ کے ماننے والے ہیں آپ کو اپنی زندگی منظم کرنا پڑے گی۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: ہمارا چاہنے والا اپنے شب و روز کو تین حصہ میں تقسیم کرتا ہے۔

عزیزو!

اسلام یہ نہیں کہتا کہ دن بھر بس کام ہی کام رہے نہ احباب کی خبر نہ بیوی بچوں کی خبر اسلام ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ ایسے لوگوں سے نفرت کرتا ہے۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: "ہمارا شیعہ اپنے وقت کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے: ایک حصّہ اپنے کام کاج اپنے معاشیات کے لیے صرف کرتا ہے، دوسرا حصّہ اپنی حلال لذتوں میں صرف کرتا ہے۔ بیوی ہے بچے ہیں دوست ہیں احباب ہیں ان کے ساتھ یہ وقت صرف کرتا ہے اور تیسرا حصّہ اللہ کی عبادت میں صرف کرتا ہے"۔

اللہ کو نہ یہ پسند ہے کہ دن بھر صرف کام ہی کام اور نہ یہ پسند ہے کہ دن بھر صرف سیر و تفریح، دوست و احباب اور نہ یہ پسند ہے کہ دن بھر صرف نماز ہی نماز۔ ہمیں اپنے حقوق کا بھی خیال رکھنا ہے دوست و احباب کے حقوق کا بھی خیال رکھنا ہے اور اللہ کے حقوق کا بھی خیال رکھنا ہے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"لوگوں کی امور کی اصلاح کرو کیونکہ آپس کے امور کی اصلاح ایک سال کی عبادت سے افضل ہے"۔

پھر فرماتے ہیں:

اَللهَ اَللهَ فِي الْقُرْآنِ

"دیکھو قرآن کا بہت خیال رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن کے سلسلہ میں دوسرے لوگ تم پر سبقت لے جائیں"

علیؑ کا ماننے والا عہد کرے اگر قرآن پڑھنا نہیں آتا تو عہد کرے کہ ان شاء اللہ اگلے سال تک قرآن پڑھنا ضرور سیکھ لوں گا۔ اگر آپ نے نیت کی اور کوشش کی تو پھر اگلے سال تک آپ قرآن پڑھنا ضرور سیکھ لیں گے۔ عہد کیجیے مولاؑ کے فرشِ عزا

پر عہد کریں گے تو مولاؑ کیوں نہ مدد کریں گے۔

قرآن سے غافل مت ہونا یہ جسے ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، یہ تمھارا سب سے اچھا دوست ہے یہ تمھارا سب سے اچھا ہم نشین ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي الْاَيْتَامِ

"خدا کے لیے یتیموں کا خیال رکھنا ان کے سلسلہ میں تم سے کوئی کوتاہی نہ ہو جائے"۔

عزیزو! روایت میں یہی ہے تا کہ یتیم کی آہ عرشِ پروردگار کو ہلا دیتی ہے اس لیے یتیموں کا خیال رہے۔

پھر مولاؑ فرماتے ہیں:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي الزَّكٰوةِ

اسی لیے کہا گیا کہ "روزہ کی قبولیت فطرہ کے ساتھ ہوتی ہے"۔

اور روایتوں میں ہے کہ زکوٰۃ نکالا ہوا مال کبھی ضائع نہیں ہوتا ہے لیکن جس مال کی زکوٰۃ نہ نکالی گئی ہو اس کی چاہے جتنی حفاظت کر لی جائے اسے ایک دن ضائع ہونا ہے۔

ہمیشہ واجبات کا خیال رکھئے۔ اللہ نے کہا: زکوٰۃ دو تو دینا ہے کہا خمس نکالو نکالنا ہے۔ یہ خمس و زکوٰۃ اس لیے ہیں تا کہ انسان کے دل سے لالچ کا بت نکل جائے اور انسان کا دل جلوۂ پروردگار سے منور ہو جائے۔ (صلوٰۃ)

اللہ کو ہمارے مال کی ضرورت نہیں ہے وہ تو خیر الرازقین ہے وہ ساری کائنات کو رزق دینے والا ہے۔ کیوں کہا گیا: صدقہ نکالا کرو؟ اس میں ہمارا ہی فائدہ

ہے صدقہ نکال کر اور شر بلاؤں سے محفوظ ہو گے۔

تو مولاؑ اپنی وصیت میں نماز کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

اَللہَ اَللہَ فِی الصَّلٰوۃِ

"خدا کے لیے نماز کا خیال رکھنا"۔

مولاؑ کا چاہنے والا اور یہ کہے میرا نماز پڑھنے کا دل نہیں کرتا؟ مولاؑ کا چاہنے والا اور کہے میرے پاس نماز کے لیے وقت نہیں ہے۔

مولاؑ فرماتے ہیں:

فَاِنَّھَا عَمُوْدُ دِیْنِکُمْ

"دیکھو نماز دین کا ستون ہے"۔

جس طرح کسی عمارت سے ستون کو نکال دیا جائے تو وہ عمارت منہدم ہو جاتی ہے اسی طرح اگر دین سے نماز کو نکال دیا جائے تو دین منہدم ہو جائے گا۔ جس نے نماز کو فراموش کر دیا اس نے کربلا کو فراموش کر دیا اور جس خاتون نے پردہ کو فراموش کر دیا اس نے جنابِ زینبؑ کے پیغام کو فراموش کر دیا ہے۔

ارے! آپ اہلِ بیتؑ کے ماننے والے ہیں جن کے بغیر کوئی نماز نہیں کوئی روزہ نہیں کوئی حج نہیں کوئی عبادت نہیں آپ کو نماز سے محبت نہیں ہوگی تو کسے ہوگی؟ آپ اس کے ماننے والے ہیں جس نے جاتے جاتے اپنی بہن سے وصیت فرمائی:

یَا اُخْتِی زَیْنَبُ لَا تَنْسِیْنِی فِی النَّافِلَۃِ اللَّیْلِ

"اے بہن زینبؑ خدا حافظ مجھے اپنی نماز شب میں فراموش نہ کرنا"۔

میں کہوں گا: مولاؑ! گیارہویں محرم کو بیبیوں کے بازو میں رسن باندھی جائے

گی، زینبؑ وصیت کیسے پوری کریں گی لیکن ہمارے چوتھے امامؑ اپنی پھوپھی کی عبادت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کربلا سے لے کر کوفہ اور کوفہ سے لے کر شام تک میری پھوپھی کی واجب نماز تو کیا کبھی نماز شب بھی قضا نہیں ہوئی۔

عزادارو! آج ہم اس کا غم منانے کے لیے جمع ہوئے ہیں جس کی مسجد میں شہادت ہوئی۔ ہاں آج اکیسویں کی شب ہے میرا مولاؑ دو روز تک بہت تڑپا چہرۂ مبارک زہر آلود تلوار کے اثر سے زرد ہو چکا ہے۔ وصیتوں کا سلسلہ شروع ہوا یہاں تک کہ فرمایا:

اے میرے بیٹو! جب میں گزر جاؤں تو دروازہ پر ایک ناقہ آئے گا تم میرے جنازہ کو اس کے پیچھے پیچھے لے کر چلنا اور جس مقام پر وہ ناقہ رک جائے وہاں سے مٹی ہٹانا جب تم مٹی ہٹاؤ گے تو ایک تختی برآمد ہوگی اس پر لکھا ہوگا:

هٰذَا قَبْرُ وَصِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ

"یہ رسولؐ کے وصی علی ابن ابی طالبؑ کی قبر ہے"۔

اے بیٹو! یہ قبر حضرت نوحؑ نے میرے لیے بنائی تھی مجھے اسی میں دفن کر دینا۔

میں کہوں گا مولاؑ خوشا نصیب جنازہ شان سے اٹھا فرشتوں نے کاندھا دیا بیٹوں نے کاندھا دیا حضرت نوحؑ کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی قبر ملی لیکن واحسیناہ تین دن تک جنازہ کربلا کی زمین پر پڑا رہا نہ کوئی غسل دینے والا نہ کوئی کفن دینے والا نہ اکبرؑ ہیں نہ عباسؑ نہ قاسمؑ ہاں ایک فرزند ہے مگر عالم یہ ہے کہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پیروں میں بیڑیاں......

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى قَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

گناہوں کے اثرات

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْيَتِهٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِيْنَ وَعَجَزَتْ عَنْ نَعْتِهٖ اَوْهَامُ الْوَاصِفِيْنَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ كَانَ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَيْرِ الْمُبَشِّرِيْنَ وَالْمُنْذِرِيْنَ الْمَكِّیِّ الْمَدَنِیِّ الْقَرَشِیِّ الْعَرَبِیِّ الْهَاشِمِیِّ وَعَلٰى خَلِيْفَتِهٖ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰى شَمْسِ الضُّحٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلواۃ)

وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ الْمَظْلُوْمِيْنَ الْغُرِّ الْمَيَامِيْنَ سِيَّمَا بَقِيَّةُ اللّٰهِ فِی الْاَرَضِيْنَ رُوْحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِيْنَ فِیْ مَقْدَمِهِ الْفِدَآءُ وَاللَّعْنَةُ الدَّآئِمَةُ عَلٰى اَعْدَآئِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فَاطِمَةَ وَاَبِيْهَا وَبَعْلِهَا وَبَنِيْهَا وَ سِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِيْهَا.

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آبَائِهِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِي كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَحَافِظاً وَقَائِداً وَنَاصِراً وَدَلِيلًا وَعَيْناً حَتّٰى تُسْكِنَهُ أَرْضَكَ طَوْعاً وَتُمَتِّعَهُ فِيهَا طَوِيلًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

اما بعد فقد! قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ علیہ السلام فِي دُعَاءِ الْكُمَيْلِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَهْتِكُ الْعِصَمَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُنْزِلُ النِّقَمَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُغَيِّرُ النِّعَمَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَحْبِسُ الدُّعَاءَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَقْطَعُ الرَّجَاءَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُنْزِلُ الْبَلَاءَ (صلواۃ)

پروردگارا! آپ حضرات کی عبادات، اعمال، عزاداری اور سوگواری کو قبول فرمائے (آمین!) آپ حضرات نے جس طرح شبِ قدر میں اعمال کیے ان سے بہت خوشی ہوئی پروردگار سے دعا ہے وہ آپ کی توفیقات میں مزید اضافہ کرے (آمین!)

میں نے دعائے کمیل کے جن فقروں کی تلاوت کی ہے ان میں مولاؑ ہمیں گناہوں کے اثرات کی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ ان سے ہمارے لیے مرتب ہونے والے نقصانات کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ظاہر ہے انسان جو کچھ کھاتا پیتا ہے اس کا اثر ہوتا ہے اسی طرح انسان پر اس کے گناہوں کے بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

گناہوں کے اثرات بیان کرنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ گناہوں کے

منشا کو بیان کروں کہ انسان گناہ کرتا کیوں ہے۔ ایسی کیا وجہ ہے جس کی وجہ سے کچھ لوگ نہ صرف یہ کہ گناہوں سے گریز نہیں کرتے بلکہ گناہ کرنا فخر سمجھتے ہیں۔

علماء اخلاق لکھتے ہیں کہ تین چیزیں گناہوں کا سبب بنتی ہیں قوۂ شہویہ، قوۂ وہمیہ، اور قوۂ غضبیہ۔

قوۂ شہویہ یعنی انسان کی نفسانی خواہشیں اگر اس پر کنٹرول نہیں تو پھر گناہ ہی گناہ۔ انسان کا نفس اس کو گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔ دوسرے قوۂ وہمیہ ہے یعنی انسان کی توہمات اس کے تخیلات اس کے کمزور خیالات اس کو گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں اور تیسرے قوۂ غضبیہ یعنی انسان کا غصہ بھی اس کے گناہوں کا سبب بن جاتا ہے اس لیے کہ غصہ کے وقت انسان میں اچھے برے کی تمیز نہیں رہ جاتی ہے۔

البتہ یہ ساری قوتیں مطلقاً بری نہیں ہوتیں یعنی ایسا نہیں ہے کہاں قوتوں کا اثر فقط انسان کو گناہوں کی طرف لے جانا ہو مثلاً اگر شہوت نہیں ہوگی تو آل اولاد کہاں سے آئے گی۔ انسان کی اقتصادی ترقی کہاں سے آئے گی۔ اسی طرح توہمات کا اثر بھی ہمیشہ غلط نہیں ہوتا یعنی ہمیشہ گناہوں کا سبب نہیں بنتا کیونکہ بہت سارے علمی اور تحقیقی معاملات ہیں جنمیں انسان توہمات کی منزلوں سے گزرنے کے بعد یقین کی منزل تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح غصہ اور غضب بھی بعض اوقات ضروری ہوتا ہے مثلاً بچوں کی اصلاح کے لیے یہ ساری چیزیں انسان کی ہلاکت کا سبب اس وقت بنتی ہیں جب کنٹرول سے باہر ہو جائیں اور غیر ضروری وقت پر انجام پائیں اللہ ہمیں کھانے پینے سے منع نہیں کرتا اللہ ہماری ساری ضرورتوں کو سمجھتا ہے اور اس نے ان ضرورتوں کا انتظام کیا ہے لیکن ضرورتیں پوری کرنے کے قوانین بھی ہوتے ہیں اور وہ چاہتا ہے انسان اپنی ضرورتوں کو قوانین سے پورا کرے یعنی اس کی مرضی سے پورا کرے اپنی

مرضی سے نہیں۔اس نے آنکھیں دیکھنے کے لیے دی ہیں لیکن انھیں چیزوں کو دیکھا جوان کے لیے حلال ہیں یہی آنکھیں کبھی زوال مول لیتی ہیں کبھی کمال حاصل کرلیتی ہیں یہی آنکھیں اگر نامحرم کو دیکھیں تو یہ آنکھوں کا زوال ہے اور اگر علیؑ کے چہرہ کو دیکھیں تو یہ آنکھوں کا کمال ہے۔

کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ قرآنِ مجید کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ بیت اللہ خانہ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ والدین کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، علی ابنِ ابی طالبؑ کے رخِ انور کی طرف دیکھنا عبادت ہے، لیکن جب انسان علیؑ کے چہرہ کی طرف دیکھتا ہے تو سارے ثوابات یکجا ہو جاتے ہیں علیؑ کو دیکھا کعبہ کو دیکھنے کا ثواب بھی مل گیا کیونکہ علیؑ کی مثال کعبہ جیسی ہے علیؑ کو دیکھا قرآن کو دیکھنے کا ثواب مل گیا۔

کیونکہ علیؑ قرآنِ ناطق ہے علیؑ کو دیکھا والدین کے چہرہ کی طرف دیکھنے کا ثواب مل گیا کیونکہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

"میں اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں"۔ (نعرۂ حیدری، صلوٰۃ)

اسی طرح آنکھوں کے لیے بھی زوال و کمال ہے۔ یہی زبان اگر جھوٹ، غیبت، بہتان اور افتراء میں صرف ہو تو یہ زبان کا زوال ہے اور اگر یہی زبان ذکرِ خدا، ذکرِ نبیؐ اور ذکرِ علیؑ میں صرف ہو تو یہ زبان کا کمال ہے۔

مولا امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: انسان کی شخصیت اس کی زبان کے نیچے چھپی ہوئی ہے جب تک انسان خاموش رہتا ہے اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا یہ کیسا انسان ہے لیکن جیسے ہی اس کی زبان کھلتی ہے لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے اس کی فکر کیا ہے، اس کی نظر کیا ہے، اس کی شخصیت کیا ہے، اس کی حالات کیا ہیں، اس کا

ھنگ کیا ہے اس کا آہنگ کیا ہے، اس کا طور کیا ہے اس کا طریقہ کیا ہے ،اس کا سلیقہ کیا ہے تب خبر ہو جاتی ہے"۔

فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ بِلِسَانِهٖ وَيَدِهٖ

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"۔

بولنا اچھی بات ہے لیکن اچھا بولے تب، دیکھنا اچھی بات ہے لیکن اچھا دیکھے تب ،سننا اچھی بات ہے لیکن اچھا سنے تب، کھانا اچھی بات ہے لیکن یہ دیکھ کر کہ کیا کھا رہا ہے، پینا اچھی بات ہے لیکن یہ دیکھ کر کہ کیا پی رہا ہے اسلام میں جو بھی قوانین ہیں وہ اسی لیے کہ انسان اپنی زندگی کے حدود کو سمجھے ہماری آزادی کہاں تک ہے اور جہاں پر انسان کی آزادی سے خود اس کا یا دوسروں کا نقصان ہو وہیں سے آزادی ختم ہو جاتی ہے۔

اللہ نے انسان کو جو قوتیں دی ہیں وہ انسان کے فائدہ کے لیے ہیں لیکن اگر انسان ان پر کنٹرول کرے یعنی ان قوتوں کو اسلام کے بتائے ہوئے اُصولوں کے مطابق استعمال کرے ورنہ سوچیے اگر کوئی کھانا نہ کھائے پانی نہ پیے ہلاک ہو جائے گا اگر کسی کو نیند نہ آئے اور وہ کئی کئی دن تک سوئے ہی نہیں تو اس کی صحت تباہ ہو جائے گی اللہ نے کہا دیکھو ہم نے ہر چیز تمھارے لیے پیدا کی ہے اور تم کو اپنے لیے پیدا کیا ہے اب دنیا کی کوئی چیز دیکھ کر مجھے فراموش نہ کر دینا۔ (صلوٰۃ)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام صحیفۂ سجادیہ میں فرماتے ہیں: پہلی دعا صحیفۂ سجادیہ کی فرماتے ہیں:

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَوْ حَبَسَ عَنْ عِبَادِهٖ مَعْرِفَةَ حَمْدِهٖ عَلٰی مَا اَبْلَاهُمْ مِنْ مِنَنِهِ الْمُتَتَابِعَةِ وَاَسْبَغَ عَلَیْهِمْ مِنْ نِعَمِهِ الْمُتَظَاهِرَةِ لِتَصَرَّفُوْا فِیْ مِنَنِهٖ فَلَمْ یَحْمَدُوْهُ وَتَوَسَّعُوْا فِیْ رِزْقِهٖ فَلَمْ یَشْكُرُوْهُ وَلَوْ كَانُوْا كَذٰلِكَ لَخَرَجُوْا مِنْ حُدُوْدِ الْاِنْسَانِیَّةِ اِلٰی حَدِّ الْبَهِیْمَةِ فَكَانُوْا كَمَا وَصَفَ اللّٰهُ فِیْ مُحْكَمِ كِتَابِهٖ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا

"تمام توصیف حمد وثنا اس اللہ کے لیے ہے کہ اگر وہ اپنے بندوں کو حمد وثنا کی معرفت سے محروم رکھتا تو ان مسلسل عطیوں اور عطیات جو اس نے عطا کی ہیں اور وہ پے در پے نعمات جو اس نے فراوانی سے بخشی ہیں تو وہ نعمتوں میں تصرف تو کرتے مگر اس کی حمد نہ کرتے اور اس کے رزق سے استفادہ کرتے مگر اس کا شکریہ ادا نہ کرتے ایسے ہوتے تو انسانیت کی حدوں سے نکل کر چوپایوں کی حد میں آجاتے اور اس توصیف کے مصداق ہوتے جو اس نے اپنی کتاب میں کی ہے۔

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا

کہ وہ تو بس چوپائیوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ راہِ راست سے بھٹکے ہوئے"۔

تو قوۂ شہویہ اچھی چیز ہے لیکن اگر قابو میں رہے۔ دوسری چیز ہے قوۂ غضبیہ یہ بھی اچھی چیز ہے اسی سے انسان اپنا دفاع کرتا ہے دشمنِ خدا کے مقابلہ قیام کرتا

ہے اس کے لیے اہلِ بیتؑ سے اچھی مثال کون دے سکتا ہے۔ جنگِ خندق ہے مولائے کائنات "عمرو ابنِ عبدود کے سینہ پر سوار ہیں وہ عمرو کے جو اکیلے جیسوں سواروں کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتا تھا ایسے دشمنِ خدا کے سینہ پر سوار ہیں یکایک لوگوں نے دیکھا علیؑ سینہ سے اتر گئے۔

اصحاب کہتے ہیں یارسولؐ اللہ! علیؑ عمرو کے سینہ سے اتر کیوں گئے؟

یکایک دیکھا کہ علیؑ پھر اس کے سینہ پر سوار ہو کر اس کا سر قلم کر رہے ہیں

اصحاب حیرانی میں پڑ گئے یارسولؐ اللہ! یہ کیا؟

فرمایا: جب علیؑ آئیں خود ان سے ماجرا پوچھ لینا۔

جب مولاؑ میدان سے عمرو کا سر لیے آئے اصحاب نے پوچھا آپ اتنے بڑے دشمن کے سینہ سے اتر کیوں گئے تھے؟

فرمایا: جب میں اس کے سینہ پر چڑھا اس نے میرے ساتھ گستاخی کی میری طرف لعابِ دہن پھینکا۔ مجھے غصہ آگیا اس وقت میں اس کے سینہ سے اتر گیا تا کہ جہاد فی سبیل اللہ میں میرا نفس شامل نہ ہو۔ جب میرا غصہ اتر گیا تب میں نے اس کا سر قلم کیا۔ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

تو غصہ اچھی بات ہے لیکن اگر وہ راہِ خدا میں ہو تب مومن کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنوں کے ساتھ مہربان ہوتے ہیں اور کفار و مشرکین کے ساتھ سخت سخت ہوتے ہیں انسان غضب کے معاملہ میں حیوان جیسا نہ ہو کہ ایک درندہ کیا کرتا ہے اس کے سامنے جو چیز آتی ہے وہ غضب کرتا ہے چاہے وہ انسان ہو چاہے جانور چاہے وہ بچہ ہو بوڑھا ہو یا جوان ہو اسے ہر چیز ایک طرح کی نظر آتی ہے۔ بس یہی حال انسانِ غضبناک کا ہے اگر اس پر سے قوانینِ اسلام کی لگام ہٹ جائے تو پھر اس

کے لیے نہ کوئی چھوٹا ہے نہ بڑا نہ کچھ حلال ہے نہ حرام وہ تو صرف اپنے غضب کو انجام دینا چاہتا ہے۔

آپ دیکھئے کربلا میں کیا تھا انسان کے لباس یزیدی درندہ کس درجہ پستی میں چلے گئے تھے کہ ان کے لیے کسی کا کوئی احترام نہیں ان کے لیے کوئی بچہ تھا نہ بوڑھا وہاں ششماہہ کو تیر سہ شعبہ کا نشانہ بنایا گیا بوڑھے حبیبؑ اور مسلم ابنِ عوسجہ کو تیروں سے چھلنی کیا گیا۔ یہ سب کیوں اس لیے کہ ان کا نفس انسانی اقدار کا مفہوم بھول چکا تھا وہاں صرف نفس کی آواز سنی جا رہی تھی۔ یہ نہیں دیکھا جا رہا تھا کہ امامِ وقت سے دشمنی ہو رہی ہے، رسولؐ کو اذیت ہو رہی ہے۔ وہاں تو بس مال و متاع کی لالچ تھی۔ یزید کا خوف تھا جس نے ان کو انسانیت سے بہت دور کر دیا۔

حجاج ابنِ یوسف ثقفی کتنا بڑا ظالم گزرا ہے۔ یہ ملعون اپنے سیاہ جرائم پر فخر کیا کرتا تھا۔ لاکھوں شعیانِ علیؑ کا قاتل، ہزاروں ساداتِ کرام کو دیواروں میں چنوانے والا کیوں اس منزل پر پہنچا اسی لیے کہ اس پر قوۂ غضبیہ حاوی تھی، علیؑ کے بغض میں وہ ایک درندہ بن کر رہ گیا تھا۔

اسی طرح قوۂ وہمیہ ہے اگر اس کا استعمال کرتا ہے تو اچھے کاموں میں بھی ہو سکتا ہے۔ اس نے میٹرک کیا، ہم انٹر کریں گے۔ اس نے انٹر کیا ہم بی اے کریں گے اس نے بی اے کیا ہم ایم اے کریں گے، اس نے اچھے نمبر سے کامیابی حاصل کی ہم اس سے بہتر نمبر سے کامیابی حاصل کریں گے۔ اگر قوۂ وہمیہ اس طرح صرف ہو تو یہ اچھی بات ہے یہ کوئی بات نہیں ہوئی کہ صرف ہم کامیاب ہوں باقی کوئی کامیاب نہ ہو۔ صرف ہم آگے بڑھیں اور کوئی آگے نہ بڑھے۔ اسے مکان ملا کب گرے گا، اسے آنکھیں ملی ہیں کب اندھا ہوگا، اسے زبان ملی ہے کب گونگا ہوگا،

اسے نوکری ملی ہے کب نوکری سے ہٹایا جائے گا۔

یہ تو حسد ہے جو انسان کے ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ یعنی تین چیزیں ہیں اگر ان تینوں پر قابو تو انسان فرشتوں سے افضل اور اگر تینوں بے قابو تو انسان حیوان سے بدتر۔ (صلواۃ)

اس لیے کہ حیوان یا انسان یہ دونوں اپنی اپنی ڈگر پر قائم رہتے ہیں۔ حیوان کا کام فقط اور فقط اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ اس کے پاس فقط قوۂ شہویہ اور غضبیہ ہے وہ ان کو کنٹرول کرنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن فرشتہ وہ ہے جس کے پاس یہ قوتیں ہیں ہی نہیں۔ ان کے پاس فقط قوۂ ملکوتیہ ہے جو ان کو حکمِ پروردگار کا پابند بنائے رہتی ہے۔ ان کے گمراہ ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں کیونکہ ان پر کسی چیز کا کوئی اثر ہی مرتب نہیں ہوتا۔ جو رکوع میں ہے وہ رکوع میں، جو سجدہ میں ہے وہ سجدہ میں، جو جس امر پر ہے اس پر قائم ہے۔ انسان کے سامنے دو راستے ہیں یا تو یہ نفس کا اسیر ہو جاتا ہے تو یہ جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے کیونکہ جانوروں کے پاس عقل نہیں اس کے پاس عقل ہے لیکن اس نے اس کا استعمال نہیں کیا یا انسان فرشتوں سے افضل اس لیے ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے سامنے سارے تقاضا رہتے ہیں لیکن یہ سب کو ٹھکرا کر مرضی معبود کی پابندی کرتا ہے۔ (صلواۃ)

فرشتوں سے آگے کس طرح بڑھتا ہے؟ اگر اس کو دیکھنا ہے تو معراج کو دیکھئے جہاں ایک فرشتوں کا سردار یہ کہہ کر پروں کو سمیٹ لیتا ہے:

"یارسولؐ اللہ! ہماری حد بس یہیں تک ہے اب اگر اس سے
ایک قدم بڑھا تو بال و پر جل جائیں گے"۔

اور پھر انسان دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی منزل پر پہنچ

جاتا ہے۔ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ انسان گناہ کیوں کرتا ہے؟ تو اس کا جواب ہوگا چونکہ وہ ان تینوں قوتوں پر کنٹرول نہیں کر پاتا اس لیے گناہ کرتا ہے۔ آپ کو گناہوں کی جو بھی وجہ ملے گی وہ انھیں تینوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھتی ہوگی چوتھی کوئی وجہ نظر آئے تو مجھے کل بتا دیجیے گا۔

کربلا میں جو لوگ امام حسینؑ کے ساتھ تھے وہ اس وجہ سے تھے کہ انھوں نے ان تینوں قوتوں پر غلبہ حاصل کر لیا تھا اور ان کی منزل فرشتوں سے بلند تھی اور اگر کوئی نہیں تھا تو اسے خط لکھ کر بلایا گیا

مِنَ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ اِلٰى رَجُلٍ فَقِيْهٍ حَبِيْبِ ابْنِ مَظَاهِرَ

''جسے حسینؑ مجتہد کہیں اس کی عظمت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے''۔

بس میں مجلس تمام کر رہا ہوں امامؑ نے بچپن کے دوست کو خط لکھا حبیب تم جانتے ہو میں علیؑ کا فرزند ہوں، میں نبیؐ کا نواسہ ہوں، اے حبیبؓ! میں نرغۂ اعداء میں گھرا ہوا ہوں۔ میرے ساتھ نبیؐ کی نواسیاں ہیں میرے ساتھ چھوٹے بچے ہیں اے حبیبؓ! جیسے ہی تمھیں میرا نامہ ملے بلا تاخیر میری مدد کو آنا......

بعض علماء لکھتے ہیں کہ جس وقت حبیبؓ کو یہ خط ملا آپ بازار میں خضاب خرید رہے تھے۔ خط پڑھا اور ہاتھوں سے خضاب پھینک کر گھر کی طرف چلے۔ سوچا کہ بیوی کا امتحان لیں کہا: آقا حسینؑ کا خط آیا ہے ایسے ایسے حالات ہیں۔

بیوی نے کہا: کیا ارادہ ہے؟

کہا: سوچتا ہوں تو بیوہ ہو جائے گی، بچے یتیم ہو جائیں گے۔

بیوی نے کہا: تجھے میری فکر ہے نبی زادیوںؑ کی کوئی فکر نہیں تجھے اپنے بچوں کی فکر ہے حسینؑ کے بچوں کی کوئی فکر نہیں۔ اگر تم نہیں جاتے تو لو یہ ردا اوڑھ کر بیٹھو حسینؑ کی نصرت کے لیے میں جاؤں گی۔

کہا: میں تو تمھارا امتحان لے رہا تھا بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ حسینؑ مجھ کو مدد کے لیے بلائیں اور میں نہ جاؤں۔

اس کے بعد غلام جونؓ سے کہا: گھوڑا لے کر جاؤ اور شہر سے باہر فلاں راستہ پر میرا انتظار کرو کوفہ کے حالات خراب تھے اس لیے حبیبؓ کو خفیہ طریقہ سے نکلنے میں تھوڑی تاخیر ہو گئی لیکن اب گھوڑے کے قریب پہنچے تو سنا غلام گھوڑے سے کہہ رہا ہے: اے میرے آقا کے گھوڑے اگر آقا کے آنے میں تاخیر ہوئی تو میں تیری پشت پر سوار ہو کر نصرتِ حسینؑ کے لیے چلوں گا۔ جزاکم ربکم

حبیبؓ آئے غلام سے کہا: میں نے تجھے آزاد کر رہا ہوں۔

غلام کہتا ہے: آقا اب تک مجھے اپنے ساتھ رکھا اور جب حسینؑ کی نصرت کا وقت آیا تو مجھے خود سے جدا کر رہے ہو۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو میں بھی کربلا چلوں گا۔

حبیبؓ کربلا کی زمین پر وارد ہوئے۔ فضا میں نعرہ تکبیر کی آواز گونجی۔

امامؑ نے فرمایا: عباسؑ، علی اکبرؑ، عونؑ، محمدؑ، قاسمؑ جاؤ میرا بچپن کا دوست آرہا ہے ان کا استقبال کرو۔

حبیبؓ کی تکبیر کی آواز پر عباسؑ نے تکبیر کہی، علی اکبرؑ نے تکبیر کہی، تکبیروں کی آوازوں کے بیچ حبیبؓ خیمے میں وارد ہوئے۔

ادھر بی بی زینبؑ نے جب یہ آوازیں سنیں فضہؓ سے پوچھا معلوم کرو ماجرا کیا ہے؟ فضہؓ نے کہا: بی بی! حسینؑ کے بچپن کے دوست حبیبؓ آئے ہیں۔

جیسے ہی بی بی نے یہ خوشخبری سنی کہا: فضہؓ! جا کر حبیبؓ سے کہہ دو ثانی زہراؑ نے تمھیں سلام کہا ہے۔

فضہؓ مولا حسینؑ کے خیمہ کے در پر آ کر کہتی ہیں: اے حبیبؓ! ثانی زہراؑ نے آپ کو سلام کہا ہے۔

یہ سننا تھا کہ حبیبؓ نے سر سے عمامہ اتار دیا، منہ پر طمانچے مارے۔ ہائے کیسی مصیبت کا وقت آ گیا ہے کہ شہزادیاں غلاموں کو سلام کہہ رہی ہیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى قَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

گناہوں کے اثرات

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْیَتِہٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِیْنَ وَعَجِزَتْ عَنْ نَعْتِہٖ اَوْھَامُ الْوَاصِفِیْنَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَیْرِ الْمُبَشِّرِیْنَ وَالْمُنْذِرِیْنَ الْمَکِّیِّ الْمَدَنِیِّ الْقَرَشِیِّ الْعَرَبِیِّ الْھَاشِمِیِّ وَعَلٰی خَلِیْفَتِہٖ سَیِّدِ الْوَصِیِّیْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰی شَمْسِ الضُّحٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلواۃ)

وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْمَظْلُوْمِیْنَ الْغُرِّ الْمَیَامِیْنَ سِیَّمَا بَقِیَّۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِیْنَ رُوْحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِیْنَ فِیْ مَقْدَمِہِ الْفِدَآءِ وَاللَّعْنَۃُ الدَّآئِمَۃُ عَلٰی اَعْدَآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰی قِیَامِ یَوْمِ الدِّیْنِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فَاطِمَۃَ وَاَبِیْھَا وَبَعْلِھَا وَبَنِیْھَا وَ سِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِیْھَا۔

اَللّٰھُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آبَائِهٖ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِي كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَحَافِظاً وَقَائِداً وَنَاصِراً وَدَلِيلًا وَعَيْناً حَتّٰى تُسْكِنَهُ أَرْضَكَ طَوْعاً وَتُمَتِّعَهُ فِيهَا طَوِيلًا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَهْتِكُ الْعِصَمَ . اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُنْزِلُ النِّقَمَ . اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُغَيِّرُ النِّعَمَ. اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَحْبِسُ الدُّعَاءَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَقْطَعُ الرَّجَاءَ. اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُنْزِلُ الْبَلَاءَ

(صلوات)

خداوند عالم آپ حضرات کی عبادات کو قبول کرے، آپ کو تمام آفات سے محفوظ رکھے، آپ حضرات کے گناہوں کو معاف کرے، اور ہمارے آخری امامؑ کے ظہور میں تعجیل فرمائے۔ (آمین!)

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کل سے ایک نئے موضوع پر گفتگو شروع ہوئی ہے اور وہ ہے "گناہوں کے اثرات"۔

جس طرح سے انسان پر آب وہوا، اور کھانے، پینے کا اثر ہوتا ہے اسی طرح گناہوں کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ آپ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں ڈاکٹر آپ کو مرض بتاتا ہے تو اس کے اسباب بھی بتاتا ہے جیسا مرض ویسا سبب۔ اگر بخار ہے تو

اس کا سبب ہے۔ اگر بلڈ پریشر ہے تو اس کی کوئی وجہ ہے؟ اگر بدن کا درد ہے تو اس کی کوئی وجہ ہے وہ بتاتا ہے کہ آپ کے ساتھ یہ ہوا ہوگا آپ نے یہ کیا ہوگا اس لیے آپ کو یہ پریشانی ہوئی یعنی ماضی کا اثر مستقبل پر ضرور پڑتا ہے اسی طرح یہ گناہ بھی انسان کے مستقبل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ روایتوں میں ہے کہ بعض گناہ اتنے سنگین ہوتے ہیں کہ ان کا اثر گناہ کرنے والے کی سات نسلوں تک باقی رہتا ہے۔

آج عراق و افغانستان اور فلسطین میں وحشت و بربریت کا جو ننگا ناچ ہو رہا ہے۔ لوگوں کے گھر جل رہے ہیں۔ کنبہ کا کنبہ، خاندان کا خاندان موت کا شکار ہو رہا ہے جگہ جگہ بموں کے دھماکے جگہ جگہ استکباری طاقتوں کے مظالم ان جرائم کی کیا وجہ ہے؟

وجہ ان کے دلوں کی سیاہی ہے۔ وہ معصیتِ پروردگار، شراب و کباب میں اس قدر مست ہیں کہ جو ان کی مرضی ہو وہ کرتے ہیں۔

روایتوں میں ہے کہ پروردگار نے انسان کے دل پر حیا کے چالیس حجابات ڈال دیئے ہیں۔ یہ حجابات اسے گناہوں سے دُور رکھتے ہیں اور اس کی ساری توجہ اطاعتِ پروردگار کی طرف ہوتی ہے لیکن جب وہ دامِ شیطان میں گرفتار ہو جاتا ہے تو جیسے جیسے گناہ کرتا جاتا ہے پروردگار اس کے دل سے حجابات ہٹاتا جاتا ہے یہاں تک کہ سارے حجاب ہٹ جاتے ہیں اور پھر اس میں شرم و حیا کی رمق بھی باقی نہیں رہ جاتی۔

اس کی نظر میں فقط اور فقط نفسانی خواہشیں رہ جاتی ہیں نہ تو وہ اللہ کی عظمت کا خیال کرتا ہے نہ اس کی جلالت کا خیال۔ اگر وہ اللہ کی عظمت و جلالت کا پاس و لحاظ کرتا تو یہ نوبت ہی کیوں آتی اس لیے کہ جو اس کی عظمت و جلالت کو ہمہ دم مورد نظر رکھتا ہے اس کے لیے تو کوئی گناہ چھوٹا گناہ نہیں ہے۔ ہر گناہ گناہِ کبیرہ ہے یہ جو گناہ

کبیرہ وصغیرہ کی اصطلاح ہے وہ ایک عام تصور کے لحاظ سے ہے ورنہ اگر عظمت و جلالتِ پروردگار کے سامنے کسی گناہ کو دیکھیں تو ہر گناہ گناہِ کبیرہ نظر آئے گا اور یاد رکھیے کبھی گناہ کو اس کے کفارہ کے اعتبار سے مت تولیے گا کہ فلاں گناہ کا یہ کفارہ ہے تو صرف کفارہ سے سمجھ لیا کہ یہ گناہ بس اتنا ہی سنگین تھا۔ نہیں یہ کفارے تو اس کا کرم ہیں۔ یہ کفارہ تو بندوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کا ایک ذریعہ ہیں۔ اگر وہ یہ راستہ نہ بتاتا تو پوری دنیا تباہ ہو جاتی اور پھر اس آگ سے بچنے کا کوئی راستہ نہ ہوتا جس کی حرارت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔

آپ دعائے کمیل میں پڑھتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تَھْتِکُ الْعِصَمَ

"پروردگار! میرے ان گناہوں کو معاف فرما جو میری عزت کو پامال کر دینے والے ہیں"۔

آپ اس جملہ پر غور کریں پروردگار تو انسان کو عزت دے کر بھیجتا ہے اور اس عزت کو بچانے کے لیے اسے محفوظ رکھنے کے لیے اس نے عقل دی ہے لیکن یہ انسان ہے کہ شیطان کے بہکاوے میں آکر اپنی عقل کی آواز کو بھی نہیں سنتا اور ایسے ایسے گناہ انجام دیتا ہے جو اس کو پروردگار کی نظر میں ذلیل کر دیتے ہیں۔ ایسے ایسے گناہ کرتا ہے جو اگر لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو کوئی اسے لائقِ سلام بھی نہ سمجھے۔

سوال یہ ہے کہ وہ کون کون سی چیزیں ہیں جو انسان کے باطن کو تاریک کر دیتی ہیں انسان کے دل کو سیاہ کر دیتی ہیں؟

امامِ زین العابدین علیہ السلام ان چیزوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ان میں پہلی چیز ہے شراب"۔

شراب انسان کے ضمیر کو مردہ کر دیتی ہے۔ اس کا اثر فقط انسان کی ذات پر نہیں پڑتا۔ اس کا اثر پورے سماج پر ہوتا ہے، معاشرہ پر پڑتا ہے۔ اگر اس کو دیکھنا ہے تو غرب کو دیکھیں، کلبوں میں پارکوں میں اجتماعی ذلالت اور اجتماعی خباثت کا سبب بھی شراب ہے۔ وہاں گناہوں کا کوئی بھی اڈہ آپ کو شراب سے خالی نہیں نظر آئے گا اور صرف یہ رنگینیاں ہی نہیں دوسرے بہت سارے جرائم بلکہ اکثر جرائم کی وجہ شراب ہی ہے کھلے عام کسی کی ناموس کو بے عزت کرنا، کہیں چوری، کہیں ڈاکہ کہیں کسی کے بھائی کا قتل کہیں کسی کے دوست کا قتل کہیں کسی کے بیٹے کا قتل کہیں اور یہ ہی نہیں اپنے بھائی کا قتل، اپنے بیٹے کا قتل، بیوی کے باپ کا قتل، بیوی کا قتل، یہ سارے جرائم آپ کو غرب میں عام طور سے نظر آئیں گے اور ان کے محرکات میں اصل محرک بھی شراب ہے۔

فرماتے ہیں چوتھے امام علیہ السلام

اے ہمارے شیعو! شراب کی طرف مت جانا کیونکہ جب بھی میں کسی شرابی کو دیکھتا ہوں مجھے شام کا دربار یاد آجاتا ہے کیونکہ جب ہمیں پھوپھیوں کے ساتھ، بیواؤں کے ساتھ یتیموں کے ساتھ دربارِ شام میں لایا گیا تھا اس وقت یزید ملعون شراب پی رہا تھا۔

شراب "رجس" ہے صرف نجس نہیں نجس کو آپ پانی سے دھو سکتے ہیں وہ دور ہو سکتا ہے لیکن شراب رجس ہے یہ ایسی گندگی ہے جو پانی سے دھوئی نہیں جا سکتی۔ اس لیے کہ اس سے انسان کا ضمیر گندا ہو جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے صحابی مفضلؒ سے فرماتے ہیں:

اے مفضلؒ! شراب سے دور رہنا کیونکہ یہ پروردگار کی اس نعمت کو چھین لیتی

ہے جو اسے حیوانوں سے ممتاز کرتی ہے اس نعمت کا نام ہے "غیرت"۔

جب غیرت چھن جاتی ہے تو پھر انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا انسان اپنی غیرت کی وجہ سے انسان ہے۔ اسی لیے مولائے کائنات نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

"غیرت مند انسان کبھی واجبات کو ترک نہیں کرسکتا"۔

آپ نے اندازہ لگایا غیرت کتنی عظیم نعمت ہے اب اس شراب کے خطرہ کو سمجھئے جو انسان سے اتنی عظیم نعمت کو چھین لیتا ہے اور جب یہ نعمت چھن جاتی ہے تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

جب میں ایم اے کر رہا تھا تو ایک روز میرے اپنے ایک پروفیسر سے عصمت کے مسئلے پر بحث ہوئی چونکہ اس روز انھوں نے اپنے لیکچر میں کہا تھا کہ اسلام کا نظریہ عصمت غلط ہے اور کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو گناہوں سے محفوظ ہو خواہ وہ کوئی ہو۔

میں ان سے ملا اور ان سے کہا کہ آپ کا یہ نظریہ صحیح نظر نہیں آتا ہے۔

انھوں نے کہا اگر صحیح نہیں ہے تو اسے عقلی دلیل سے ثابت کرو۔ ظاہر ہے وہ قرآن وحدیث کو تو مانتے ہی نہیں۔

میں نے ان سے عرض کیا: آپ انبیاءؑ ومعصومینؑ کی عصمت کا انکار کر رہے ہیں جب کہ بعض معاملات میں آپ خود معصوم ہیں۔ وہ چونک گئے۔ کہنے لگے: نہیں میں تو کسی معاملہ میں معصوم نہیں میں اسے نہیں مانتا۔

میں نے ان سے کہا: آپ یونیورسٹی آتے ہیں اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ پورا انگلینڈ آپ کو دے دیا جائے گا اگر ایک روز ننگے ہو کر آجایئے۔

بولے: یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔

میں نے کہا: کیوں؟

بولے: میری ایک عزت میری یہاں پر ایک امیج ہے، بھلا میں اتنا گرا ہوا کام کیسے کر سکتا ہوں۔

میں نے کہا: آپ کی عزت اور اس گرے ہوئے کام کی تو بات سمجھ آگئی لیکن یہ بتایئے آپ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

بولے کر تو سکتا ہوں لیکن کبھی کروں گا نہیں۔

میں نے کہا: بس جیسے آپ بعض معاملات میں معصوم ہیں کر سکتے ہیں لیکن نہیں کرتے اسی طرح معصوم ہر برے کام کی حقیقت کو سمجھتا ہے اسی لیے وہ بھی کرنے کی قدرت رکھتے ہوئے بھی نہیں کرتا۔ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

جب مولا امیر المومنینؑ سے پوچھا گیا: مولاؑ! معصوم سے گناہ کرنے کا تصور بھی نہیں کرتا، یہ کیسے؟

فرمایا: کیا تو نے کبھی غلاظت کھانے کے بارے میں تصور کیا ہے جیسے تو غلاظت کھانے کا تصور بھی نہیں کرتا ویسے ہی معصوم گناہ کا تصور بھی نہیں کرتا ہے۔

گناہ آلودگی ہے، گناہ غلاظت ہے۔ ابن سینا جو بہت بڑے فلسفی گزرے ہیں ان کا کہنا ہے کہ شریف انسان کی پہچان یہ ہے کہ اس کا جو بھی مطالبہ ہوتا ہے وہ اپنی ذات سے ہٹ کر ہوتا ہے۔

اب آپ کربلا میں دیکھ لیجیے بزرگوں سے لے کر بچوں تک نے یزید سے کچھ مانگا نہیں پانی تو ان کا حق تھا فرات یزید کی ملکیت نہیں تھی، پانی کا سوال شرافتِ انسانی کے منافی نہیں ہے۔ انھوں نے چادریں مانگیں اپنی چادریں مانگیں وہ ان کا

حق تھا اور اپنا حق مانگنا انسان کا حق ہے اور شرافتِ انسانی کا تقاضا تھا۔

تو شریف آدمی کی یہ علامت کس وجہ سے ہے اس کی غیرت کی وجہ سے ہے اور شراب انسان کو غیرت سے دور کر دیتی ہے۔

اور دوسری نعمت جو انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے وہ ہے ''عقل'' شراب خور کی عقل ضائع ہو جاتی ہے اس کے لیے کسی کا کوئی احترام نہیں ہوتا نہ کوئی ماں ہے نہ بہن نہ باپ نہ بھائی جس کو چاہتا ہے مارتا پیٹتا ہے جس کو چاہتا ہے گالیاں دیتا ہے اس کی نہ کوئی عزت آبرو ہے اور نہ اس کا کوئی سماج معاشرہ ہے کیونکہ اس کی عقل ہی مفلوج ہو گئی۔

شراب، جوا، قمار یہ ساری چیزیں یزیدیت ہیں۔ عقل، غیرت، خوفِ خدا، محرمات سے پرہیز، واجبات کی ادائیگی حسینیوںؑ کی پہچان ہیں۔

یزید اس بے دین کا نام تھا جو حرام کو حلال کرنا اور حلال کو حرام کرنا چاہ رہا تھا اسی لیے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر مجھ جیسا یزید جیسے کی بیعت کرلے تو پھر اسلام کا خدا حافظ!''

ایسا کام نہ کرنا جس سے لوگوں کی عزت پامال ہو۔ آپ دیکھتے ہیں لوگ محفلیں سجاتے ہیں۔ رات رات بھر باتیں کرتے ہیں۔ کبھی ان کا مذاق کبھی ان کا مذاق بابا اللہ، رسولؐ کے لیے وقت نہیں ملتا۔ ہنسی مذاق اور غیبت بہتان کے لیے بہت وقت ہے۔

حضرت عیسیٰؑ ایک بستی سے گزر رہے ہیں دیکھا سب کے سب مر چکے ہیں فرمایا: ان پر خدا کا عذاب نازل ہوا ہے۔ حواریوں نے پوچھا: یا نبیؐ اللہ! آپؑ کو کیسے پتہ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے؟

فرمایا: اگر تھوڑے تھوڑے کر کے مرتے تو جو زندہ ہوتے وہ مُردوں کو دفن کرتے لیکن یہاں تو سبھی مر چکے ہیں۔ اس کا مطلب کہ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے۔

کہا: یا نبیؑ اللہ! پروردگار کے یہاں آپؑ کی بڑی شان ہے، آپؑ کا مرتبہ بہت بلند ہے ان میں سے کسی ایک کو زندہ کر دیں اور اس سے احوال معلوم کریں کہ سب کچھ کیسے ہوا؟

جنابِ عیسیٰؑ کو اللہ نے مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دیا تھا اور بھی کئی معجزے دیئے وہ مادر زاد نابینا کو بینائی عطا کر دیتے تھے، وہ مبروص کے جسم پر ہاتھ پھیر دیتے تو اسے شفا مل جاتی۔

یہاں پر رُک کر ایک جملہ عرض کرنا چاہتا ہوں یقیناً جنابِ عیسیٰؑ کی منزلت بہت بلند ہے لیکن اس کی کیا منزلت ہو گی جس کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے۔ (صلواۃ)

حضرت عیسیٰؑ نے کہا: اللہ کے حکم سے زندہ ہو جاؤ۔

ایک مُردہ زندہ ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا: تم لوگوں پر عذاب ہونے کی کیا وجہ ہے؟

کہا: دو وجہیں ہیں:

كُنَّا نُطِيعُ أَهْلَ الْمَعَاصِي وَحُبِّ الدُّنْيَا

"ایک بُرے لوگوں کی اطاعت اور دوسرے دنیا کی محبت"۔

یہ دو چیزیں ہم پر اللہ کے عذاب کا سبب بنیں۔

لہٰذا بُرے لوگوں کی اطاعت سے بچیں۔ گندے لوگوں کی سنگت سے دُور رہیں۔

اس مُردے نے یہ نہیں کہا: ہم برائی کے ساتھ تھے۔ نہیں بُرے لوگوں کے

ساتھ ان کی اطاعت کرتے تھے۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ انسان پہلے اچھا رہا ہو نیک رہا ہو لیکن بروں کی اطاعت نے اسے برا بنا دیا ہو۔

اور دوسری چیز حبِّ دنیا یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ دل اللہ سے محبت کرنے کے لیے یا جس چیز سے اس نے محبت کرنے کو کہا کیونکہ جب ہم اس کی بتائی ہوئی چیزوں سے محبت کریں گے تو یہ درحقیقت اس سے محبت ہے دل دنیا سے محبت کرنے کے لیے نہیں۔

مُردے نے عذاب کی وجہ بتائی۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا: میری آواز پر صرف تم کیوں زندہ ہوئے باقی مُردوں نے کیوں نہیں جواب دیا؟

کہا: اللہ نے ان کی زبان پر تالا لگا دیا ہے۔

فرمایا: تم بھی تو عذاب میں تھے تم بھی تو مر چکے تھے تم زندہ ہو گئے اور وہ نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

کہا: مجھ پر عذاب تو ہوا لیکن مجھ میں وہ دو برائیاں نہیں تھیں میں ان دونوں برائیوں سے دُور تھا۔ مجھ پر عذاب اس لیے نازل ہوا کیونکہ میں ان کو برائیوں سے منع نہیں کرتا تھا۔ پتہ چلا جیسے گیہوں کے ساتھ گھن پس جاتا ہے ویسے ہی برے لوگوں کے ساتھ ان پر بھی اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے جو بروں کو برائی سے منع نہیں کرتے۔ (صلواۃ)

یہ نہیں چلے گا کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، ہم روزہ رکھتے ہیں نہیں...... گھر والوں کو نماز کے لیے کیوں نہیں کہا، سماج سے کیوں نہیں کہا۔ تم خود نیک تھے لوگوں کو نیک بنانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ اس کا جواب دینا پڑے گا۔

شیعہ اسے نہیں کہتے جو خود علیؑ سے محبت کرے۔ نہیں شیعہ اس کو کہتے ہیں

خود بھی علیؑ سے محبت کرے دوسروں کو بھی علیؑ سے محبت کرنے کی دعوت دے۔ (صلواۃ)

تو انسان کے باطن کو تاریک کر دینے والی چیزیں واضح ہو گئیں شراب، جوا، لوگوں کا ٹھٹھہ، مذاق اڑانا ان چیزوں سے باطن تاریک ہوتا ہے۔ ایک اور چیز جو انسان کے باطن کو تاریک کرتی ہے وہ ہے مومن کے راز کو اچھالنا۔

روایتوں میں ہے جو شخص کسی مومن کے راز کی حفاظت کرے گا۔

پروردگار! اسے رسوائیوں سے بچائے گا۔ یہ نہیں کہ بیٹھے ہوئے عیب جوئی کر رہے ہیں وہ ایسے ہیں اگر کسی کا اچھا کام بھی سن لیا تو کہا وہ اندر سے تو اچھے نہیں بابا مومن کے بارے میں کوئی ناروا بات سن کر اس کی توجیہ کرنے کو کہا گیا ہے، نہ یہ کہ اس پر ہم جھوٹے الزامات لگاتے رہیں۔

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

"بدترین شخص وہ ہے جو اپنے اندر عیب ہوتے ہوئے دوسروں میں عیب تلاش کرے"۔

تو چار چیزیں ہو گئیں شراب، قمار، مومن کا مذاق اڑانا، عیب جوئی کرنا اور پانچویں چیز جو دل کو تاریک کر دیتی ہے وہ ہے برے لوگوں کی سنگت۔ بری سوسائٹی بری نشست میں بیٹھنے سے پرہیز کیجیے۔ اس سے انسان کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے۔ دل سیاہ ہو جاتا ہے آپ جس معاشرہ میں ہیں یہاں زیادہ خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔

آخر میں ایک روایت جو پہلے امامؑ سے بھی ہے اور چوتھے امامؑ سے بھی کہ ہمیں کس قسم کے لوگوں سے بچ کر رہنا پہلے وہ لوگ جو اللہ کی معصیت کرتے ہیں

کھلے عام گناہ کرتے ہیں۔

دوسرے: اِيَّاكَ وَمُصَاحَبَةِ الْكَذَّابِ

''جھوٹے لوگوں سے خود کو بچا کر رکھنا''۔

اِنَّهُ بِمَنْزِلَةِ السَّرَابِ

''اس کی مثال سراب جیسی ہے''۔

سراب کہتے ہیں وہ ریت جس پر دور سے پانی کا گمان ہوتا ہے۔ پیاسا دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہے لیکن جب قریب پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ پانی کا نام نشان بھی نہیں صرف ریت ہی ریت ہے اسی طرح جھوٹے لوگ ہیں تم ان پر بھروسا کرو گے کہ وہ مشکل میں تمھارے کام آئے گا وہ پریشانی میں تمھارے کام آئے گا؟ نہیں جھوٹے لوگ دکھاتے کچھ اور ہیں کرتے کچھ اور ہیں جو چیزیں دور ہیں وہ آپ کو قریب دکھائے گا اور چیزیں قریب ہیں وہ آپ کو دور دکھائے گا۔

تیسرے: اِيَّاكَ وَمُصَاحَبَةِ الْاَحْمَقِ

''بے وقوف لوگوں سے بچ کر رہنا''۔

وہ اگر چاہے بھی کہ آپ کو فائدہ پہنچائے لیکن اس کی حماقت کی وجہ سے آپ کو نقصان ہی پہنچے گا۔

چوتھے: اِيَّاكَ وَمُصَاحَبَةِ قَاطِعِ الرَّحِمِ

''وہ شخص جو قطع رحم کرتا ہے اس سے بچ کر رہنا''۔

جو اپنے ماں باپ کے ساتھ اپنے بھائی بہن کے ساتھ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ قطع رحم کرتا ہے اس سے بچ کر رہنا۔

اگر انسان تعلیماتِ ائمہ علیہم السلام پر عمل کرے تو انسان فرشتوں سے بھی افضل

ہو جاتا ہے ورنہ درِ اہلِ بیتؑ سے انحراف انسان کو اس پستی میں پہنچا دیتا ہے جہاں وہ معصیت پر بھی فخر کرتا ہے۔ پسر سعد ملعون یہی تو کہہ رہا تھا: گواہ رہنا حسینؑ کے خیمے کی طرف سب سے پہلا تیر میں چلا رہا ہوں۔

کون حسینؑ جس نے صبر کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کو دیکھ کر انبیاءؑ حیرت میں پڑ گئے اٹھارہ سال کا جوان فرزند کی قربانی دینا اور وہ بھی جس طرح مولا حسینؑ نے دی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

رسولؐ کا عمامہ پہنایا، دوش پر رسولؐ کی عبا ڈالی، رسولؐ کے رہوار پر سوار کیا کیونکہ علی اکبرؑ رفتار و گفتار میں شبیہِ رسولؐ تھے امامؑ آسمان کی طرف رخ کر کے فرماتے ہیں:

"پروردگار! گواہ رہنا اب میں تیری بارگاہ میں اسے بھیج رہا ہوں جو رفتار میں گفتار میں تیرے رسولؐ سے زیادہ مشابہت رکھتا تھا"۔

علی اکبرؑ کو رخصت کیا ابھی علی اکبرؑ چند قدم چلے تھے کہ محسوس ہوا پیچھے کوئی آرہا ہے مڑ کر دیکھا ضعیف باپ کمر تھامے ہوئے چلا آرہا ہے گھوڑے سے اترے بابا آپ نے تو رخصت کر دیا تھا پھر کیوں آرہے ہیں؟

فرمایا: اے علی اکبرؑ! کاش تمہارا جواں بیٹا ہوتا تو یہ سوال نہ کرتے ایسا کرو جب تک ہو سکے مڑ مڑ کر مجھے دیکھتے رہنا۔

علی اکبرؑ میدان میں گئے تھوڑی ہی دیر میں اسی دشمنانِ خدا کو فی النار کیا واپس خیمے میں آئے اور عرض کیا: بابا! اگر ایک قطرہ پانی مل جائے تو میں ان کو دکھا دوں ہاشمی شیر کیسے لڑتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: بیٹا اگر پانی ہوتا تو علی اصغرؑ پیاسا کیوں رہتا، سکینہؑ، العطش العطش کی صدائیں کیوں بلند کرتی؟ تم ایسا کرو اپنی زبان میرے منہ میں رکھ دو ہو سکتا ہے اس سے تمھیں کچھ سکون ملے۔

علی اکبرؑ نے حسینؑ کے منہ میں زبان رکھی اور فوراً کھینچ لی کہا:

بابا! آپ کی زبان تو مجھ سے زیادہ خشک ہے۔

عزادارو! حسینؑ کی زبان علی اکبرؑ سے زیادہ کیوں نہ خشک ہو یہ ضعیفی یہ تین دن کی بھوک اور پیاس اور یہ صبح سے لاشوں پر لاشہ لانا کبھی عونؑ کا لاشہ کبھی محمدؑ کا لاشہ کبھی بھائی کی نشانی قاسمؑ کا لاشہ......

أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى قَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

گناہوں کے اثرات

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْيَتِهٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِيْنَ وَعَجِزَتْ عَنْ نَعْتِهٖ اَوْهَامُ الْوَاصِفِيْنَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ كَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَيْرِ الْمُبَشِّرِيْنَ وَالْمُنْذِرِيْنَ الْمَكِّيِّ الْمَدَنِيِّ الْقُرَشِيِّ الْعَرَبِيِّ الْهَاشِمِيِّ وَعَلٰى خَلِيْفَتِهٖ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰى شَمْسِ الضُّحٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مَوْلَانَا اَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلوٰۃ)

وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ الْمَظْلُوْمِيْنَ الْغُرِّ الْمَيَامِيْنَ سِيَّمَا بَقِيَّةُ اللهِ فِي الْاَرَضِيْنَ رُوْحِيْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ مَقْدَمِهِ الْفِدَاءِ وَاللَّعْنَةُ الدَّآئِمَةُ عَلٰى اَعْدَآئِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فَاطِمَةَ وَاَبِيْهَا وَبَعْلِهَا وَبَنِيْهَا وَسِرِّ الْمُسْتَوْدَعِ فِيْهَا۔

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آبَائِهِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِي كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَحَافِظاً وَقَائِداً وَنَاصِراً وَدَلِيلًا وَعَيْناً حَتّٰى تُسْكِنَهُ اَرْضَكَ طَوْعاً وَتُمَتِّعَهُ فِيْهَا طَوِيلًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَهْتِكُ الْعِصَمَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُنْزِلُ النِّقَمَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُغَيِّرُ النِّعَمَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَحْبِسُ الدُّعَاءَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَقْطَعُ الرَّجَاءَ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُنْزِلُ الْبَلَاءَ

(صلواۃ)

پروردگار آپ کی عبادتوں کو قبول فرمائے۔ آپ کو تمام مصیبتوں سے محفوظ فرمائے۔ آج کچھ مومنین کی صحت کے بارے میں دعا کرنے کی فرمائش ہوئی ہے پروردگار سے دعا ہے کہ وہ بیمارِ کربلا کے صدقہ میں جلد از جلد صحت یاب ہوں اور انھیں جو بھی مرض ہو ان سے انھیں نجات ملے۔ (آمین یا رب العالمین)

ہماری گفتگو گناہوں کے اثرات کے سلسلہ میں ہو رہی ہے۔

عزیزو! یاد رکھئے جس طرح سے زہر انسان کے جسم کو برباد کر دیتا ہے ویسے ہی گناہ انسان کی روح کو برباد کر دیتا ہیں۔

امیر المومنینؑ دعائے کمیل کے ان جملوں میں ہمیں گناہ کے اثرات کی طرف

متوجہ کر رہے ہیں۔ گناہ حجابِ عصمت کو تار تار کر دیتے ہیں، گناہ نعمتوں کی ممنوعیت کا سبب بنتے ہیں۔ کثرتِ گناہ انسان کو فقدانِ غیرت کے نشیب میں ڈال دیتا ہے جہاں جانے کے بعد انسان کو احساسِ گناہ بھی نہیں ہوتا پھر اس کے لیے معصیت واطاعت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

کتنا کریم ہے پروردگار جو خطاؤں کے بعد بھی ہمارے لیے رحمت کا دروازہ کھلا رکھتا ہے اور کہتا ہے:

لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللهِ

"اپنے پروردگار کی رحمت سے مایوس مت ہو تم توبہ کرلو اللہ تمھارے گناہوں کو معاف کرے گا"۔

یعنی اگر دامنِ کردار گناہوں سے آلودہ ہو جائے تو اسے توبہ کے آنسوؤں سے دھویا جا سکتا ہے۔ (صلواۃ)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُنْزِلُ النِّقَمَ

"پروردگارا میرے ان گناہوں کو معاف کردے جن کی وجہ سے تیرا عذاب نازل ہوتا ہے"۔

عذاب کئی قسم کا ہوتا ہے۔ احساسِ دعا ختم ہو جانا عذاب ہے، لذتِ عبادت سلب ہو جانا عذاب ہے۔ حضرت یعقوبؑ سے جب ان کے بیٹوں نے سوال کیا کہ ہم نے تو یوسفؑ پر اتنا ستم کیا پھر ہم پر اللہ کا عذاب کیوں نہیں ہوا؟

پروردگار نے جنابِ یعقوبؑ پر وحی نازل کی: اے یعقوبؑ! ان سے کہے کہ ان پر عذاب نازل ہو چکا اور وہ یہ کہ انھیں دنیا کی ہر لذت ملے گی لیکن اب یہ ذکرِ خدا کی لذت سے محروم رہیں گے۔

تو اللہ کا عذاب کئی قسم کا ہوتا ہے جس طرح سے اس کی نعمتوں کی کئی قسمیں ہیں اسی طرح عذاب بھی مختلف طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک مومن دوست ایمانی دوست اللہ کی نعمت ہے، صالحہ بیوی بہت بڑی نعمت ہے۔

امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"غریب وہ نہیں جس کے پاس مال نہ ہو غریب وہ ہے جس کے پاس کوئی اچھا دوست نہ ہو اور اس سے بھی غریب وہ ہے جسے اچھا دوست ملا ہو لیکن اس نے وہ دوست کھو دیا ہو"۔

اچھا دوست اللہ کی عظیم نعمت ہے لہٰذا نعمتوں کی شناخت ضروری ہے اور اسی طرح اللہ کے عذاب کی بھی شناخت ضروری ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب قومیں اولیاء خدا کی باتوں کو قبول نہیں کرتیں تو اللہ ان پر ظالم بادشاہوں کو مسلط کر دیتا ہے۔ کبھی فرعون کو مسلط کرتا ہے کبھی معاویہ کو مسلط کرتا ہے کبھی کسی اور ڈکٹیٹر کو مسلط کر دیتا ہے آج مسلمانوں کی پسماندگی ان کا پچھڑا پن اس کا سبب کیا ہے؟ سبب یہ ہے کہ انھوں نے طاغوت کی اطاعت کی اور اب اسی عذاب میں گرفتار ہو گئے ہیں ان پر بے ہوشی کا عذاب ہے یہ کفر سے اتحاد کر لیتے ہیں اسلام سے اتحاد نہیں کر رہے ہیں۔ یہ کفر کی بات مان رہے ہیں اسلامی اُصولوں کو پامال کر رہے ہیں یہ عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟ ان کی شرم مر گئی ان کی غیرت دکھائی نہیں دیتی یہ اللہ کا عذاب ہی تو ہے۔

مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں:

"جب قومیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر چھوڑ دیتی ہیں اللہ ان پر ظالموں کو مسلط کر دیتا ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول نہیں کرتا"۔

لہٰذا امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی طرف متوجہ ہوں۔ پہلے یہ جانیں کہ آپ

کے فرائض کیا ہیں پھر لوگوں کو بتائیں کہ ان کے فرائض کیا ہیں یہ نہیں کہ کماؤ کماؤ اور بس کماؤ پوری زندگی اسی میں گزر گئی نہ خمس کا پتہ نہ زکوٰۃ کا پتہ نہ یتیموں کا خیال نہ بیواؤں کی خبر نہ غریبوں کا لحاظ۔

روایتوں میں ہے کہ ہارون رشید نے اپنے درباریوں سے کہا کہ کسی ایسے شخص کو بلاؤ جس نے خود رسولؐ سے کوئی حدیث سنی ہو اور وہ خاندانِ بنی ہاشم سے نہ ہو چنانچہ لوگوں نے پتہ لگانا شروع کیا، رسولؐ کو گزرے ہوئے سو سال سے زیادہ کا فاصلہ ہو چکا ہے تو ایسا آدمی ملنا بھی مشکل تھا بہت ڈھونڈنے کے بعد ایک ضعیف ملا، کافی ضعیف شخص اسے بہت سنبھال کر کسی طرح ہارون کے دربار میں لایا گیا۔

ہارون نے پوچھا تو نے رسولؐ خدا سے کتنی حدیثیں سنی ہیں؟

اُس نے کہا: میں نے کئی حدیثیں سنی ہیں لیکن میں بہت ضعیف ہو چکا ہوں اس لیے وہ میرے حافظہ میں نہیں لیکن مجھے ایک حدیث اب تک یاد ہے۔

پوچھا: وہ کون سی حدیث؟

کہا: میں نے رسولؐ خدا سے یہ سنا کہ آپؐ نے فرمایا:

كُلَّمَا يَشِيبُ اِمرَءٌ يَشُبُّ حِرصَهٗ

''جیسے جیسے انسان بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس کی حرص جوان ہوتی جاتی ہیں''۔

ہارون نے اسے کافی انعام و اکرام سے نوازا اور سپاہیوں سے کہا اسے اس کے گھر پہنچا دو۔ جب سپاہی اسے لے کر کچھ دور چلے اس نے سپاہیوں سے کہا مجھے واپس ہارون کے پاس لے چلو مجھے اس سے کچھ پوچھنا ہے۔

سپاہیوں نے کہا: کیا پوچھنا ہے وہ ضعیف العمر جو قبر میں پاؤں لٹکائے ہوا

ہے کہتا ہے مجھے ہارون سے یہ پوچھنا ہے کہ یہ انعام و اکرام صرف ابھی کے لیے تھا یا ہر سال ملے گا؟

سپاہی اُس کو لے کر آئے تو ہارون نے یہ سن کر کہا: ہاں رسولؐ خدا نے سچ فرمایا ہے:

"جیسے جیسے انسان بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس کی حرص جوان ہوتی جاتی ہے"۔ (صلواۃ)

پیغمبرؐ خدا کے پاس ایک شخص آتا ہے: یارسولؐ اللہ! بہت غربت ہے دعا کردیجیے غربت ختم ہوجائے۔ اللہ مجھے مال دے۔

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: تو جوان ہے تیرے لیے یہ کتنی اچھی بات ہے کہ تو نماز جماعت میں شرکت کرتا ہے تو جمعہ میں شرکت کرتا ہے میں تیرے لیے دعا کرتا ہوں پیغمبرؐ نے دعا کی مالا مال ہوگیا، بڑا تاجر بن گیا یہاں تک کہ حکمِ زکوۃ نازل ہوا۔

پیغمبرؐ خدا نے عاملین سے کہا: اس کے پاس بھیجا جاؤ اس کے پاس بہت زیادہ بھیڑیں ہوگئی ہیں، بہت اونٹ ہو گئے ہیں اس سے زکوۃ وصول کرو۔

عاملینِ زکوۃ گئے اس نے جواب دیا: میں کیوں زکوۃ دوں میں نے بہت مشکل سے یہ مال حاصل کیا ہے۔ تم جاؤ میں پیغمبرؐ خدا سے خود بات کرلوں گا۔

حضورؐ نے دوبارہ عاملین کو بھیجا دوبارہ وہی جواب ملا۔

حضورؐ نے تیسری بار بھیجا اس نے تیسری بار بھی واپس کردیا۔

حضورؐ نے فرمایا: وائے ہو ثعلبہ پر......

آپ نے غور فرمایا؟ مال کمانے میں اتنا محو ہوگیا کہ مسجد چھوٹ گئی، حکمِ رسولؐ کو ٹالنے لگا یہ دعائیں، یہ نمازیں، یہ مسجد، یہ منبر، مسجد الحرام، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ،

اور یہ شہر اللہ اسی لیے ہیں تا کہ انسان اللہ سے غافل نہ ہو وہ ان کو دیکھ کر اللہ کو یاد کرائے۔ وہ ان کے ذریعہ اپنے گناہوں کی مغفرت کرا سکے۔ وہ تو ہمیشہ ہمارے گناہ معاف کرنے کو تیار ہے۔ ضرورت توفیق کی ہے کہ ہم صدق دل سے توبہ کریں۔

پھر فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی الذُّنُوبَ الَّتِی تُغَیِّرُ النِّعَمَ

"پروردگارا میرے ان گناہوں کو معاف فرما جن سے نعمتیں بدل جاتی ہیں نعمتیں ضائع ہوجاتی ہیں"۔

انسان قدر کرے نعمتوں کی اس نے کیسی کیسی نعمتیں دی ہیں قوۂ ذائقہ، قوۂ لامسہ، قوۂ سامعہ، قوۂ باصرہ، قوۂ شامہ یہ سب کتنی عظیم نعمتیں ہیں۔

مولاؑ فرماتے ہیں:

أَتَزْعَمُ اِنَّكَ جَرْمٌ صَغِيْرٌ

فِيْكَ انطوىٰ الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ

"تم یہ سمجھتے ہو کہ بس ایک چھوٹی سی مخلوق ہو جبکہ تمہارے اندر عالمِ اکبر چھپا ہوا ہے یعنی اللہ کی نشانیاں آفاق میں ہیں"۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ

لیکن اگر کوئی ان نشانیوں کو نہیں دیکھ سکتا تو اپنے وجود میں ہی ان نشانیوں کو دیکھ لے وہ ساری نشانیاں اس کے وجود میں مل جائیں گی۔

يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴿٦﴾

"اے انسان! تجھے پروردگار کی بارگاہ میں کس چیز نے مغرور کردیا ہے؟ (انفطار: آیت ۶)

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ (انفطار: آیت ۷)

"اس پروردگار کے سامنے مغرور کر دیا جس نے تمھیں پیدا کیا
اور مساوی کیا اور تمھارے لیے تعدیل کا مکمل انتظام کیا"۔

تو کس چیز پر غرور کر رہا ہے جبکہ تجھ کو عدم سے وجود کی منزل میں میں نے پہنچایا، تو بے جان تھا تجھے میں نے جان دی میں نے تجھے عقل دی میں نے تجھے شعور دیا سب کچھ میرا دیا ہوا تیرا کیا ہے جو تو غرور کر رہا ہے اور اتنا غرور کرتا ہے کہ کبھی کبھی میرے مقابل میں آجاتا ہے اور خدائی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن یاد رکھ تو میری بندگی چھوڑ سکتا ہے۔ میں اپنی رزاقیت نہیں چھوڑ سکتا۔ (صلواۃ)

ان نعمتوں کی قدر کریں اور خصوصاً نوجوان جن کے اعضاء و جوارح ابھی پوری طرح سلامت ہیں کیونکہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا:

روزِ محشر کوئی قدم آگے نہیں بڑھ سکتا جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ ہو جائے۔

سب سے پہلا سوال زندگی کے متعلق ہوگا ہم نے تمھیں زندگی دی تم نے اس کو کہاں صرف کیا، کیسے صرف کیا؟ وَعَنْ شَبَابِكَ۔ اور دوسرا سوال جوانی کے بارے میں ہوگا ہم نے تمھیں جوانی دی تم نے اس کو کہاں گزارا۔ کیا سرکشی، طغیانی اور اللہ کی نافرمانی میں گزارا یا عبادت واطاعت میں گزارا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب کوئی نوجوان پروردگار کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کرتا ہے
تو پروردگار اس کی دعا کو رد نہیں کرتا"۔

روایت میں ہے کہ ایک نوجوان بہت غریب تھا وہ ایک صحرا میں گیا اور

پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرنے لگا کہ اس کی غربت دور ہو دعا و مناجات میں مصروف تھا کہ ایک فرشتہ نازل ہوا اس نے آ کر کہا تمھاری دعا قبول ہو گئی لیکن تمھاری یہ امیری کی زندگی پوری زندگی نہیں آدھی زندگی رہے گی۔ اب تمھیں فیصلہ کرنا ہے کہ مال و دولت جوانی میں چاہیے یا ضعیفی میں اس نے کہا بیوی سے پوچھ کر بتاؤں گا۔

گھر گیا بیوی سے مشورہ کیا۔

بیوی نے کہا: ضعیفی میں انسان کسی چیز سے فائدہ نہیں پاتا اس لیے اگر امیری ملے تو جوانی میں ملے یہی بہتر ہے۔ مال و دولت کا مزہ جوانی میں ہی ہے۔ جوان پھر اسی صحرا میں آ کر عبادت میں مصروف ہو گیا پھر وہی فرشتہ آیا پوچھا: کیا ہوا تم نے طے کیا؟

جوان بولا: ہاں ہمیں یہ امیری جوانی میں چاہیے۔ اب جو گھر گیا تو جس چیز کو چھو رہا ہے وہ سونے میں تبدیل ہوئی جا رہی ہے مال آ گیا پیسہ ہو گیا بڑی بڑی عمارتیں بننے لگیں بہت بڑا رئیس بن گیا۔

ایک روز اس کی بیوی نے اس سے کہا: دیکھو ایک روز ہم بھی غریب تھے، لہذا ہمیں غریبوں کو نہیں بھولنا چاہیے ہمیں ان کی مدد کرنا چاہیے ہمیں یتیموں اور بیواؤں کی امداد کرنا۔

جوان نے کہا: تم نے بہت اچھی بات کہی ہم ضرورت مندوں کی ضرور مدد کریں گے۔

عیش و عشرت کی زندگی گزر رہی ہے یہاں تک کہ ضعیفی آنے لگی کہ ایک روز پھر وہی فرشتہ آیا جوان نے اس کو دیکھتے ہی کہا: مجھے معلوم ہے تم کس لیے آئے ہو تم ہمیں تنگ دستی کی زندگی کی خبر سنانے آئے ہو۔

اس نے کہا: نہیں اللہ نے اپنا فیصلہ بدل دیا ہے اب تمھاری باقی زندگی بھی عیش و آرام سے بھری ہوگی۔ اس نے فوراً پروردگار کا شکر ادا کیا اور بولا: یہ بتاؤ اللہ نے اپنا فیصلہ کیوں بدل دیا؟ بولا جب تیری ذات میں بخل نہیں تو اللہ کی ذات میں کہاں سے بخل آئے گا۔ (صلواۃ)

تو جوانی کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور تیسرا سوال مال کے بارے میں ہوگا۔ بتاؤ تم نے مال کیسے حاصل کیا حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے کہاں خرچ کیا حرام کاموں میں یا نیک کاموں میں اور چوتھا سوال: عَنْ حُبِّنَا اَهْلَ الْبَيْتِ۔

چوتھا سوال ہم اہلِ بیتؑ کی محبت کے بارے میں کیا جائے گا۔ بتاؤ تمھارے دلوں میں آلِ محمدؐ کی محبت ہے یا نہیں؟ محبت اہلِ بیتؑ اجرِ رسالت ہے روزِ محشر اس اجر کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

آپ کا اس فرش پر آنا آپ کی محبت کا ثبوت ہے ذکرِ کربلا سن کر رونا آپ کی محبت کا ثبوت ہے۔

آج میں چاہتا ہوں کہ اس بی بیؑ کے مصائب کا ذکر کروں جنہوں نے چار سال کی مختصر سی عمر میں نہ جانے کیسے کیسے مصائب کا سامنا کیا وہ کون ہے۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے وہ حسینؑ کے سینہ پر سونے والی سکینہؑ ہے۔

بابا کی شہادت کے بعد ہر لحہ لبوں پر یہی فقرہ رہتا تھا بابا کب آئے گا چچا کب آئے گا یہاں تک کہ شام کے قید خانہ میں آگئیں وہ قید خانہ جس پر کوئی سایہ نہ تھا جس میں رات کو کوئی چراغ بھی نہیں رہتا تھا ایک مرتبہ نصفِ شب میں ہائے بابا ہائے بابا کی صدا بلند کرتی ہیں۔

شہزادیاں جمع ہوگئیں پوچھا: بی بی کیا ماجرا ہے؟

فرمایا: ابھی ابھی میرا بابا آیا تھا میں نے اپنے بابا کو خواب میں دیکھا ہے سکینہؑ کے رونے کی آواز یزید کے محل میں پہنچی یزید اٹھ گیا جب ماجرا معلوم ہوا تو ایک سپاہی سے کہتا ہے: اس طشت میں سرِ حسینؑ رکھ کر لے جا شاید اس سے بچی کو قرار آجائے۔

بی بی سکینہؑ کے سامنے طشت لایا گیا جیسے ہی طشت سے رومال ہٹایا گیا کیا دیکھا سامنے باپ کا کٹا ہوا سر ہے۔

بی بیؑ نے باپ کے سر پر منہ رکھ دیا اور بین کیا:

مَنْ قَطَعَ وَرِيْدَكَ

"بابا! یہ تو بتایئے آپ کی گردن کی رگیں کس نے کاٹی ہیں"

دوسرا بین تھا:

مَنْ خَضَبَ لِحْيَتَكَ

"بابا! یہ تو بتایئے کہ آپؑ کی داڑھی کو کس نے خون سے رنگین کر دیا؟"

اور تیسرا بین تھا:

مَنْ اَيْتَمَنِيْ فِيْ صِغَرِ سِنِّيْ

"بابا! یہ تو بتایئے مجھے اس کمسنی میں کس نے یتیم کیا"۔

اس کے بعد سیدِ سجادؑ نے شانوں کو ہلایا کوئی جواب نہ ملا ایک مرتبہ نبض پر ہاتھ رکھا اور کہا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ!

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

گناہوں کے اثرات

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْيَتِهٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِيْنَ وَعَجِزَتْ عَنْ نَعْتِهٖ اَوْهَامُ الْوَاصِفِيْنَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ كَانَ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَيْرِ الْمُبَشِّرِيْنَ وَالْمُنْذِرِيْنَ الْمَكِّيِّ الْمَدَنِيِّ الْقُرَشِيِّ الْعَرَبِيِّ الْهَاشِمِيِّ وَعَلٰى خَلِيْفَتِهٖ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰى شَمْسِ الضُّحٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مَوْلَانَا اَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلوۃ)

وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ الْمَظْلُوْمِيْنَ اَلْغُرِّ الْمَيَامِيْنَ سِيَّمَا بَقِيَّةُ اللّٰهِ فِي الْاَرَضِيْنَ رُوْحِيْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ مَقْدَمِهِ الْفِدَاءُ وَاللَّعْنَةُ الدَّائِمَةُ عَلٰى اَعْدَآئِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فَاطِمَةَ وَاَبِيْهَا وَبَعْلِهَا وَبَنِيْهَا وَ سِرِّ الْمُسْتَوْدِعِ فِيْهَا.

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آبَائِهِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِي كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَّحَافِظاً وَّقَائِداً وَّنَاصِراً وَّدَلِيلاً وَّعَيْناً حَتّٰى تُسْكِنَهُ أَرْضَكَ طَوْعاً وَّتُمَتِّعَهُ فِيهَا طَوِيلاً

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَهْتِكُ الْعِصَمَ . اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُنْزِلُ النِّقَمَ . اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُغَيِّرُ النِّعَمَ . اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَحْبِسُ الدُّعَا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تَقْطَعُ الرَّجَاءَ . اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُنْزِلُ الْبَلَاءَ (صلواۃ)

خداوندِ عالم آپ حضرات کی عبادات کو قبول کرے، آپ کو تمام آفات سے محفوظ رکھے، آپ حضرات کے گناہوں کو معاف کرے، اور ہمارے آخری امام کے ظہور میں تعجیل فرمائے (آمین!)

ان شاء اللہ کل سوال و جواب کا اجلاس ہوگا لہٰذا جسے جو سوال کرنا ہو وہ لکھ کر لاسکتا ہے میں جواب دینے کی کوشش کروں گا۔

ہماری گفتگو گناہوں کے اثرات کے سلسلے میں ہو رہی ہے۔

عزیزو!

اگر انسان یہ توجہ کرے کہ ہم کس کے مقابل گناہ انجام دے رہے ہیں تو وہ

کبھی گناہ کی ہمت نہیں کرے گا۔ گناہ پروردگار کی طرف سے غفلت کا نتیجہ ہوتا ہے۔
جو یہ سمجھتے ہیں کہ مالک کائنات ہمیں ہر وقت دیکھ رہا ہے اور ہم اسی کی طرف سے آئے ہیں ہمیں اسی کی بارگاہ میں پلٹنا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے وہ گناہ کی ہمت نہیں کرتے اور ان کے لیے یہ بھی کوئی بات نہیں ہوتی کہ یہ گناہ صغیرہ ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے وہ تو اس کی ہر نافرمانی سے خوف کھاتے ہیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"عابد ترین شخص وہ ہے جو خود کو گناہوں سے محفوظ رکھے"۔

آپ نماز شب نہیں پڑھ سکتے کوئی بات نہیں واجب نمازیں تو ادا کیجیے ان کو ترک کرنا معصیت ہے۔ آپ نے خود کو معصیت سے بچا لیا یہی بہت بڑی بات ہے آپ اگر سارے مستحبات پر عمل نہیں کر سکتے کوئی بات نہیں خود کو محرمات سے بچاتے ہیں یہی بہت بڑی بات ہے۔

رسولِ اسلامؐ اصحاب کے ساتھ کسی سفر پر ہیں درمیانِ راہ آپؐ نے فرمایا: لکڑیاں جمع کرو تا کہ کھانا درست کیا جائے۔

اصحاب نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! ادھر تو کہیں کوئی لکڑی دکھائی نہیں دیتی۔

فرمایا: تم تلاش تو کرو۔ اصحاب لکڑیاں تلاش کرنے میں مصروف ہو گئے تھوڑی ہی دیر میں لکڑیوں کا ایک انبار سا لگ گیا۔

فرمایا: دیکھو یہ لکڑیاں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں اس لیے تمھیں ان کا پتہ نہیں چل رہا تھا جب تم نے انھیں جمع کیا تو ایک انبار لگ گیا اسے طرح تم اپنے گناہوں کو شمار نہیں کرتے اگر تم شمار کرو تو گناہوں کا انبار نظر آئے گا۔ (صلوٰۃ)

اسی لیے مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں:

حَاسِبُوا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوا

"اپنا حساب کرو قبل اس کے کہ تمھارا حساب کیا جائے"۔

اور ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے"۔

انسان اگر کچھ سرمایہ لگا کر کوئی تجارت کرتا ہے تو روزانہ شام کو حساب کرتا ہے آج کتنا فائدہ ہوا کتنا نقصان ہوا اس زندگی سے بڑا کون سا سرمایہ ہے ذرا اس کا بھی محاسبہ کرلیا کرو آج تم نے کیا حلال انجام دیا کیا حرام انجام دیا کون سا کام زندگی دینے والے کی خوشنودی کے لیے کیا اور کون سا کام اس کی معصیت میں ہوا اچھے اعمال پر اس کا شکر ادا کیا کو اگر برا عمل انجام دیا ہو تو توبہ کرلیا کرو۔ (صلوات)

معصوم علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلدُّنْیَا سُوْقٌ رَبِحَ فِیْهَا قَوْمٌ وَخَسِرَ آخَرُوْنَ

"دنیا ایک بازار ہے جس میں کوئی فائدہ اٹھا لے جاتا ہے اور کوئی گھاٹے میں پڑ جاتا ہے"۔

مولائے کائنات فرماتے ہیں:

"تمھاری کم سے کم قیمت جنت ہے لہٰذا خود کو اس سے کم میں مت فروخت کرو"۔

یہ دنیا تمھاری قیمت نہیں ہے لہٰذا ہمیں محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہماری قیمت جنت سے کمتر چیز سے تو نہیں ہو رہی ہے اور اگر ہمارا کوئی برادرِ مومن ہمیں اس کی طرف متوجہ کر رہا ہے تو ہمیں اس کا شکر گزار ہونا چاہیے اس لیے کہ حدیثوں میں ہے:

"تمھارا بہترین دوست وہ ہے جو تم کو تمھاری خامیوں کی طرف

متوجہ کرے"۔

جب انسان اپنے گناہوں کی طرف متوجہ ہوگا اس کے بعد اس سے پرہیز کی ضرورت ہے کیونکہ گناہ انسان کے ضمیر کو مُردہ کر دیتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے گناہوں کی طرف اپنی خامیوں کی طرف جلد متوجہ ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دیر سے متوجہ ہوتے ہیں اس فرق کی وجہ کیا ہے؟

میں آپ کو ایک مثال دوں آپ پانی ابالتے ہیں اسے آگ پر رکھتے ہیں جب وہ گرم ہوتا ہے تو ابلتا ہے لیکن کیا دودھ کو ابلنے میں بھی اتنا ہی وقت لگتا ہے جتنا پانی میں لگا۔نہیں بلکہ اس میں کچھ زیادہ وقت لگتا ہے اور جب دال ابالیں گے تو اس میں دودھ سے بھی زیادہ وقت لگے گا وجہ کیا ہے وہی چولہا وہی آگ وہی ٹمپریچر لیکن پانی میں کچھ اور وقت لگا دودھ میں کچھ اور اور دال میں کچھ اور وجہ یہ ہے کہ آگ تو وہی ہے لیکن جو چیزیں آگ پر رکھی جا رہی ہیں ان کے مزاج میں فرق ہے جس کی وجہ سے تاثیر میں فرق آگیا ہے۔

بس یہی بات انسان کے ساتھ بھی ہے چونکہ ہر انسان ایک مزاج کا نہیں لہٰذا کوئی اپنی خامیوں کی طرف دیر سے متوجہ ہوتا ہے اور تاثیر پاتا ہے اور کوئی جلد متوجہ ہو جاتا ہے اور اثر لیتا ہے۔

شاعر نے بھی کیا خوب کہا ہے:

عشق کی چوٹ تو لگتی ہے دلوں پر یکساں
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

(صلواۃ)

بارش تو ہر جگہ ہوتی ہے لیکن جب چمن میں ہوتی ہے تو گلزار ہوتا ہے اور جب

کوڑے کے ڈھیر پر ہوتی ہے تو کثافت پھیلتی ہے اس میں بارش کا کوئی قصور نہیں ویسے ہی خوشبوئے رسالت تو پھیلتی رہتی ہے لیکن کوئی یمن میں رہ کر اسے محسوس کر لیتا ہے اور کوئی پاس میں ہوتے ہوئے بھی بے خبر رہتا ہے اس میں خوشبوئے رسالتؐ کا کوئی قصور نہیں۔ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

اسی طرح ضمیر سب کے پاس ہے لیکن بعض افراد کا ضمیر بیدار ہوتا ہے اس لیے وہ اپنے گناہوں کی طرف جلد متوجہ ہو جاتے ہیں اور بعض کا مردہ ہو چکا ہوتا ہے لہٰذا وہ اپنے گناہوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اسی لیے مولائے کائناتؑ نے نہج البلاغہ میں ارشاد فرمایا:

"بدن کے مرض سے زیادہ روح کا مرض نقصان پہنچانے والا ہوتا ہے۔ روح کا مرض انسان سے نعمتوں کو سلب کر لیتا ہے روح کا مرض انسان سے ذکرِ خدا کی لذت چھین لیتا ہے"۔

خدا کا شکر ادا کیجیے کہ اس نے آپ کو اتنا بہترین مذہب دیا جس پر عمل کرنے سے دل مردہ نہیں ہو سکتا خدا کا شکر ادا کیجیے کہ اس نے ہمیں ایمان کی طاقت میں اس طرح جوڑ دیا ہے کہ مومن مومن سے جدا نہیں ہو سکتا خدا کا شکر ادا کیجیے کہ اس نے آپ کو قرآن جیسی نعمت دی جس کا قیامت تک کوئی جواب نہیں لا سکتا اور خدا کا شکر ادا کیجیے کہ پروردگار نے آپ کو غدیر جیسی نعمت دی جس نے آپ کو رسولؐ کے بعد بھی بغیر رہنما کے نہیں چھوڑا بلکہ اللہ نے غدیر میں رسولؐ کے نائب کا تعارف بھی کرا دیا لوگوں سے ان کی ولایت کا کلمہ بھی پڑھوایا اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کا اعلان بھی کر دیا۔ (صلواۃ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

نَحْنُ نِعْمَةُ اللهِ، "ہم اللہ کی نعمت ہیں جو بھی اس دنیا میں کامیابی حاصل کرتا ہے ہماری وجہ سے حاصل کرتا ہے"۔

اب یہاں پر میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اہلِ بیتؑ نعمت ہیں اب اللہ اس کے لیے نعمتوں میں اضافہ کرے گا جو اس نعمت پر شکر کرے تو شکر ادا کرتے گئے خدا دیتا گیا علیؑ پر شکر ادا کیا، اس نے حسنؑ دیا حسنؑ پر شکر ادا کیا، اس نے حسینؑ دیا حسینؑ پر شکر ادا کیا، اس نے زین العابدینؑ دیا زین العابدینؑ پر شکر ادا کیا، اس نے محمد باقرؑ دیا محمد باقرؑ پر شکر ادا کیا، اس نے جعفر صادقؑ دیا ہم شکر ادا کرتے گئے۔ وہ عظیم نعمتوں سے نوازتا رہا یہاں تک کہ اس نے ایسی عظیم نعمت سے نوازا جو تا قیامِ قیامت قائم رہنے والی ہے اور اسے کہتے بھی قائمؑ ہیں۔ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

"اگر تم ہمارا شکر ادا کرو گے ہم نعمتوں میں اضافہ کریں گے"۔

آجاؤ ہمارے پرچم تلے آجاؤ! تم دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے محفوظ ہو جاؤ گے تم طاغوت کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے تم دنیا کی سازشوں سے محفوظ ہو جاؤ گے ہم تمھیں ایسا بنا دیں گے کہ تمھیں کسی کے سامنے سر نہیں جھکانا پڑے گا کیونکہ جو سر خدا کے سامنے جھکتا ہے وہ کسی اور کے سامنے جھک نہیں سکتا اور جو سر خدا کے سامنے نہیں جھکتا وہ سب کے سامنے جھک جاتا ہے۔ (صلواۃ)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي الذُّنُوبَ الَّتِي تُغَيِّرُ النِّعَمَ

"پروردگارا ہمارے ان گناہوں کو معاف فرما جو تیری نعمتوں کو ضائع کر دیتے ہیں"۔

اگر امامت جیسی نعمت کی قدر کی جاتی اگر اس نعمت پر ہر مسلمان اللہ کا شکر ادا

کرتا تو آج دنیا میں مسلمانوں کی یہ حالت نہ ہوتی۔ یہ غلامی اور یہ بے چارگی نہ ہوتی مسلمان اپنے محور سے ہٹ گئے مصیبتوں نے ان کو گھیرے میں لے لیا۔

کلمہ وہی ہے جو رسولؐ نے بتایا، کعبہ وہی ہے قبلہ وہی ہے، لیکن محورِ امامت سے ہٹ گئے۔ دل اماموںؑ کے علاوہ کسی اور سے وابستہ ہو گیا۔ تو اب مسلمانوں کی جان ختم ہو گئی آن بان شان ختم ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ کسی دیہات سے گزرا وہاں اس کی نظر ایک شخص پر پڑی جو اپنے ساتھ بہت ساری گائے لیے ہوا تھا۔ اس کا کام گائے پالنا، ان کا دودھ بیچنا تھا۔ بادشاہ نے رُک کر اس سے ان چوپایوں کے بارے میں پوچھا۔ اس نے سب کے بارے میں بتایا ایک گائے کی تعریف کرتے ہوئے اس نے کہا: اس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ اور گایوں سے تین گنا زیادہ دودھ دیتی ہے۔

بادشاہ نے اسے غور سے دیکھا اور دل ہی میں فیصلہ کیا اگر بات سچ ہوئی تو اس گائے کو اپنے ساتھ لیے جائیں گے لیکن جب اس کا دودھ دوہا گیا تو اتنا ہی دودھ جتنا عام گایوں کا ہوتا ہے۔

بادشاہ نے پوچھا: کیا بات ہے ایسی کون سی بات ہو گئی کیا آج چارہ بدل گیا کیا آج اسے کوئی بیماری لگ گئی کیا آج اس نے کچھ کھایا نہیں؟ کیا بات ہے جو اس نے تمھارے کہنے کے مطابق دودھ نہیں دیا؟

گائے کے مالک نے کہا: بات کچھ نہیں لگتا ہے بادشاہ سلامت کی نظر میں کچھ کھوٹ ہے جس کا اس گائے پر اثر ہو گیا ہے تو پتہ چلا ایک حاکم کی بدنیتی کی وجہ سے بھی نعمت کا زوال ہو جاتا ہے۔ مسلمانو! مجھے بتاؤ تم نے کتنے بدنیت حاکموں کی پیروی کی؟ (نعرۂ حیدری، صلواۃ)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تَحْبِسُ الدُّعَاءَ

"پروردگار! میرے ان گناہوں کو معاف فرما جو دعاؤں کے لیے رکاوٹ بن جاتے ہیں"۔

امام زین العابدین علیہ السلام ان گناہوں کے بارے میں بتاتے ہیں جن سے انسان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ وہ اسباب بتا رہے ہیں جن کی وجہ سے دعائیں باب اجابت تک پہنچ نہیں پاتیں۔

پہلا سبب "سُوْءُ النِّیَّۃ" انسان کی بدنیتی اس کی دعا کو قبول نہیں ہونے دیتی۔ نیت کو صحیح رکھئے نیک نیتی رزق میں اضافہ کرتی ہے۔ بدنیتی انسان اور رزق میں حدِ فاصل بن جایا کرتی ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

"تمام اعمال کی بنیاد نیت پر ہے"۔

اگر نیت درست ہے تو تمام اعمال قبول امام زین العابدین علیہ السلام دعائے مکارم الاخلاق میں فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَبَلِّغْنِیْ بِاِیْمَانِیْ اَکْمَلَ الْاِیْمَانِ وَاجْعَلْ یَقِیْنِیْ اَفْضَلَ الْیَقِیْنِ وَانْتَہِ بِنِیَّتِیْ اِلٰی اَحْسَنِ النِّیَّاتِ وَبِعَمَلِیْ اِلٰی اَحْسَنِ الْاَعْمَالِ

"پروردگار تجھ سے اس ایمان کا تقاضا کر رہا ہوں جو سب سے افضل ہے پروردگار تجھ سے اس یقین کا سوال کر رہا ہوں جو سب سے افضل ہے اور پروردگار تجھ سے اس نیت کا سوال کر رہا ہوں جو سب سے اچھی نیت ہے اور پروردگارا تجھ سے اس

عمل کل سوال کر رہا ہوں جو احسنِ عمل ہے کثرتِ عمل کچھ اور
ہے احسنِ عمل کچھ اور ہے"۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: پروردگار تو کتنا کریم ہے کہ عمل سے پہلے نیت پر بھی اجر دے دیا کرتا ہے۔آپ نے ارادہ کیا کہ "بیت القائمؑ" میں جانا ہے پروردگار نے آپ کی اس نیت کا اجر لکھ دیا۔

چھٹے امامؑ فرماتے ہیں:

نِيَّتُ الْمُؤمِنِ خَيْرٌ مِّن عَمَلِهٖ وَنِيَّتُ الْكَافِرِ شَرٌّ مِن عَمَلِهٖ
"مومن کی نیت اس کے عمل سے زیادہ بہتر ہوتی ہے اور کافر کی
نیت اس کے عمل سے زیادہ خراب ہوتی ہے"۔

اگر کوئی نیت کرے کہ نمازِ شب پڑھے گا لیکن اس کی آنکھ نہ کھل سکی پروردگار اس کے نامۂ اعمال میں نمازِ شب کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

نیت درست رکھئے اگر نیت خراب ہوئی تو عمل کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ عمل برباد ہو جاتا ہے۔روایتوں میں ہے کہ اگر کسی نے قرض لیا اور نیت میں یہ تھا کہ اسے واپس نہیں کرنا ہے۔

فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ السَّارِقِ "تو ایسا انسان چور کی مانند ہوتا ہے"۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے مہر کے بارے میں یہ نیت رکھے کہ اسے ادا نہیں کرے گا۔

فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الزَّانِي "تو ایسا شخص زانی کی مانند ہے" لہٰذا نیت کو درست رکھنا چاہیے۔

تو بدنیتی دعاؤں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے اور دوسری چیز جو دعا کی

راہ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے وہ ہے انسان کے باطن کا کثیف ہونا اس لیے کہ جس کا باطن کثیف ہوتا ہے وہ شیطان کا پیروکار ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو احکامِ خداوندی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا جب وہ خدا سے اس قدر دور ہو چکا ہے تو خدا اس کی دعا کیسے قبول کرے گا لہٰذا انسان کو اپنا باطن پاک کرنا چاہیے۔

اور تیسری چیز جس کی وجہ سے انسان کی دعا قبول نہیں ہوتی وہ ہے مومنین کے درمیان پھوٹ ڈالنا۔ جو بھی مومنین کے درمیان جدائی پیدا کرتا ہے ان میں پھوٹ ڈالتا ہے پروردگار اس کی دعا قبول نہیں کرتا۔

پھر چوتھے امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

چوتھی چیز جو دعاؤں کو قبول ہونے نہیں دیتی وہ ہے نماز پڑھنے میں اتنی تاخیر کرنا کہ وہ قضا ہو جائے اس کا وقت ختم ہو جائے۔

تاخیر سے نماز پڑھنے والے کی دعا باب قبولیت تک نہیں پہنچ پاتی۔ اور پانچویں چیز جس کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوتی وہ ہے صدقہ وخیرات دے کر اللہ کا تقرب حاصل نہ کرنا۔ فقرا و مساکین عیال اللہ ہیں جو عیال اللہ کا خیال نہ کرے خدا اس کی دعا کو قبول نہیں کرتا۔ تم غریبوں کے درد کو محسوس کرو خدا تمھارا درد ختم کرے گا تم یتیموں کی مدد کرو خدا تمھاری مدد کرے گا۔ آپ جو کچھ انفاق کرتے ہیں یہ سب اس سے کہیں بہتر صورت میں آپ کے لیے محفوظ ہو رہا ہے جو آپ کو آخرت میں کام آئے گا قرآن اسی کی جانب متوجہ کر رہا ہے کہ تم جو قربانیاں پیش کرتے ہو نہ تو اللہ تک جانوروں کا خون پہنچتا ہے نہ جانوروں کا گوشت پہنچتا ہے بلکہ ہم نے قربانی کا نظام اس لیے رکھا تا کہ تم تقویٰ والے بن جاؤ۔

لہٰذا اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہیے صدقہ اور خیرات کے ذریعہ صدقہ صرف

پیسہ دینا نہیں ہے بلکہ اللہ نے جو کچھ بھی آپ کو دیا ہے اس کا اچھا استعمال صدقہ ہے آپ کے پاس جو علم ہے اسے دوسروں کو دیا یہ صدقہ ہے۔ آپ نے کسی کو نماز پڑھنا سکھایا یہ صدقہ ہے۔ آپ نے کسی کو وضو کرنا سکھایا یہ صدقہ ہے۔

اور چھٹی چیز جس سے دعا قبول نہیں ہوتی وہ ہے زبان کا فحش استعمال، گالی گلوچ، بے ادبی، بدتمیزی سے لوگوں سے بات کرنا۔ بات بات میں گالم گلوچ کرنا۔

روایتوں میں ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو زبان آنکھوں اور کانوں سے پوچھتی ہے تم نے کیسی صبح کی؟ آنکھ اور کان جواب دیتے ہیں۔ اگر تو ٹھیک ہے تو ہماری صبح بھی ٹھیک ہے۔ اگر تو خراب ہے تو ہماری صبح کہاں سے اچھی ہوگی۔

تو دعا کرو لیکن نیت درست رکھو، دعا کرو لیکن باطن پاک و صاف رکھو، دعا کرو لیکن مومنین کے درمیان پھوٹ نہ ڈالو، ان میں محبت کو فروغ دو، دعا کرو لیکن نماز میں تاخیر نہ کرو، دعا کرو لیکن صدقات و خیرات کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرو اور دعا کرو لیکن اپنی زبان کو فحش سے آلودہ نہ کرو۔ جب تم ان شرطوں کے ساتھ دعا کرو گے تو تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی ان شاء اللہ!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عید مبارک!

(خطبہ عید الفطر)

پہلا خطبہ عید الفطر

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَصُرَتْ عَنْ رُؤْيَتِهٖ اَبْصَارُ النَّاظِرِيْنَ وَعَجَزَتْ عَنْ نَعْتِهٖ اَوْهَامُ الْوَاصِفِيْنَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ كَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَيْرِ الْمُبَشِّرِيْنَ وَالْمُنْذِرِيْنَ الْمَكِّيِّ الْمَدَنِيِّ الْقُرَشِيِّ الْعَرَبِيِّ الْهَاشِمِيِّ وَعَلٰى خَلِيْفَتِهٖ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ صَاحِبِ اللِّوَآءِ بَدْرِ الدُّجٰى شَمْسِ الضُّحٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مَوْلَانَا اَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ (صلواۃ)

وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ الْمَظْلُوْمِيْنَ الْغُرِّ الْمَيَامِيْنَ سِيَّمَا بَقِيَّةُ اللهِ فِي الْاَرْضِيْنَ رُوْحِيْ

وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِیْنَ فِیْ مَقْدَمِهِ الْفِدَآءِ وَاللَّعْنَةُ الدَّائِمَةُ
عَلٰی اَعْدَآئِهِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْاٰنِ اِلٰی قِیَامِ یَوْمِ الدِّیْنِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی فَاطِمَةَ وَاَبِیْهَا وَبَعْلِهَا وَبَنِیْهَا وَ سِرِّ
الْمُسْتَوْدَعِ فِیْهَا.

اَللّٰهُمَّ کُنْ لِوَلِیِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ صَلَوٰتُكَ عَلَیْهِ
وَعَلٰی اٰبَائِهِ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِیْ کُلِّ سَاعَةٍ وَلِیًّا
وَحَافِظاً وَقَائِداً وَنَاصِراً وَدَلِیْلًا وَعَیْناً حَتّٰی تُسْکِنَهُ
اَرْضَكَ طَوْعاً وَتُمَتِّعَهُ فِیْهَا طَوِیْلًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ
الصّٰدِقِیْنَ (صلواۃ)

سب سے پہلے آپ تمام حضرات کی خدمت میں عیدِ سعید کی دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ پروردگارِ عالم آپ کو تمام خوشیاں نصیب فرمائے (آمین) آپ کو تمام آفات سے محفوظ رکھے (آمین) آپ کی جو بھی پریشانیاں ہوں ان سے نجات دے (آمین!) امام زمانہؑ کے ظہور میں تعجیل فرمائے اور ہمیں امامؑ کے ناصرین میں شامل فرمائے (آمین!)۔

سب سے پہلی چیز جس کے بارے میں میں پہلے خود کو خبردار کر رہا ہوں اور پھر آپ کو وہ ہے تقویٰ پروردگار جس طرح سے انسان کا لباس اسے سردی گرمی سے محفوظ رکھتا ہے اسی طرح تقویٰ انسان کو دنیا و آخرت کے خسارہ سے محفوظ رکھتا ہے۔

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ

"اللہ سب کے اعمال قبول نہیں کرتا وہ تو بس ان لوگوں کے اعمال کو قبول کرتا ہے جو اس سے خوف کھاتے ہیں"۔

جو انسان یہ چاہتا ہے کہ میرے مولاؑ کی امارت میں آئے اسے متقی بننا پڑے گا کیونکہ علیؑ امام المتقین ہیں اور جو یہ چاہتا ہے کہ میرے مولاؑ کی امامت کے پرچم تلے آئے اسے صاحبِ ایمان بننا پڑے گا کیونکہ علیؑ امیر المومنینؑ ہیں۔(صلواۃ)

ماشاء اللہ ماہِ مبارک میں آپ نے اتنی عبادتیں کیں اتنی ریاضتیں کیں ان عبادتوں ریاضتوں اور مناجات ودعا کے ذریعہ آپ نے ثابت کردیا کہ آپ صرف اور صرف پروردگار کے ہیں اس کے غیر کے نہیں تو پروردگار نے بھی فیصلہ کردیا کہ جب تو مسلسل میرے لیے ریاضتیں کروگے مسلسل نفس سے لڑوگے تو پھر جب ریاضتوں کا یہ مہینہ ختم ہوگا ہم تمھیں روزِ جشن عنایت کریں گے ہم تمھیں روزِ عید عنایت کریں گے۔

سامعینِ گرامی!

عید کا اصل مفہوم وہی ہے جس کو ہمارے مولا امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے بیان فرمایا:

إِنَّمَا هُوَ عِيدٌ لِمَنْ قَبِلَ صِيَامَهُ وَشَكَرَ قِيَامَهُ وَكُلَّ يَوْمٍ لَا يُعْصِي اللهَ فِيهِ فَهُوَ يَوْمُ عِيدٍ (نہج البلاغہ شرح ابن ابی الحدید ج ۲۰ ص ۷۳، بحار ج ۹۱ ص ۱۳۶)

"عید صرف اس کی ہے جس کے روزوں کو اللہ نے قبول کیا اور اس کے قیام کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور ہر وہ دن جس میں کوئی

معصیتِ پروردگار انجام نہ پائے وہ ہمارے لیے عید کا دن ہے"۔ (صلواۃ)

اسلام میں عید تجمل پرستی کا نام نہیں، فقط آرائش و آسائش کا نام نہیں، اسلام میں عید کا تصور بہت پاک و پاکیزہ اور بہت مقدس ہے اور وہ یہ کہ ماضی کے گناہوں سے توبہ کرو اور حال و مستقبل میں ہر چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرو، یہ عید ہے۔ اسلامی عید بہت سے تاریخی، فکری، عرفانی، عقیدتی۔۔۔ ابعاد کو سمیٹے ہوئے ہے۔ عید کا ایک تاریخی پس منظر ہے، ماضی کی یاد کو حال میں جوڑ دینے کا نام ہے، ایسی عید جو معنویت سے سرشار ہے، جو مفروضات اور توہمات سے دور ہے۔ عید خوابِ غفلت سے بیداری کا نام ہے۔

جب شبِ عید آتی تھی مولا امام زین العابدین علیہ السلام ساری رات مسجد میں رہا کرتے تھے اور فراقِ عیدِ اولیاء پر ساری رات گریہ و زاری کیا کرتے تھے۔ عیدِ اولیاء یعنی ماہِ رمضان عام بندگانِ خدا رمضان المبارک گزر جانے کے بعد عید مناتے ہیں لیکن پروردگار کے خاص بندے اس ماہ کے آنے پر عید مناتے ہیں۔ صحیفۂ سجادیہ میں مولاؑ نے اس ماہ کو عیدِ اولیاء کہہ کر سلام کیا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عِيدَ اَوْلِيَاءِ اللهِ

آخر یہ ماہ اولیاءِ خدا کے لیے عید کیوں ہے؟ اس لیے عید ہے کیونکہ یہ مہینہ نفس کشی کی ریاضت کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ رضا طلبی سیکھنے کا مہینہ ہے اسی لیے یہ عید کا درجہ رکھتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے اس ریاضت کو صرف اس ماہ تک محدود نہ کیا جائے بلکہ اس ماہ کی تجلی کو سال بھر محفوظ رکھا جائے۔ ہر جگہ، ہر مقام اور ہر حال میں محفوظ رکھا جائے چاہے آپ اسکول میں ہوں یا کالج میں گھر میں ہوں یا آفس میں

اس نور کو کسی ایک مقام اور جگہ کے لیے محدود مت کیجیے کیونکہ اسلام لامحدود مذہب کا نام ہے۔

اسلام ماہِ مبارک کے ذریعہ لوگوں کے قلوب کو جھنجوڑ رہا ہے آجاؤ پروردگار کی بارگاہ میں، اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرو۔ اپنے دلوں کو جلا بخشو۔ اگر یہ ریاضت تمام سال رہے تو وہی نورانیت قائم رہے گی جو اس ماہ میں رہتی ہے۔

آنحضرت گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

جس طرح لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے اسی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتا ہے۔

اصحاب نے عرض کیا: مولاؐ! اس زنگ کو کیسے صاف کیا جا سکتا ہے؟

فرمایا: بِتِلَاوَةِ الْقُرآنِ وَذِكْرِ الْمَوْتِ "دل کے زنگ کو قرآنِ کریم کی تلاوت اور موت کو یاد رکھ کے چھڑایا جا سکتا ہے"۔

مولاؐ فرماتے ہیں:

أَدِّبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَى ثَلَاثَةِ خِصَالٍ

"اپنی اولاد کو تین چیزوں کی تعلیم ضرور دو"

کون سی تین چیزیں؟

حُبُّ نَبِيِّكُمْ

"اپنے نبیؐ کی محبت ان کے دلوں میں راسخ کرو"۔

وَأَهْلِ بَيْتِهِ

"اور اہلِ بیتؑ کی محبت ان کے دلوں میں داخل کرو"۔

وَتِلَاوَةِ الْقُرآنِ

"اور ان کو تلاوتِ قرآن سکھاؤ"۔

رسولؐ خدا فرماتے ہیں: جب میرے بعد فتنوں کی آگ بھڑکے تو تم قرآن کی امان میں آجانا، وہ تمھیں فتنوں سے بچالے گا۔

ایک اور مقام پر فرمایا: "جب میرے بعد فتنہ کی آگ بھڑکے تو تم علیؑ کے دامن کو تھام لینا، علیؑ تمھیں فتنوں سے بچالے گا"۔ (صلوٰۃ)

علیؑ کی محبت خدا کی محبت ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی علیؑ سے محبت کرے اور خدا سے محبت نہ کرے اور جب انسان خدا سے محبت کرتا ہے تو پروردگار ارشاد فرمارہا ہے:

سَيَجْعَلُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

"جو اللہ سے محبت کرتا ہے اللہ اس کی محبت کو لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے"۔

ایک شخص حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آیا اور کہتا ہے مولاؑ سفر پہ جا رہا ہوں اپنے چاہنے والوں کے نام کوئی پیغام ہے؟

مولاؑ فرماتے ہیں: جب بھی میرا کوئی چاہنے والا ملے اسے میرا سلام کہہ دینا اور کہنا:

لَن يَنَالُ وِلَايَتُنَا إِلَّا بِوَرَعٍ

"ہماری ولایت کو کوئی حاصل نہیں کرسکتا مگر تقویٰ کے ذریعہ"۔

تقویٰ یعنی جہاں اللہ تمھیں حاضر ہونے کو کہے وہاں حاضر رہو جہاں تمھیں غائب رہنے کو کہے وہاں حاضر نہ رہو، واجبات کو انجام دینا محرمات سے دُور رہنا یہی تقویٰ ہے۔

یہ ایک مہینہ اسی کی ریاضت کا مہینہ تھا۔ اس مہینہ کا ایک عمل پروردگار کو اتنا

پسند تھا کہ اس نے کہا تم سحری کے لیے اٹھنے کی زحمت کرو گے ہم اس سحری کو تمھارے لیے شفا قرار دیں گے۔ تم ایک آیت کی تلاوت کرو گے ہم ختمِ قرآن کا ثواب دیں گے تم سانسیں لو گے ہم اس کو تسبیح شمار کریں گے۔

ماہِ رمضان ہر ہر عبادت کی اہمیت بتاتا ہے۔ حکمِ الٰہی کی اہمیت کو سمجھو نماز کی اہمیت کو سمجھو۔ حضرت امام صادق علیہ السلام اپنے آخری وقت میں تمام گھر والوں کو جمع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ہمارا جو بھی چاہنے والا ہو اس سے کہہ دینا:

لَن يَنَالَ شِفَاعَتُنَا مُسْتَخِفًّا بِالصَّلٰوةِ

"جو نماز کو ہلکا شمار کرتا ہے اسے ہماری شفاعت کبھی نصیب نہیں ہوگی"۔

نماز یادِ کربلا ہے، نماز یادِ اسیرانِ کربلا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ثانیٔ زہراؑ نے شامِ غریباں میں بھی نمازِ شب کو فراموش نہیں کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝٣ (صلواۃ)

☆☆☆

خطبہ عید الفطر

دوسرا خطبہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
(صلوٰۃ وسلامؐ)

اَمَّا بَعۡدُ مَنۡ لَّمۡ یَشۡکُرُ الۡمَخۡلُوۡقِ لَمۡ یَشۡکُرُ الۡخَالِقِ
"جو بندوں کا شکریہ نہیں ادا کرسکتا وہ بھلا خالق کا کیا شکریہ ادا کرے گا"۔

آپ حضرات اس مہینہ میں جس محبت سے ساتھ پیش آئے اس کے لیے میں آپ تمام حضرات کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں بالخصوص برادر جناب فیاض زیدی صاحب زادتوفیقاتہ کا۔

پروردگار سے دعا ہے کہ انھیں اور آپ تمام حضرات کو صحت وسلامتی عطا کرے (آمین!) آپ تمام حضرات کو دنیا وآخرت کی خوشیاں نصیب فرمائے (آمین!)

میں خاص طور ان لوگوں کے لیے اپنی خوشی ظاہر کروں گا جو اس مہینہ میں اپنے فرائض کی طرف متوجہ ہے جو اب تک خمس نہیں نکالتے تھے انھوں نے نکالا اور عہد کیا کہ ہر سال نکالیں گے اور دوسرے فریضوں کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ اس میں حقیر کا کوئی کمال نہیں یہ سب تو اس امام کا صدقہ ہے جن کے نام پر یہ سینٹر ہے "بیت القائمؑ"۔ مولاؑ نے آپ کے دل میں یہ توفیق پیدا کردی اور آپ اپنے فریضوں پر عمل کرنے

لگے ان شاء اللہ ان سب حضرات کو شفاعتِ سیدہؑ نصیب ہوگی۔

عید کا خطبہ ادھورا رہ جائے گا اگر رسولؐ کی عید کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ حضورؐ عیدگاہ کی طرف جا رہے ہیں عالم یہ ہے کہ ایک دوش پر حسنؑ ہیں اور ایک دوش پر حسینؑ ہیں اس انداز کو نانا نواسہ کا رشتہ نہ کہیے اسے مستقبل کے لیے دین کے ذمہ داروں کا تعارف کہیے۔

کچھ لوگوں نے یہ انداز دیکھ کر کہا:

نِعمَ المَرکَب

"کیا اچھی سواری ہے"۔

حضورؐ نے فرمایا: یہ کیوں نہیں کہتے کتنے اچھے سوار ہیں؟ یہ صرف نواسے نہیں ہیں۔

اَلْحَسَنَ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابَ اَھْلِ الْجَنَّةِ

"یہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور یہ امام ہیں خواہ کھڑے ہو جائیں یا بیٹھ جائیں"۔ (صلوٰۃ)

یہ وہ ہیں جن کے ارادہ کو پروردگار نے اپنا ارادہ کر دیا۔

بچوں نے کہا مادرِ گرامی کل سارے بچے نئے نئے لباس پہن کر عیدگاہ جائیں گے ہمارے کپڑے کہاں ہیں؟

فرمایا: تمھارے کپڑے درزی کے پاس ہیں۔ ادھر کہا تمھارے کپڑے درزی کے پاس ہیں ادھر رضوانِ جنت دروازہ پر آ کر دق الباب کرتا ہے اور آواز دیتا ہے:

اَنَا خَیَّاطُ الْحَسَنَیْنِ

"میں حسنینؑ کا درزی ہوں"۔

میں مسلمانوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جس در پر فرشتے خادم بن کر نازل ہوتے ہوں، جس در کی یہ شان ہو کہ ملک الموت بھی بغیر اجازت داخل نہ ہوں کیا اس در کا بھی احترام ہے کہ اس کو آگ لگا دی جائے؟ جب آگ لگانے کی دھمکی دی گئی تو سیدہؑ نے بہت سمجھایا اور پوچھا کہ کیا اس گھر کو آگ لگا دو گے جس میں حسنینؑ رہتے ہیں؟ کہا گیا: ہوا کریں۔ ابوالحسنؑ کو باہر نکالو ورنہ ہم اس گھر میں آگ لگا دیں گے۔

جس گھر سے اسلام کا پیغام ملا اس گھر میں آگ لگائی گئی، لیکن اے شیعیانِ فاطمہؑ! اگر سیدہؑ کو خوش کرنا ہے تو ان کی تعلیمات پر عمل کرو۔ عید کا منشور پہلے ہی بتا دیا گیا۔ یہ منشور کہتا ہے:

اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْ عَلٰی اَهْلِ الْقُبُوْرِ السُّرُوْرَ. اَللّٰهُمَّ اَغْنِ كُلَّ فَقِيْرٍ. اَللّٰهُمَّ اَشْبِعْ كُلَّ جَائِعٍ. اَللّٰهُمَّ اكْسُ كُلَّ عُرْيَانٍ. اَللّٰهُمَّ اقْضِ دَيْنَ كُلِّ مَدِيْنٍ. اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ كُلِّ مَكْرُوْبٍ. اَللّٰهُمَّ رُدَّ كُلَّ غَرِيْبٍ. اَللّٰهُمَّ فُكَّ كُلَّ اَسِيْرٍ.

یہ سب عید کے پیغامات ہیں ہم اپنی ذات کو نہیں دیکھتے ہم غربا، فقرا، اُسرا، ضرورت مند، مقروض کو دیکھتے ہیں۔ اسلام یہ پیغام دے رہا ہے تم اپنی ذات سے ماورا ہو جاؤ تمھیں ہم بڑھائیں گے۔

عید سکھاتی ہے کہ اپنے آپ میں نہ ڈوبیے بلکہ دیگر مومنین اور بے کس مسلمانوں کا خیال کیجیے۔ اپنے لیے بے تحاشا اخراجات جبکہ یہ بات غریب، نادار اور تنگدست کے لیے دل شکنی، مایوسی اور احساسِ کمتری کا باعث بنتی ہے۔

ماہِ مبارک رمضان سکھاتا ہے کہ فقر و فاقہ کے خلاف جہاد کرو اور یہی مطلب

اَللّٰھُمَّ اَغْنِ کُلَّ فَقِیْرٍ. اَللّٰھُمَّ اَشْبِعْ کُلَّ جَائِعٍ

''دعا کو فقط پڑھنا نہیں بلکہ عمل کرنا ہے اور یہ سب کا فریضہ ہے''۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ﴿۱﴾ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ﴿۲﴾ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ﴿۳﴾ (سورۃ الماعون: ۱ تا ۳)

''یتیموں اور مسکینوں کا خیال نہ کرنا تکذیبِ قیامت کا باعث بنتا ہے۔ عید احساسِ ذمہ داری کا نام ہے''۔

عید کی خوشیاں منایئے لیکن پہلے فطرہ ادا کیجیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ خوشیوں میں لگ جائیں اور غریب بھوکا رہے۔ اسلام زینت سے منع نہیں کرتا اسلام تو زینت کو فروغ دیتا ہے، ورنہ وہ یہ نہ کہتا کہ مسجد میں آراستہ ہو کر آؤ اچھا لباس پہن کر آؤ خوشبو لگا کر آؤ۔ آج جگہ جگہ بیوٹی پارلر کھل رہے ہیں اسلام عورتوں کو زینت سے منع نہیں کرتا ہاں وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ تمھاری یہ زینت شوہر کے لیے ہونا چاہیے نامحرم کے لیے نہیں، اچھا سے اچھا کھاؤ، پیو، پہنو، اچھی سے اچھی سواری لو لیکن غریبوں کے خیال کے ساتھ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری یہ زینت تمھیں غرور میں مبتلا کر دے اور قوم طبقہ بندی کا شکار ہو جائے۔

حقوق اللہ کا خیال رہے حقوق العباد کا خیال رہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے وطن کی فضا پر امن ہو تو تم لبنان کے مسلمانوں کو بھول جاؤ فلسطین کے مسلمانوں کو بھول جاؤ، کشمیر کے مسلمانوں کو بھول جاؤ اور خوشیاں مناتے رہو اپنے آپ میں مگن رہو اور ہمارے سامنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرو ہم ایسا اسلام قبول نہیں کریں گے۔

مَنْ اَصْبَحَ وَلَمْ يَهْتَمّ بِاُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ

''جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اسے امورِ مسلمین کا کوئی خیال نہ ہو، وہ مسلمان نہیں ہے''۔

حقیقی مسلمان وہ ہے جو دوسرے مسلمانوں کے درد کو محسوس کرے جو ان کی پریشانیوں کو محسوس کرے وہ مسلمان نہیں ہوگا جس کے اندر انسانیت نہ ہو اسلام کے لیے انسانیت شرط ہے۔

پانچویں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

هَلِ الدِّيْنُ اِلَّا الْحُبُّ

''کیا دین محبت کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟''

اس لیے کہ محبت ہے تو نماز ہے محبت ہے تو روزہ ہے محبت ہے تو حج ہے محبت ہے تو زکوٰۃ ہے محبت ہے تو تولیٰ ہے محبت ہے تو تبرّیٰ ہے۔ (صلواۃ)

اسلام محبتِ حیات دل سے نکال دینے کا نام ہے۔ محبت ذات دل سے نکال دینے کا نام ہے اور اگر اس کو دیکھنا ہے تو درِ اہلِ بیت پر آؤ مولائے کائنات آواز دے رہے ہیں علیؑ موت سے اتنا مانوس ہے جتنا ایک شیر خوار اپنی ماں کے سینہ سے مانوس ہوتا ہے۔ علیؑ کے لیے یہ بات یکساں ہے کہ وہ موت اس پر ٹوٹ پڑے یا وہ موت پر ٹوٹ پڑے۔

جہاں تیرہ سال کا بچہ آواز دیتا ہے:

''چچا میرے لیے موت شہد سے زیادہ شیریں ہے''۔

اگر محبتِ ذات نکالنے کی مثال دیکھنا ہے تو وہ جو خدا اور رسولؐ کے بعد ساری کائنات سے افضل ہے۔ یہودی کے باغ میں مزدوری کر کے بتا رہا ہے علیؑ کے دل میں محبتِ ذات نہیں ہے۔

اور جب حبِ جاہ و ریاست کی بات آتی ہے اور لوگ کہتے ہیں آپ حکومت قبول کر لیجیے لیکن سیرتِ شیخین پر عمل کرنا ہوگا تو مولاؑ فرماتے ہیں:

میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔ اگر میں حکومت کروں گا تو قرآن و سنت پر کروں گا سیرتِ شیخین پر نہیں"۔ گویا مولاؑ نے واضح کر دیا کہ شیخین کی شخی قرآن و سنت کا معیار نہیں ہوا کرتی بلکہ معیار قرآن و سنت ہے۔ (صلوٰۃ)

یہ مت سوچیے کہ فلاں آپ کے ساتھ محبت سے پیش نہیں آتا آپ محبتِ ذات دل سے نکال چکے ہیں تو آپ اس کے ساتھ محبت سے پیش آئیے یہ مت سوچیے کہ فلاں ہم سے صلہ رحم نہیں کرتا آپ محبتِ ذات دل سے نکال چکے ہیں آپ اس کے ساتھ صلہ رحم کریں آپ دنیا کی خوشنودی کے لیے کوئی کام نہ کریں اللہ کی خوشنودی کو مدِ نظر رکھیں۔ صلہ رحم کرنے والے کے ساتھ صلہ رحم کرنا اخلاق ہے لیکن قطع رحم کرنے والے کے ساتھ صلہ رحم کرنا مکارمِ اخلاق ہے۔ یہ معصومینؑ کی تعلیم ہے اپنا جائزہ لیجیے کہ ہم کہاں ہیں اور جہاں بھی ہیں وہاں سے اپنے پروردگار کی طرف پلٹیے۔ عید کا مطلب وہی ہے جو توبہ کا ہے توبہ یعنی رب کی طرف رجوع اور عید کا مطلب بھی رب کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

آخر میں آپ حضرات سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اتنی ساری گفتگو آپ سے ہوئی اگر میری کوئی بات آپ پر ناگوار گزری ہو تو میں معذرت خواہ ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ میں نے جو کچھ بھی عرض کیا ہے اصلاحی کوشش میں عرض کیا ہے اور خدا کے لیے عرض کیا ہے پھر بھی اگر کوئی بات ناگوار گزری ہو تو معذرت خواہ ہوں۔ ہم تو آتے رہیں گے۔ اسی طرح آپ سے گفتگو کرتے رہیں گے اور اسی طرح معذرت کرتے رہیں گے یہ ہمارا فریضہ ہے اس لیے کہ ہم اہلِ بیتؑ کے غلام ہیں ہم ان کا صدقہ کھاتے ہیں ہم تو ان کی تعلیمات کو نشر کرتے رہیں گے۔ ہم تو ان کے پیغامات لوگوں کو

سناتے رہیں گے اور پروردگار سے دعا کرتے رہیں گے:

پروردگارا! تو مُقَلِّبُ الْقُلُوبِ وَالْاَبْصَارِ ہے لوگوں تک پہنچانا میرا کام تھا میں نے پہنچا دیا اب اس کے بعد کا کام تیرے حوالہ تو ان کے دلوں میں اپنی محبت کو راسخ کر دے (آمین)

پروردگارا! اس ماہ میں اگر ہم سے کوئی لغزش ہو گئی ہو کوئی خطا ہو گئی ہو تو ہمیں معاف فرما (آمین)

پروردگارا! بحق محمد و آلِ محمد علیہم السلام ہماری عبادتوں کو قبول فرما (آمین)

پروردگارا! بحق محمد و آلِ محمد علیہم السلام ہمیں دنیا و آخرت کی سعادت نصیب فرما (آمین)

پروردگارا! بحق محمد و آلِ محمد علیہم السلام ہمیں آخرت میں شفاعتِ سیّدہؑ نصیب فرما (آمین)

پروردگارا! بحق محمد و آلِ محمد علیہم السلام ہمارے آخری امامؑ کے ظہور میں تعجیل فرما (آمین)

ہمیں مولاؑ کے اعوان و انصار میں شامل فرما (آمین)

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(دعائے امامِ زمانہ)

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ

☆☆☆

(ملحقات)

اعمالِ ماہِ رمضان المبارک

دعائے سحر

يَا مَفْزَعِيْ عِنْدَ كُرْبَتِيْ وَ يَا غَوْثِيْ عِنْدَ شِدَّتِيْ اِلَيْكَ فَزِعْتُ وَبِكَ اسْتَغَثْتُ وَبِكَ لُذْتُ لَا اَلُوْذُ بِسِوَاكَ وَلَا اَطْلُبُ الْفَرَجَ اِلَّا مِنْكَ فَاَغِثْنِيْ وَ فَرِّجْ عَنِّيْ يَا مَنْ يَقْبَلُ الْيَسِيْرَ وَيَعْفُوْ عَنِ الْكَثِيْرِ اِقْبَلْ مِنِّي الْيَسِيْرَ وَاعْفُ عَنِّي الْكَثِيْرَ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا تُبَاشِرُ بِهٖ قَلْبِيْ وَ يَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اِنَّهٗ لَنْ يُصِيْبَنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَ رَضِّنِيْ مِنَ الْعَيْشِ بِمَا قَسَمْتَ لِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا عُدَّتِيْ فِيْ كُرْبَتِيْ وَيَا صَاحِبِيْ فِيْ شِدَّتِيْ وَ يَا وَلِيِّيْ فِيْ نِعْمَتِيْ وَيَا غَايَتِيْ فِيْ رَغْبَتِيْ اَنْتَ السَّاتِرُ عَوْرَتِيْ وَالْاٰمِنُ رَوْعَتِيْ وَالْمُقِيْلُ عَثْرَتِيْ فَاغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

دعا بعد از نماز واجب

يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ يَا غَفُوْرُ يَا رَحِيْمُ اَنْتَ الرَّبُّ الْعَظِيْمُ

اَلَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ وَهٰذَا شَهْرٌ عَظَّمْتَهٗ وَ کَرَّمْتَهٗ وَشَرَّفْتَهٗ وَفَضَّلْتَهٗ عَلَی الشُّهُوْرِ وَهُوَ الشَّهْرُ الَّذِیْ فَرَضْتَ صِیَامَهٗ عَلَیَّ وَ هُوَ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ فِیْهِ الْقُرْاٰنَ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ وَ جَعَلْتَ فِیْهِ لَیْلَةَ الْقَدْرِ وَ جَعَلْتَهَا خَیْرًا مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ فَیَاذَا لْمَنِّ وَلَا یُمَنُّ عَلَیْكَ مُنَّا عَلَیَّ بِفِکَاكِ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ فِیْمَنْ تَمُنُّ عَلَیْهِ وَادْخِلْنِی الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

دعا بر نماز واجب کے بعد

اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْ عَلٰی اَهْلِ الْقُبُوْرِ السُّرُوْرَ اَللّٰهُمَّ اَغْنِ کُلَّ فَقِیْرٍ اَللّٰهُمَّ اَشْبِعْ کُلَّ جَائِعٍ اَللّٰهُمَّ اکْسُ کُلَّ عُرْیَانٍ اَللّٰهُمَّ اقْضِ دَیْنَ کُلِّ مَدِیْنٍ اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ کُلِّ مَکْرُوْبٍ اَللّٰهُمَّ رُدَّ کُلَّ غَرِیْبٍ اَللّٰهُمَّ فُكَّ کُلَّ اَسِیْرٍ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ کُلَّ فَاسِدٍ مِنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ اشْفِ کُلَّ مَرِیْضٍ اَللّٰهُمَّ سُدَّ فَقْرَنَا بِغِنَاكَ اَللّٰهُمَّ غَیِّرْ سُوْءَ حَالِنَا بِحُسْنِ حَالِكَ اَللّٰهُمَّ اقْضِ عَنَّا الدَّیْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

دعائے افطار

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ وَعَلَیْكَ تَوَکَّلْتُ

اعمالِ شبِ قدر

سنت ہے کہ شبِ قدر میں دو رکعت نماز بجالائے۔ ہر رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سات مرتبہ سورۂ قل ھو اللہ پڑھے نماز کے بعد ستر مرتبہ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ کہے اس نماز کی اعمالِ شبِ قدر میں بہت اہمیت ہے۔ اس کا بہت ثواب ہے تینوں شبِ قدر میں غسل سنتِ مؤکدہ ہے۔ وقتِ غروب غسل کرے اور نماز مغرب باغسل ادا کرے اور مستحب ہے کہ قرآنِ مجید ہاتھوں میں لے کر کھولے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ بِكِتَابِكَ الْمُنْزَلِ وَمَا فِيهِ وَفِيهِ اسْمُكَ الْأَكْبَرُ وَأَسْمَائُكَ الْحُسْنَىٰ وَمَا يُخَافُ وَيُرْجَىٰ أَنْ تَجْعَلَنِي مِنْ عُتَقَائِكَ مِنَ النَّارِ وَتَقْضِيَ حَوَائِجِي لِلدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

پس پروردگار سے اپنی حاجت طلب کرے پھر قرآنِ مجید بند کر کے سر پر رکھے اور کہے:

اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ هٰذَا الْقُرْآنِ وَبِحَقِّ مَنْ أَرْسَلْتَهُ بِهِ وَبِحَقِّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مَدَحْتَهُ فِيهِ وَبِحَقِّكَ عَلَيْهِمْ فَلَا أَحَدَ أَعْرَفُ بِحَقِّكَ مِنْكَ

پھر دس مرتبہ کہے : بِكَ يَا اللّٰهُ

دس مرتبہ : بِمُحَمَّدٍ

دس مرتبہ : بِعَلِيٍّ

دس مرتبہ : بِفَاطِمَةَ

دس مرتبہ : بِالْحَسَنِ

دس مرتبہ : بِالْحُسَیْنِ

دس مرتبہ : بِعَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ

دس مرتبہ : بِمُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ

دس مرتبہ : بِجعفر بْنِ مُحَمَّدٍ

دس مرتبہ : بِمُوسٰی بْنِ جَعفَرٍ

دس مرتبہ : بِعَلِیِّ بْنِ مُوسٰی

دس مرتبہ : بِمُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ

دس مرتبہ : بِعَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدٍ

دس مرتبہ : بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ

دس مرتبہ : بِالْحُجَّةِ الْقَائِمِ (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)

زیارت امام حسین علیہ السلام ان تینوں شبوں میں پڑھنا سنت موکدہ ہے اور ۱۹، ۲۱، ۲۳ کی شبوں میں بالخصوص ۲۳ ویں شب میں سو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔ ہر رکعت میں سلام پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ حمد کے بعد ایک مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے اور اگر نمازیں قضا ہوں تو جتنے دن کی نمازیں قضا پڑھ لے۔ اس صورت میں نماز کو جماعت سے ادا کرنا بھی جائز ہوگا۔

انیسویں شب کے مخصوص اعمال یہ ہیں

سو مرتبہ کہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ

سو مرتبہ کہے: اَللّٰهُمَّ الْعَنْ قَتَلَةَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ

●●●